فتنۂ قادیانیت

سے متعلق

محدث العصر

حضرت مولانا یوسف بنوریؒ

کی

مختلف تحاریر کا جموعہ

اجمالی فہرست

تعارف اکفار الملحدین

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن لارحیم!

تعارف!

الحمدللہ رب العالمین ۰ ولاعدوہ الآعلی الظالمین ۰ والصلوٰۃ والسلام

علی خاتم النبیین ۰ محمدوآلہ وصحبہ اجمعین!

سرزمین بیت الحرام میں ''غارحرا'' کے افق سے نبوت کبریٰ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور زمینی مخلوق کے لئے آسمانی پیغام ہدایت کی ضیاپاشیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت محمد الرسول ﷺ ''خاتم النبیین'' کے منصب پر فائز ہوگئے۔قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوگیا۔کفار مکہ اور جزیرۃ العرب کے یہود ونصاریٰ پوری مخالفت بلکہ جو دوعناد پر اتر آئے۔لیکن اسلام کے خلاف ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور نہ صرف عہد نبوت میں بلکہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسلام کے روز افزوں عروج واستحکام کی یہی صورت حال قائم رہی اور اسلام شرقاً وغرباً تمام دنیا میں بن کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا۔مگر اسی کے ساتھ ساتھ اعدأ اسلام کے حلقوں میں اسلام کے خلاف غیظ وغضب بھی بڑھتا چلا گیا۔مشیت الٰہی سے عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا تدبر وتیقظ قائم نہ رہ سکا۔اس لئے مریض القلب لوگوں نے خصوصاً نام نہاد مسلمان یہودیوں نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کردیں۔تاآنکہ حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوگئے اور اب چاروں طرف سے علی الاعلان فتنوں نے سر اٹھایا۔

حضرت علیؓ کے عہد میں ان فتنوں کا بازار ''حرب وپیکار'' کی شکل میں گرم ہونا شروع ہوگیا اور اسلام کو شدید ترین داخلی وخارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔اگر حضرت علی المرتضیٰؓ جیسی عظیم شخصیت نہ ہوتی تو شاید اسلام ختم ہو جاتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حلم وفراست کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی۔جس طرح عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ رونما ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حزم وعزم صدیقی کی برکت سے اسلام کی حفاظت کی تھی۔ٹھیک اسی طرح فتنہ خوارج وشیعیت کی شدت کی وجہ سے خلافت علی المرتضیٰؓ میں زوال اسلام کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔اسلام تو بچ گیا۔لیکن ''جنگ جمل'' اور ''جنگ صفین'' جیسے دردناک واقعات اور خونچکاں حوادث ضرور رونما ہوئے اور اسلام کی مقدس سرزمین صحابہؓ وتابعینؒ کے خون سے ضرور لالہ زار بنی۔جس کے نتیجے میں فتنہ شیعیت وفتنہ رفض اور فتنہ خارجیت واعتزال

وغیرہ سیاسی و دینی فتنوں کی جڑیں دور دور پھیل گئیں اور پہلی مرتبہ علمی اعتبار سے مسئلہ ایمان ومسئلہ کفر سامنے آیا اور اس کی عملی تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔

لطف کی بات یہ تھی کہ خوارج ومعتزلہ بھی ایمان وتوحید کے مدعی تھے اور شیعہ وروافض بھی اسلام ومحبت اہل بیت کے دعوے دار تھے۔ مگر دونوں فرقے صحابہ کرامؓ کی تکفیر پر متفق تھے اور اپنے اپنے ایمان واسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ پھرانہی دونوں شاخوں سے پھوٹ کر جہمیہ، مرجیہ، کرامیہ وغیرہ نو بنو مدعی اسلام فرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ جن میں سے ہر ایک فرقہ اپنے سوا سب کو کافر کہتا تھا۔

اس لئے اسلام کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ محققانہ انداز میں اس مشکل کو حل کیا جائے کہ ''مناط'' ومدار نجات کیا چیز ہے؟۔ اور ''ایمان'' کی اصل حقیقت کیا ہے؟۔ اور ''کفر'' کی اصل بنیاد کیا ہے؟۔

چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ، ابوعبید قاسم بن سلامؒ، محمد بن نصر مروزیؒ، محمد بن اسلم طوسیؒ، ابوالحسن بن عبدالرحمٰن بن رستہؒ، ابن حبانؒ، ابوبکر بیہقیؒ وغیرہ آئمہ حدیث نے ''مسئلہ ایمان'' پر محدثانہ کتابیں لکھیں۔

محدثین کے طرز پر حافظ ابن تیمیہؒ کی ''کتاب الایمان'' شاید آخری کتاب ہو۔ لیکن علمی ونظری مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے یہ محدثانہ تالیفات کافی نہ تھیں۔ اس لئے متکلمین نے اس میدان میں قدم رکھا اور قدماء متکلمین کی تصانیف میں بھی یہ مسائل زیر بحث آئے۔

امام ابوالحسن اشعریؒ سے لے کر حجتہ الاسلام امام غزالیؒ تک کبار متکلمین نے خوب علمی ونظری تحقیقات کی داد دی اور ان مسائل پر سیر حاصل عقلی ونقلی (غیر نقلی) بحثیں کیں۔ حجتہ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسیؒ متوفی ۵۰۵ھ غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل محققانہ کتاب لکھی۔ جس کا نام فیصل التفرقة بين الاسلام والزندقة ! ہے۔ مصر وہندوستان دونوں جگہ طبع ہوئی ہے۔

رفتہ رفتہ فقہاء کے حلقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور فقہائے کرام نے اپنے مخصوص فقہی انداز میں بھی خوب خوب لکھا۔ لیکن ایک طرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ قول لا نكفر احدا من اهل القبلة ! امت کے سامنے تھا۔ دوسری طرف یہ اجماعی مسئلہ طے شدہ تھا کہ: ''ضروریات دین میں سے کسی بھی امر ضروری کا انکار کفر ہے۔'' بلکہ ضروریات دین میں ''تاویل بھی موجب کفر ہے۔''

اسی طرح ایک طرف یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ: ''لازم مذہب، مذہب نہیں ہے جب تک التزام کفر نہ کیا جائے۔لزوم کفر سے کفر لازم نہیں آئے گا۔'' اسی بحث کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ: ''ضروریات دین'' کے باب میں بھی یہ ضابطہ جاری ہے یا ''ضروریات دین'' اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؟۔نیز مسئلہ تکفیر میں دلیل قطعی ضروری ہے یا ظنی ادلہ سے بھی تکفیر کی جاسکتی ہے؟۔

الغرض موضوع اپنی اہمیت کے پیش نظر اور نزاکت کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ الجھتا گیا اور ایمان و کفر کا بدیہی مسئلہ نظری بن کر رہ گیا۔ادھر اعداء دین کو ان علمی بحثوں اور کاوشوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے چلے گئے۔

اسی اثناء میں سرزمین پنجاب کے اندر ایک مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوگیا۔جس نے اپنی مستقل تشریعی نبوت کو منوانے کی غرض سے قطعی امور دین کا انکار کرنا شروع کردیا۔ختم نبوت جیسے اجماعی واساسی طے شدہ مسئلہ کو از سر نو زیر بحث لایا۔جہاد اور حج کے اس زمانہ میں منسوخ ہونے کا اعلان کیا۔اس کے ساتھ ساتھ از راہ تلبیس تبلیغ اسلام کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف جہات سے دین کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ ان موضوعات پر ایک فیصلہ کن محققانہ تالیف امت کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے۔تاکہ ان دقیق اور الجھے ہوئے مسائل میں آئندہ نسلوں کو کفر واسلام کے اندر امتیاز کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

لیکن ان موضوعات سے عہدہ برآ ہونا، نہ ہر عالم وفقیہ کا کام تھا اور نہ ہر صاحب قلم مصنف ومؤلف کا۔ بلکہ اس کے لئے ایک ایسے محقق روزگار کی ضرورت تھی جو محدث بھی ہو، اور فقیہ بھی۔متکلم بھی ہو اور اصولی بھی۔مورخ بھی ہو، اور تاریخ ملل ونحل کا محقق بھی۔وسیع النظر بھی ہو، اور منصف مزاج بھی۔اس کی زندگی علوم ومشکلات علوم کی تحقیق اور عقدہ کشائی میں گزری ہو۔مجتہدانہ ذوق کا مالک ہو۔فتنوں اور فرقوں کی تاریخ سے بصیرت افروز واقفیت رکھتا ہو۔

حق تعالیٰ نے اس علمی ودینی عظیم الشان خدمت کے لئے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا جو اپنے عہد میں علوم اسلامیہ میں ''امامت کبریٰ'' کا درجہ رکھتے تھے۔ایسے یگانہ روزگار تھے جن کی مثال گزشتہ صدیوں میں بھی مشکل سے ملے گی۔قدماء ومتاخرین میں چند نفوس قدسیہ جس جامعیت عظمیٰ کے حامل گزرے ہیں۔حضرت

شاہ صاحب قدس اللہ سرہ بھی انہی جیسی نادرہ روزگار ہستی کے مالک تھے۔

اس موضوع پر قدماء ومتاخرین فقہا، متکلمین، محدثین ومفسرین کے علمی کارناموں یعنی تصانیف میں جہاں بھی غررنقول (زریں اقتباسات) تھے۔ اگر چہ بعید سے بعید ترین مظان (مقامات) میں تھے۔ ان سب کے جواہر ودرر کو حیرت انگیز غواصی کے کرشمے دکھا کرامت کے سامنے رکھ دیا۔ اور یہ تفحص وتجسس کا دائرہ مطبوعات تک ہی محدود نہیں رہا۔ بلکہ اس مقصد کے لئے نادرترین مخطوطات (قلمی کتابوں) کے عام دسترس سے باہر علمی سمندروں میں بھی شناوری اور غواصی فرمائی ہے۔ اور نہ صرف خاص خاص ابواب متعارفہ اور مظان متوقعہ (متوقع مقامات) کی مراجعت فرمائی ہے۔ بلکہ بعض مخطوطات کو اوّل سے آخر تک مطالعہ کر کے پوری کتاب میں جہاں جہاں درر بے بہا (قیمتی اقتباسات) ہاتھ آتے گئے، پروتے گئے۔ محقق ابن وزیریمانی ؒ کی محققانہ ضخیم غیر مطبوعہ کتاب القواصم والعواصم پوری مطالعہ کر کے سارے متعلقہ ٹکڑے (اقتباسات) یکجا جمع فرمادیئے۔

اسی طرح فتح الباری جیسی ضخیم تیرہ جلدوں کی کتاب میں جہاں جہاں کوئی مفید مطلب مضمون ملا جمع فرمادیا۔ کیا کوئی بھی عالم ومحقق تصور کرسکتا ہے کہ ادیب قلقشندی کی خالص ادبی کتاب صبح الاعشی فی فن الانشاء! میں بھی اس خالص دینی موضوع سے متعلق کوئی چیز ہوگی؟۔ لیکن امام العصر حضرت شاہ صاحبؒ سے وہ بھی اوجھل نہ رہ سکی۔ اس سے بھی استفادہ فرمایا۔

امام بخاریؒ کی کتاب خلق افعال العباد! امام ذہبیؒ کی کتاب العلو! بیہقیؒ کی کتاب الاسماء والصفات! ابن حزمؒ کی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل! عبدالقادر تمیمی بغدادیؒ کی کتاب الفرق بین الفرق! ابوالبقاءؒ کی کتاب الکلیات! شیخ اکبرؒ کی الفتوحات المکیۃ! شعرانیؒ کی الیواقیت والجواھر! سیوطیؒ کی کتاب الخصائص! وغیرہ وغیرہ کے اقتباسات وحوالے اسی طرح آتے ہیں جیسے کتب کلام وکتب فقہ وکتب اصول وکتب حدیث واصول حدیث اور تفاسیر کے اقتباسات وحوالہ جات آتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ کی تصانیف کتاب الفتاویٰ چھ جلد المنہاج ...... الصارم المسلول ...... بغیۃ المرتاد ...... کتاب الایمان! اور الجواب الصحیح! میں جہاں جہاں مفید مطلب مسئلہ نظر آیا نقل فرمادیا۔

حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف شفاء العلیل ...... زاد المعاد! وغیرہ میں جہاں جہاں

اہم نقول (اقتباسات) ملی ہیں برمحل نقل فرمادی ہیں۔

اس طرح تقریباً دوسو کتابوں کے صدہا اقتباسات اور حوالہ جات ہر مسئلہ اور ہر عنوان کے تحت اس حیرت انگیز استقصاء کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ شاید ساری زندگی اسی کتاب کی نذر ہوگئی ہوگی۔ لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب در تعجب ہوگا کہ اس انداز کی یہ جامع کتاب صرف چند ہفتوں میں تصنیف فرمائی ہے۔ لیکن یہ اسی جلیل القدر، محیرّ العقول ہستی کا کارنامہ ہوسکتا تھا جس نے سارے علمی کتب خانے کھنگال ڈالے تھے اور ہر مطالعہ کی ہوئی کتاب ہمہ وقت اس طرح مستحضر رہتی تھی جیسے ابھی دیکھی ہے۔

پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ تنہا کتب حنفیہ سے نقول (اقتباسات) جمع نہیں کئے۔ تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ: ''یہ تو مخصوص مکتب فکر کا نقطہ نظر ہے۔'' بلکہ کتب مالکیہ شافعیہ، حنابلہ اور کتب آئمہ اربعہ سے نوادر نقول (اقتباسات) پورے استیفاء و استقصاء کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو کہ یہ پوری امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور تمام آئمہ مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے اور کسی پہلو سے بھی حرف گیری یا شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی طرح متکلمین میں سے ماتریدیہ...... اشاعرہ...... اور حنابلہ! کی کتب عقائد و کلام سے بھی موقع بموقع اقتباسات پیش کئے ہیں اور کسی بھی پہلو سے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

پھر جتنے محقق اہل علم، اکابر دیو بند تھے ان سب کی تقریظات صرف اس لئے حاصل کی گئیں۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ کوئی شخصی رائے نہیں ہے۔ بلکہ دور حاضر کے اکابر امت کا اجماعی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی عالم دین بھی مخالف نہیں ہے۔ تقریظیں لکھنے والے قابل ذکر حضرات یہ ہیں:

۱...... حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیو بندیؒ مفتی دارالعلوم دیو بند۔
۲...... حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ۔
۳...... حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ المدنی۔
۴...... حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ، شاگرد حضرت نانوتویؒ۔
۵...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔
۶...... امیر شریعت بہار حضرت مولانا محمد سجاد بہاریؒ۔
۷...... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس آخری دور میں امام العصر

حضرت شیخؒ کو اسی قسم کی علمی مشکلات حل کرنے کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کی تالیفات تصنیفی ہوں یا املائی۔ سب میں یہ خصوصیت جلوہ گر ہے۔ حضرت الاستاد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''حضرت شاہ صاحبؒ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ علوم وفنون کی ارواح ومشکلات پر حاوی ومطلع ہیں۔ جب کوئی شخص ان سے کسی بھی علم کا کوئی دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مسئلہ حل کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو فوراً برجستہ جواب حاضر پاتا ہے۔ اس طرح کہ مدتوں سے اس مشکل کو حل کئے بیٹھے ہیں۔''

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ اکابر امت اور کبار محققین علوم کی نقول (اقتباسات) پیش کردینے پر اکتفا کیا ہو۔ اگرچہ اس انداز سے ایک موضوع پر ان سب اقتباسات کو ایک جگہ جمع کردینا بھی افراد امت ہی کا کام ہے۔ بلکہ ان نقول واقتباسات سے جو علمی فوائد ونکات اخذ کئے ہیں اور زیر نظر موضوع کی تائید میں جو مجتہدانہ استنباطات کئے ہیں۔ یہ صرف انہی کا کام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس گوناگوں اور نت نئے فتنوں کے دور میں کہ کہیں مرزائیت کا فتنہ ہے تو کہیں خاکساریت کا۔ کہیں پرویزیت کا فتنہ ہے تو کہیں فضل الرحمٰن کی مستشرقانہ تحقیقات کا۔ اگر ایسی محققانہ اور جامع کتاب نہ ہوتی تو آج کفر وایمان کا مسئلہ شدید بحران اور پورے اشتباہ میں پڑا ہوتا، اور دور حاضر کے علماء میں سے کسی عالم کے بس کا نہ تھا کہ ایسا مدلل ومنقح اور بصیرت افروز محققانہ ذخیرہ جمع کر سکے کہ ہر فتنہ کی سرکوبی وتردید کے لئے کافی ہو۔ اور امت کے ذمہ یہ فرض کفایہ یونہی رہ جاتا۔ لیکن الحمد اللّٰہ علی احسانہ! یہ مسئلہ اتنا واضح ہوگیا کہ اب کسی کے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش اور عذر باقی نہ رہا۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اور سارے نقول (اقتباسات) بھی عربی زبان میں تھے اور ان سے اخذ کردہ نتائج اور حضرت شیخ کے استنباطات بھی چیستان کی حد تک دقیق عربی زبان میں تھے۔ چنانچہ سرسری نظر سے پڑھ کر عربی دان اور علماء بھی اس کو ایک اقتباسات کی فہرست سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اقتباس کتنا ہے اور حضرت شیخ کی عبارت کتنی؟۔ غرض علماء کے لئے بھی اس وقت دانشور کی وجہ

سے کما حقہٗ استفادہ بڑے غور وخوض کا محتاج تھا۔

مجلس علمی کراچی کا یہ احسان ہے کہ اس نے وقت کی اہم دینی ضرورت کا احساس کیا اور ایک محقق عالم وممتاز فاضل کو (مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ) جسے حضرت شیخؒ سے شرف تلمذ اور خصوصی تعلق کے ساتھ ہی ان کے علوم سے فی الجملہ مناسبت بھی ہے اور ساری عمر علوم وفنون کی بادیہ پیمائی میں گزری ہے۔ کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے انتخاب کیا۔

اس قسم کی جامع اور دقیق کتاب ہو اور پھر امام العصر حضرت شاہ صاحبؒ کی تالیف ہو جن کی دقت تحریر علماء کے حلقہ میں معروف ہے اور ان کی دوسری تصانیف اس پر شاہد ہیں۔ اور پھر اس نازک اور لائق صد احتیاط موضوع پر ہو۔ اس کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ لائق مترجم وفقہ اللّٰہ لکل خیر! ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے اس مشکل کو سر کیا اور اس خوان یغماء کو نہ صرف عام علماء بلکہ اردو دان طبقہ کے لئے بھی وقف عام کر دیا اور علماء وفقہاء وارباب فتویٰ پر بھی احسان کیا۔ اس لئے کہ امام العصر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی تحریر بلکہ تقریر سے بھی پورا استفادہ کرنا ہر عالم کے بس کا کام نہیں ہے۔

بہر حال وقت کی ایک اہم دینی وعلمی ضرورت تھی جو نہایت خوبی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ مبتلا حضرات (جن کو ان موضوعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے) خصوصاً ارباب فتویٰ اس کی قدر کریں گے اور امام العصر حضرت مؤلف نور اللّٰہ مرقدہ کو اور مترجم طالت حیاتہ فی الخیر! دونوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

کتاب کے اواخر میں امام العصر حضرت شیخؒ نے اس موضوع پر ان مسائل میں علماء کی تحقیق کے مأخذ کتاب وسنت میں کیا کیا ہیں؟ اور علماء وفقہاء کے درمیان اختلاف نظر کیوں رہا ہے؟۔ عجیب مجتہدانہ انداز سے تحقیق فرمائی ہے اور محققانہ انداز سے اس اختلاف نظر کی توجیہہ فرمائی ہے اور پھر فرمایا ہے کہ:

''ہم نے اس مسئلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔ ایسا نہیں کیا کہ ایک جانب کو پیش نظر رکھ کر دوسری جانب سے غفلت برتی ہو اور اس طرح غیر شعوری طور پر ہم بے احتیاطی میں مبتلاء ہوگئے ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جس پر ہمارا ایمان وعقیدہ ہے۔ ہمارا معاملہ صرف اللّٰہ تعالیٰ سے ہے۔ وہی ہمارا گواہ اور وکیل ہے۔''

اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلی ہوئی حدیث قولی کو اپنا مشعل راہ بنایا ہے:

''اس علم دین کو آئندہ نسلوں تک وہی لوگ پہنچائیں گے جو اعلیٰ درجہ کے عادل نصف مزاج ہوں گے۔ وہی اہل غلو (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی ''تحریفات'' سے اہل لل کی ''تزویرات'' (فریب کاریوں) سے اور جاہلوں کی ''تاویلات'' سے دین کو بچائیں گے۔''

(مشکوٰۃ ص۳۶ کتاب العلم فصل ثانی)

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں کہ:

''یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے۔ اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلاء ہیں ورکسی نے سچ کہا ہے کہ: ''جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم!''

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے۔ لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے۔ انشاء اللہ! یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ علم صحیح، فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ

''دین'' اور ''اسلام'' کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم و سرد جنگ یعنی تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان کے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین نے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے۔ اور ان پر کفر و ارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف و متنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں۔ مثلاً:

۱...... کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و مفتیین کے یہ تکفیر و ارتداد کے

فتوے تو محض ڈرانے ،دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں۔ان کے تکفیر کے فتوؤں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر ومرتد نہیں ہو جاتا۔جیسا کہ اسی کتاب میں ص ۲۳۴ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالہ سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲...... کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو اہل قبلہ ہیں اور خود حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔اس کی حقیقت حضرت مصنف نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳...... کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو ''مؤول'' ہیں۔باتفاق فقہاء مؤول کی تکفیر جائز نہیں۔ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول وفعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔تاویل اور مؤول کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث وتحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴...... ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر وتقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے۔اس لئے وہ زیادہ بے باکی اور دریدہ دہنی کے ساتھ اہل حق کے ان تکفیر کے فتووں کو ''دشنام طرازی'' سے اور کافر ،مرتد ،ملحد ،زندیق ،جاہل ،بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو ''گالیوں'' سے تعبیر کرتے ہیں۔اور برملا کہتے ہیں کہ علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز ،زکوٰۃ ،روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص ومتعین معنی اور مصداق ہیں۔ٹھیک اسی طرح کفر ،نفاق ،الحاد ،ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں۔دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص ومعین معنی اور مصداق ہیں۔قرآن کریم نے اور نبی کریم علی الصلوٰۃ والتسلیم نے قطعی طور پر ان کی تعیین وتحدید فرمادی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ کی وحدانیت ،رسول کی رسالت اور ماجاء به الرسول !(رسول کے لائے ہوئے دین وشریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے۔جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ کافر ہے اور اس نہ ماننے کا نام کفر ہے جس طرح ترک

نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام ''فسق'' ہے اور ترک کرنے والے کا نام ''فاسق'' ہے۔ بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو۔ صرف عمل نہ کرتا ہو۔ اسی طرح انہی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرنے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں۔ بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں ''الحاد'' ہے اور اس شخص کا نام ''ملحد'' ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ، کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود رہے گا۔ یہ الفاظ بھی، ان کے یہ معنی، اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟۔ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مؤمن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے۔ اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، کفریہ عقائد و اقوال و افعال، کی تحدید (حد بندی) اور تعیین کریں۔ تاکہ نہ کسی مؤمن کو کافر اور اسلام سے خارج کہا جا سکے اور نہ کسی کافر کو مؤمن اور مسلمان کہا جا سکے۔ ورنہ اگر ایمان و کفر کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوئیں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے۔

اسی لئے علمائے امت پر کچھ بھی ہو اور کیسے ہی طعنے کیوں نہ دیئے جائیں۔ رہتی دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ وہ خوف و خطر اور ''لومۃ لائم'' ٭ ملامت کرنے والوں کی ملامت ٭ کی پرواہ کئے بغیر جو شرعاً کافر ہے۔ اس پر کفر کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانتداری اور علم و تحقیق سے کام لیں۔ اور شرعاً جو ملحد و فاسق ہے۔ اس پر الحاد و فسق کا حکم اور فتویٰ لگائیں۔ اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص کی رو سے اسلام سے خارج ہو۔ اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں۔ اور کسی بھی قیمت پر اس

کو مسلمان تسلیم نہ کریں۔ جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو۔ یعنی قیامت تک۔

بہر حال، کافر، فاسق، ملحد، مرتد، وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال و اعمال پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر۔ اس کے برعکس گالیاں جن کو دی جاتی ہیں ان کی شخصیتوں اور ذاتوں کو دی جاتی ہیں۔ لہذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں۔ ان کو سب وشتم اور ان احکام کے لگانے کو دشنام طرازی کہنا جہالت ہے یا بے دینی۔

نیز علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو کافر نہیں بناتے۔ کافر تو وہ خود اپنے اختیار سے کفریہ عقائد یا اقوال و افعال اختیار کرنے سے بنتا ہے۔ وہ تو صرف اس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی۔ وہ تو اس کے کھوٹا ہونے کو ظاہر کر دیتی ہے۔ کھوٹا تو وہ خود ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے؟۔ شرمناک جہالت ہے۔

امید ہے کہ اس ضروری تنبیہ کے بعد قارئین ان ملحدوں اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف اور ہوشیار ہو جائیں گے اور جس کسی فرد یا جماعت کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے پائیں گے۔ باور کرلیں گے کہ یہ صرف شریعت کے حکم اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج بد اور الحاد و زندقہ کی سزا سے بچنے کے لئے علماء و مفتیین کے خلاف بداعتمادی پھیلا کر دوگونا جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

واللہ سبحانه وتعالیٰ ولّی الهداية والتوفيق صلی الله علی خير خلقه صفوة البرية سيدنا ومولانا محمد الهاشمی العربی وعلیٰ آله وصحبه وبارك وسلم وسلم!

محمد یوسف بنوریؒ عفا اللہ عنہ!

خاتم النبيين لا نبي بعدي
مقدمہ
عقیدۃ الاسلام
شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

الحمد اللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کی بے نظیر تالیف ''عقیدہ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام''، مجلس علمی کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے جس پر حضرت الشیخ العلامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے قلم سے ایک فاضلانہ مقدمہ ہے جو اپنے قیمتی افادات کے لحاظ سے مستقل مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ کتاب حال ہی میں مجھے تبصرے کے لئے موصول ہوئی تو جی چاہا کہ قارئین بینات کے لئے اس مقدمہ کا اردو ترجمہ بھی پیش کر دیا جائے۔

یہ مقدمہ تین مباحث پر مشتمل ہے:

امام العصر کے اجمالی حالات۔

عقیدۃ الاسلام کی خصوصیات کا تفصیلی تعارف۔

اور مسئلہ نزول مسیح علیہ السلام پر محققانہ بحث۔

واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ!

محمد یوسف لدھیانویؒ

یکم شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم !

الحمدللہ الذی جعل علماء ھذہ الامۃ کنجوم السماء فھم یھتدی فی دیاجر الکفر وظلمات الالحاد غایۃ الا ھتداء وبھم زینۃ ھذہ البسیطۃ الغبراء وبھم یرجم شیاطین الانس فی کل لیلۃ لیلًا والصلوۃ والسلام علی سیدالرسل محمد خاتم الانبیاء الممثل للامۃ بالمطر والمبشر بنزول سیدنا عیسیٰ روح اللہ الاطھر فیصلح بہ الامۃ العوجاء وعلی آلہ الاصفیاء وصحبہ السعداء ما استنار القمر وتجلت زکاء۔ امابعد!

حضرت الاستاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کے مشکلات علوم، دشوار مسائل اور دقیق حوادث ونوازل کی تحقیق کے سلسلے میں امت پر عظیم احسانات ہیں۔ ہر علم کے پیچیدہ اور دشوار مسائل کے حل کے لئے آپ کی ذات سرزمین ہند میں اہل علم کا مرجع تھی۔ علوم نبوت کی تدریس اور کسی بھی موضوع سے متعلق متن وسند اور جرح وتعدیل کے تمام مباحث کی تحقیق میں منفرد طریقہ کے موجد تھے۔ مذاہب امت کے استحضار وتحقیق میں آیۃ من آیات اللہ! تھے اور فقہائے امت کے مختلف فیہ مسائل کی تنقیح میں مجدد تھے۔

اسی طرح اہل بدعت واہل فتن بالخصوص فتنہ کبریٰ ''قادیانیت ومرزائیت'' کی تردید کے سلسلہ میں امت مسلمہ پر آپ کے احسانات ناقابل فراموش ہیں۔ اس شجرہ خبیثہ (فتنہ مرزائیت) کی بیخ کنی کے لئے آپ خود بھی متوجہ ہوئے۔ علمائے کرام پر حفاظت دین کی جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ انہیں بھی اس کا احساس دلایا۔ اس سلسلہ میں زبان وقلم سے ان کی مدد فرمائی اور اپنے علمی ذخیروں اور قلمی یاداشتوں کے خزانوں کو سب کے لئے وقف عام کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کے فاضل تلامذہ نے ''ردمرزائیت'' پر عظیم الشان اردو وعربی کتابیں لکھیں۔ دراں حالے کہ آپ نہ کسی سے جزا کے طالب تھے اور نہ شکر یئے کے۔ بلکہ یہ سب کچھ محض رضائے الٰہی کے لئے تھا۔ آپ کا دروازہ ہر مستفید کے لئے کھلا تھا اور آپ کے علمی خزانے ہر طالب کیلئے وقف تھے۔ اس تاریک فتنہ کی مضرت کے احساس سے آپ کا ذکی اور حساس قلب مبارک بیتاب رہتا تھا اور حریم دین کی حفاظت میں اہل علم کی غفلت کوشی پر آپ کی پاکیزہ روح درد وکرب میں مبتلا رہتی تھی۔ بسااوقات آپ پر ان افکار کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتے۔ آپ کی تمنا بس یہی تھی کہ کسی طرح حق کا جھنڈا سر بلند ہو اور نشان باطل سرنگوں ہو۔

اس لئے میں چاہتا ہوں کہ قارئین کے لئے امام العصر کی حیات طیبہ کا اجمالی خاکہ پیش

کروں۔اس کے بعد آپ کی تصنیف عقیدۃ الاسلام کے خصائص پر قدرے روشنی ڈالوں۔

نام ونسب

الشیخ الامام محدث کبیر محقق زمان امام العصر محمد انور شاہ بن شیخ معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔آپ کا سلسلہ نسب شیخ مسعود نروریؒ سے جاملتا ہے۔آپ کے اسلاف بغداد سے ملتان آئے۔وہاں سے لاہور اور پھر لاہور سے کشمیر منتقل ہوئے اور خطہ کشمیر ان کی اولاد کا وطن مالوف بن گیا۔گویا عربی شاعر کی زبان میں:

فالقیٰ عصا واستقربی النوی
کما قر عینا بالایاب المسافر

''پس اس نے ڈیرے ڈال دئے اور مسلسل سفر سے سکون وقرار پالیا۔جیسا کہ وطن کی واپسی سے مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔''

ولادت مبارکہ اور نشوونما

آپ کی ولادت ۲۷رشوال المکرّم ۱۲۹۲ھ کو بروز ہفتہ بارہ مولا (کشمیر) میں ہوئی۔ والد ماجد نہایت متقی عالم اور سلسلہ سہروردیہ کے صاحب نسبت شیخ تھے۔یہ سلسلہ ان کے خاندان میں پشت در پشت چلا آتا تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ بھی بڑی نیک بخت اور عبادت گذار خاتون تھیں۔آپ نے ان دونوں نیک ونکوکار ہستیوں کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔آپ کی صغر سنی میں والد ماجد نماز تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو آپ کو اٹھا کر اپنے پہلو میں بٹھا لیتے اور خود نماز میں مشغول ہو جاتے۔

یوں بچپن ہی سے آپ پر برکات کا نزول ہوتا اور دعوات صالحہ آپ کا احاطہ کرتیں۔ ایسے علم وصلاح کے گھرانے میں ایسی خاص نگہداشت اور عجیب تربیت کی آغوش میں آپ کی نشوونما ہوئی۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔پھر اپنے قصبہ کے دوسرے علماء سے۔پھر خطۂ کشمیر کے مشاہیر سے۔پھر کشمیر سے ملحقہ علاقہ ضلع ہزارہ کی طرف تعلیمی سفر کیا۔پھر برصغیر ہندوپاکستان کے سب سے بڑے علمی مرکز ''دارالعلوم دیوبند'' تشریف لے گئے جو اس وقت کے فاضل ترین علماء واتقیاء کا مرکز تھا۔جسے بلا مبالغہ ہندوستان کا قرطبہ اور ازہر کہا جا سکتا ہے۔وہاں سے ۱۳۱۴ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔جبکہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ وفور علم، وسعت

نظر، بے نظیر حافظ اور ورع وتقویٰ کے اعتبار سے ''مشار الیہ'' تھے۔

میں نے ۱۳۴۷ھ میں سفر کشمیر کے دوران آپ کے والد ماجد کی زبان مبارک سے آپ کے ابتدائی تعلیمی حالات سنے۔ انہوں نے فرمایا کہ مولوی محمد انور قدوری کے سبق میں مجھ سے ایسے سوال کیا کرتے تھے جن کا جواب دینے کے لئے مجھے ہدایہ کے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی تھی۔ پھر میں نے ان کا سبق فلاں عالم کے سپرد کر دیا تو انہوں نے بھی یہی شکایت کی کہ یہ صاحبزادے سوال بہت کرتے ہیں۔ حالانکہ اوقات درس کے علاوہ آپ بالکل ساکت وصامت رہا کرتے تھے۔ کھیل کود کی رغبت جو عموماً اس عمر کے بچوں میں پائی جاتی ہے وہ آپ کے اندر قطعاً نہ تھی۔

نیز والد ماجد فرماتے تھے میں ان کو ایک عارف کامل، مستجاب الدعوات بزرگ کی خدمت میں لے گیا۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ: ''یہ لڑکا اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم ہوگا۔''

نیز والد ماجد فرماتے تھے کہ: ''ہمارے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم نے درسی کتابوں پر مولانا انور شاہؒ کے حواشی جو کتاب پڑھتے وقت بچپن میں لکھے تھے۔ دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ صاحبزادہ غزالیٔ عصر اور رازیٔ دہر ہوگا۔''

میں نے خود حضرت امام العصرؒ کی زبان مبارک سے سنا۔ فرماتے تھے کہ: ''میں نے فارسی کی تمام درسی کتابیں جو اس وقت مروج تھیں۔ پانچ سال میں پڑھیں اور علوم عربیہ کی تعلیم میں پانچ سال مشغول رہا۔''

اس لحاظ سے آپ کی طالب علمی کی مدت دس سال سے زائد نہیں ہوتی۔ آپ کے شاگرد عزیز اور رفیق خاص مولانا مشیت اللہ بجنوریؒ نے مجھے بتلایا کہ حضرت الاستاذ (طالب علمی کے زمانہ میں) صرف جمعہ کی رات کو بستر پر سویا کرتے تھے۔ ورنہ اس کے علاوہ ہفتے کی باقی راتوں میں مطالعہ کتب میں مصروف رہتے اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔

میں نے خود حضرت الاستاذ کی زبان مبارک سے سنا کہ: ''جس سال حضرت الاستاذ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے یہاں میرا بخاری شریف کا درس شروع ہونے والا تھا۔ اس سال میں نے رمضان المبارک میں پوری عمدۃ القاری شرح بخاری کا مطالعہ کر لیا تھا اور کتاب شروع ہونے کے بعد بخاری شریف کے ساتھ ساتھ فتح الباری شرح بخاری کا مطالعہ سبقاً سبقاً کیا کرتا تھا۔ بعض اوقات پوری جلد کا مطالعہ ایک رات میں کرنا ہوتا۔ اسی سال میں ایک مرتبہ ۷ دن بیمار رہا جس کی وجہ سے شریک درس تو نہ ہو سکا۔ مگر فتح الباری کا مطالعہ جاری رہا۔ اٹھارویں دن جب سبق میں

حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا درس ابھی تک وہاں نہیں پہنچا ہے جہاں تک میں صحیح بخاری اور فتح الباری کا مطالعہ کر چکا ہوں۔''

نیز فرماتے تھے کہ: ''میں نے حضرت شیخ الہندؒ سے ہدایہ اخرین، صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پڑھیں اور حضرت مولانا محمد اسحاق کشمیریؒ ثم مدنی (م: ۱۳۲۲ھ) سے صحیح مسلم، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ پڑھی ہیں۔''

راقم الحروف (حضرت بنوریؒ) نے آپ کے مآثر علمی اور نقوش زندگی پر ایک مستقل کتاب ''نفحة العنبر فی حياة الشيخ الانور'' کے نام سے لکھی ہے۔ نیز کچھ سوانح زندگی اور درسی خصوصیات کا تذکرہ مقدمہ فیض الباری اور مقدمہ مشکلات القرآن میں کیا ہے۔ یہاں چند مختصر اشارات پر قناعت کروں گا۔

اعمال واشغال

آپ طبعاً گمنامی کو پسند فرماتے تھے۔ فطری ذوق یہی تھا کہ کسی سے جان پہچان نہ ہو۔ بس ہمہ وقت مصروف مطالعہ رہا کریں۔ لیکن قدرت آپ کو کسی بڑے کام کے لئے تیار کر رہی تھی۔ سب سے پہلے آپ کے رفیق خاص مولانا امین الدین دہلویؒ نے آپ کو دعوت دی کہ دہلی میں ایک دینی مدرسہ کے قیام کے سلسلہ میں آپ میری مدد کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کی دعوت قبول فرمائی اور مدرسہ کی تاسیس میں ان کی امداد فرمائی۔ مدرسہ کا نام مدرسہ امینیہ رکھا گیا جو اپنے بااخلاص بانیوں کے خلوص اور للہیت کی برکت سے آج تک دہلی میں علم وہدایت کی شمع فروزاں ہے۔ آپ نے خود از راہ اخلاص وایثار اس مدرسہ کو سب سے پہلے دس روپے چندہ دیا اور آپ ہی اس کے پہلے صدر مدرس ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ کو وطن مالوف (کشمیر) جانا پڑا۔ وہاں بھی برابر عوام کی اصلاح میں مشغول رہے۔ وعظ وتذکیر کے ذریعہ اصلاح معاشرت، تصحیح عقائد اور اصلاح بدعات ورسوم کے سلسلہ میں بڑی محنت برداشت فرمائی۔ ایک ایک بستی میں جاتے۔ فصیح کشمیری زبان میں وعظ وتلقین فرماتے۔ لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سے اس قدر متاثر ہوتے کہ وعظ سن کر بے تحاشا روتے اور بداعمالیوں سے تائب ہوتے۔ بالآخر بستی بارہ مولا میں ''فیض عام'' کے نام سے ایک دینی مدرسے کی بنیاد ڈالی جس سے وہاں کے بہت سے لوگوں خصوصاً اہل علم کی اصلاح ہوئی۔

سفر حج

۱۳۲۳ھ میں بغرض حج وزیارت حجاز مقدس کا سفر کیا۔ وہاں چند ماہ قیام رہا۔ کتب

خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مکتبہ محمودیہ اور دوسرے کتب خانوں کی بہت سی نایاب اور غیر مطبوعہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ علاوہ ازیں اس سفر میں اس زمانے کے باکمال اہل علم وفضل سے بکثرت ملاقاتیں میسر آئیں اور علمی مذاکرات میں آپ کے وفور علم، فضل وشرف اور عبقریت کا ظہور رہوا۔ جن حضرات سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں ان میں سلطنت عثمانیہ کے عالم کبیر شیخ حسین بن محمد طرابلسیؒ مصنف رسالہ حمیدیہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

سفر حرمین سے واپسی

حرمین شریفین کے انوار وبرکات سے استفادہ کے بعد مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور چند سال خطہ کشمیر میں درس وتدریس میں مشغول رہے اور علماء کرام کو درس وافتاء سے مستفید فرمایا۔ تین سال تک ماہرین فقہ وقضاء کی ''جدید فقہی مسائل'' میں راہنمائی فرمائی اور وہ اختلافی مسائل جو ارباب فتویٰ کے درمیان محل نزاع چلے آرہے تھے ان کے بارے میں فیصلہ کن فتوے دیئے جو بالاتفاق تسلیم کئے گئے اور عجیب بات یہ کہ اس سہ سالہ مدت فتویٰ نویسی میں آپ کو فقہ فتاویٰ کی کسی کتاب کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ (خارق عادت حافظہ کی مدد سے ضخیم فقہی کتب کے حوالے پیش فرماتے جو کتاب سے ملانے کے بعد بالکل صحیح نکلتے۔ بسا اوقات مطبوعہ کتب میں کتابت یا نقل کی اغلاط کی نشاندہی بھی فرماتے) یہ بات میں نے خود حضرت الاستاذؒ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔

ہجرت حجاز کا قصد اور دیوبند میں قیام

پھر دیار حبیب ﷺ کے اشتیاق میں وطن مالوف کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے اور حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے کا عزم فرمایا اور کشمیر سے حجاز جاتے ہوئے اثنائے سفر میں اپنے شیخ کبیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی زیارت کے لئے دیوبند حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو قصد ہجرت کا علم ہوا۔ انہوں نے محسوس فرمایا کہ سرزمین ہند اور مرکز علوم دارالعلوم دیوبند آپ کے علمی فیضان کے زیادہ مستحق ہیں اور یہ بنجر علاقے آپ کی باران علوم ومعارف کے لئے بے حد تشنہ ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ نے آپ پر زور دیا کہ ہجرت کا ارادہ ترک کردیں اور دیوبند میں مستقل قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ سے زاد سفر لے کر کسی دوسرے صاحب کو حج وزیارت کے لئے تیار کردیا۔ یہ واقعہ بھی میں نے حضرت الاستاذ نور اللہ مرقدہ سے سنا۔

صدارت دارالعلوم دیوبند

حضرت شیخ الہندؒ کے اصرار پر آپ دیوبند کے قیام پر آمادہ ہوگئے اور اسی سال

دارالعلوم دیوبند میں استاد حدیث مقرر ہوئے اور جب ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے خاص نصب العین کے تحت سفر حرمین شریفین کا قصد فرمایا تو اپنی جگہ حضرت الاستاذ (مولانا انور شاہؒ) کو صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے منصب پر متعین فرمادیا۔ آپ صحاح ستہ اور امہات کتب حدیث کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ اس وقت سرزمین ہند میں آپ ہی کی ذات سند وقت تھی۔ ملک کے اطراف واکناف میں آپ کا علمی غلغلہ بلند ہوا اور آپ کی بارگاہ اہل علم اور طالبان علوم نبوت کا مرجع بن گئی۔ دارالعلوم میں آپ کا سراپا علمی وجود، طریقہ تدریس کی اصلاح وتجدید اور دقیق مسائل کے تجزیہ وتحلیل کا سبب بنا۔ آپ کے وفور علم وسعت نظر اور کثرت معلومات کا سمندر ساحل دارالعلوم سے اچھل اچھل کر اطراف واکناف کے ہر تشنہ اور خشک خطے کو سیراب کرنے اور تشنگان علوم نبوت کی پیاس بجھانے لگا۔ سماحت نفس، کمال اخلاص اور جذبہ فیض رسانی کا یہ حال تھا کہ آپ اپنی قلمی یادداشتیں جو مطالعہ کتب کے دوران مرتب فرمالیا کرتے تھے اور جو گرانقدر علمی ذخائر اور نفیس خزائن پر مشتمل ہوتی تھیں اور جنہیں عام طور پر اہل علم کے حلقے میں بلا مبالغہ جان سے زیادہ عزیز سمجھا جاتا ہے۔ مانگنے پر بڑی فیاضی اور کشادہ دلی سے دیدیا کرتے تھے۔

ڈابھیل میں جامعہ اسلامیہ اور مجلس علمی کی تاسیس

۱۳۴۶ھ میں بعض وجوہ کی بنا پر جن کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں آپ دارالعلوم دیوبند کی صدارت سے سبکدوش ہوگئے اور ملک کے ہر گوشہ سے با اخلاص ارادت مندوں کی جانب سے آپ کو اپنے یہاں لے جانے کی دعوت دی گئی۔ بالآخر آپ قصبہ ڈابھیل جو سورت کے قریب بمبئی کے علاقے میں واقع ہے تشریف لے جانے پر مجبور ہوگئے۔ وہاں آپ کے وجود مسعود کی برکت سے ایک عظیم الشان دینی مدرسہ "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے اور ایک ادارہ نشر واشاعت مجلس علمی کے نام سے قائم ہوا۔ موخر الذکر ادارہ مختلف موضوعات پر بڑی بلند پایہ کتابیں شائع کر چکا ہے۔ وہاں آپ کی حیات طیبہ کے شب وروز درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تذکر وتلقین اور وعظ وارشاد میں گزرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے علوم ومعارف کے انوار سے یہ علاقے بھی منور ہوگئے اور علم وعمل اور سنت وحدیث کا رواج عام ہوگیا۔ علاوہ ازیں آپ کی بدولت حق جل شانہ نے وہاں کے بہت بڑے طبقے کی اصلاح فرمادی۔

آپ پر رقت کا بڑا غلبہ تھا۔ درس ووعظ کے دوران بے اختیار گریہ طاری ہو جاتا اور خوب روتے اور رلاتے۔ اسی طرح حیات مبارکہ کے آخری حصے میں حقائق الٰہیہ سے شغف بہت بڑھ گیا تھا۔ مجلس درس اور مجلس وعظ کے علاوہ عام مجلسی گفتگو میں بھی حقیقت تجلی، برزخی حالات اور

دیگر حقائق کی شرح میں عجیب وغریب علوم ومعارف بیان فرماتے تھے۔آخر وقت موعود آپہنچا اور صفر ۱۳۵۲ھ میں بمقام دیوبند رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ رحمه الله رحمة الابرار الصالحين ورضى عنه وارضاه وجعل الجنة منقلبه ومثواه!

جامع کمالات

حق تعالیٰ نے نسبی سیادت اور خاندانی مجد وشرف کے ساتھ آپ میں بہت سے خصائص وکمالات جمع کر دیئے تھے۔ چنانچہ نیک سرشت والدین کے سایہ شفقت میں تربیت پائی۔ وادی کشمیر جیسے معتدل ترین خطہ کی پاکیزہ فضا اور صاف ستھری آب وہوا میں نشوونما ہوا۔ فطرتاً پاک طینت اور ذکی طبیعت نصیب ہوئی۔ دعائے بزرگان کی برکات سے فیض یاب ہوئے۔ دائمی توفیق شامل حال رہی۔ صحت اتنی عمدہ تھی کہ نہ کبھی گرانی کا احساس ہوتا نہ تھکاوٹ کا۔ مسلسل انتھک محنت کی عادت۔ فوق العادت حافظہ، عقل سلیم فہم مستقیم اور اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت اور ارباب علم وفضل سے استفادہ کی نعمتیں آپ کو میسر آئیں۔

مشیت ازلیہ کا فیصلہ یہی تھا کہ آپ علم وعمل، دین وعبادت، ورع وتقویٰ، فقہ وحدیث، ادب وتاریخ اور کلام وفلسفہ میں اپنے دور کے تمام فضلاء سے سبقت لے جائیں۔ علمی مشکلات کے حل میں غوطہ زنی دقیق مباحث کی تحقیق، شبانہ روز مطالعہ، دائمی غور وفکر اور طویل سکوت آپ کا شعار زندگی تھا۔ جب کسی غامض اور مشکل مسئلہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا جاتا تو آپ کا حسین چہرہ بجلی کی طرح چمک اٹھتا۔ آپ سیل رواں کی طرح بہتے اور موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگتے۔ حق تعالیٰ نے ''نورِ تقویٰ'' کے ساتھ جمال خَلق اور کمال خُلق بھی نصیب فرمایا تھا۔ چہرہ انور سے انوار کی شعائیں پھوٹتی تھیں۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خارق عادت علمی تبحر کے ساتھ ساتھ جمال صورت، کمال سیرت اور حسن خلق کے تمام ظاہری وباطنی محاسن بھی آپ میں جمع کر دیئے تھے۔ اس لئے آپ کی شخصیت بیک وقت نور افزائے دیدہ ودل تھی۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کے زمانہ میں آسمان کی نیلی چھت کے نیچے کوئی شخص علم وفضل اور خصال حمیدہ کی جامعیت میں آپ سے فائق نہیں تھا۔

امام العصرؒ اکابر معاصرین کی نظر میں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میرے نزدیک امت اسلامیہ میں حضرت مولانا محمد انور شاہؒ کا وجود اسلام کی حقانیت وصداقت کا زندہ معجزہ ہے۔ اگر دین اسلام میں ذرا بھی کجی یا خامی ہوتی تو مولانا انور شاہؒ کبھی اسلام پر قائم نہ رہتے۔''

حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد سب سے پہلے میں نے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے سنا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ سے۔ پھر مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ عثمانی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ: ''مولانا محمد انور شاہؒ صاحب سطح زمین پر چلتا پھرتا اور بولتا چالتا زندہ کتب خانہ ہیں۔''[1]

نیز موصوف نے آپ کے بارے میں درج ذیل القاب تحریر فرمائے: ''شیخ، ثقہ، ورع، تقی، حافظ حجۃ، محدث، علوم عقلیہ ونقلیہ میں بحر بیکراں، غامض ومہم مسائل علمیہ میں تحقیق کا علم بلند کرنے والے۔''

حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے فرمایا کہ: ''مرحوم کی مثال اس سمندر جیسی ہے جس کی اوپر کی سطح ساکن ہو اور اندر کی گہرائیاں گرانقدر موتیوں سے معمور ہوں۔''

شیخ الاسلام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمدؒ عثمانی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ: ''فقید المثیل، عدیم العدیل، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، بحر مواج، سراج وہاج[2]، جس کی مثال نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ خود آپ نے اپنی نظیر دیکھی۔''

---

[1] حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ مجھے جب کسی فقہی مسئلے میں اشکال پیش آتا ہے تو دارالعلوم کے عظیم کتب خانہ میں کتابوں کا تتبع استقراء بالغ کے ساتھ کرتا ہوں۔ اگر کسی کتاب میں وہ مسئلہ مل جائے فبھا۔ ورنہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے مراجعت کرتا ہوں۔ اگر وہ بیان فرما کر کسی کتاب کا حوالہ دیں تو خیر، لیکن اگر یہ فرمادیں کہ: ''کہیں نظر سے نہیں گزرا۔'' تو یقین کر لیتا ہوں کہ اب یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔ اس لئے کتابوں میں اس کی تلاش بے سود ہے۔ (نفحۃ العنبر ص ۱۹۵)

[2] لطیفہ عجیبہ: اصل عربی جملہ یوں ہے کہ: ''لم تر العیون مثلہ ولم یرھو مثل نفسہ'' یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ جملہ جن جن اکابر کے حق میں کہا گیا۔ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ چنانچہ:

☆......سب سے پہلے یہ جملہ شیخ عثمان بن سعید دارمیؒ کے بارے میں ابوالفضل الفرات نے کہا اور بجا طور پر ان پر صادق آیا۔

☆......پھر امام ابوالقاسم قشیریؒ (م: ۴۶۵ھ) کے حق میں کہا گیا۔ چنانچہ وہ علم ظاہر وباطن، ورع وتقویٰ اور معارف شرعیہ وحقائق کونیہ کے جامع ترین شخص تھے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: ''میں تو کیا چیز ہوں۔ اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مصر ناقدین بھی مرحوم کو آیۃ من آیات اللہ !اور حجۃ اللہ علی العالمین فی زمانہ ! سمجھتے رہے ہیں۔''

حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ تلمیذ رشید حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ: ''حبر کامل ،محقق ،مدقق ،فخر الاقران وابناء الزمان''

امام المناظرین حضرت مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ: ''شیخ الاسلام والمسلمین ، مجمع بحور الدنیا والدین''

استاذ کبیر شیخ محمد زاہد کوثریؒ ''تانیب الخطیب'' میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ: ''العلامہ ،الحبر البحر ،محمد انور شاہ کشمیریؒ۔''

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

☆..... پھر حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ (م:۵۰۵ھ) کے حق میں یہ جملہ کہا گیا۔ بلاشبہ وہ اپنے دور کی بے نظیر شخصیت تھے۔

☆..... پھر امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی صاحب ''المغنی'' (م:۶۸۲) کے بارے میں شیخ ابن حاجب مالکیؒ نے یہ جملہ کہا اور صحیح کہا۔

☆..... پھر شیخ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ (م:۷۰۶ھ) کے حق میں امام ابن سید الناسؒ نے یہ جملہ کہا اور بقول شاہ عبد العزیزؒ محدث دہلوی ''عہد صحابہؓ سے لے کر ان کے دور تک معانی حدیث کے بیان اور استخراج فوائد میں ان جیسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ صرف ایک حدیث سے چار سو فوائد مستنبط فرمائے۔''

☆..... پھر یہی جملہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی (م:۷۲۸ھ) کے بارے میں کہا گیا اور بلاشبہ متعدد کمالات کے اعتبار سے وہ بے نظیر تھے۔

☆..... پھر حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے اپنے استاذ محترم حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م:۷۴۲ھ) کے بارے میں یہ جملہ کہا اور واقعی وہ علوم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے۔

☆..... پھر حافظ الدنیا شہاب الدین ابن حجر عسقلانی (م:۸۵۲ھ) کے بارے میں یہی جملہ کہا گیا اور بلاشک وہ وسعت اطلاع، معرفت رجال، ملکہ تصنیف اور شعر و عربیت وغیرہ بہت سے کمالات میں یکتائے زمانہ تھے۔

(هذا ملخص من نفحة العنبر ص۱۹۱، ۱۹۳) مترجم!

متکلم عصر، شیخ الاسلام مصطفیٰ صبریؒ ترکی نزیل قاہرہ اپنی تالیف العلم والعقل والدین !(ص ۲۳۷ ج ۳) میں لکھتے ہیں کہ: میں نے ہندوستان کے عالم کبیر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف مرقاۃ الطارم (علی حدوث العالم) کا مطالعہ کیا (اصل مسئلہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں) مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہم دونوں کی رائے (اس مسئلہ میں) متفق ہے۔''

شیخ مصطفیٰ صبریؒ جن دنوں مصر جدید میں اپنے دولت خانہ میں مقیم تھے میں نے ان کی خدمت میں مرقاۃ الطارم کا نسخہ پیش کیا۔ مطالعہ کے بعد فرمایا کہ: ''میرا خیال نہیں تھا کہ ہندوستان کی سرزمین میں بھی ایسا محقق پیدا ہو سکتا ہے۔ (صدر شیرازی کی کتاب اسفار اربعہ سامنے رکھی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میں اس رسالہ مرقاۃ الطارم کو اس کتاب اسفار اربعہ سے بہتر سمجھتا ہوں۔''

میں ۱۳۵۷ھ میں شیخ کوثریؒ کے دولت خانہ العباسیہ قاہرہ میں حاضر تھا۔ شیخ کوثریؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ: ''احادیث نبویہ کے تحت نادر ابحاث کے اٹھانے میں شیخ ابن ہمامؒ کے بعد مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ جیسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ: یہ پانچ چھ صدیوں کا وقفہ کوئی معمولی مدت نہیں ہے۔''

آپ کے استاذ شیخ کبیر حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ نے سند اجازت میں لکھا ہے کہ: ''قد اعطی فهماً ثاقباً ورأياً صائباً وطبيعة زكية واخلاقاً مرضية ،''
''مولانا محمد انور شاہؒ کو فہم ثاقب، رائے صائب، طبیعت زکیہ اور اخلاق مرضیہ عطا کئے گئے ہیں۔''

علامہ، فقیہ، محدث مولانا محمد سجاد بہاریؒ نے آپ کا تذکرہ ان الفاظ سے فرمایا: ''علامہ دہر، فہامۂ عصر، فقیہ زماں، محدث دوراں، روایت میں ثقہ واریت میں حجت، علماء کے شیخ۔''

شیخ حسین بن محمد طرابلسیؒ سے مدینہ منورہ میں آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت آپ جوان عمر تھے اور ابھی تک آپ کے علم وفضل کا عام چرچا بھی نہیں ہوا تھا۔ مگر اس وقت بھی شیخ طرابلسیؒ نے آپ کو ''الشیخ الفاضل'' کے خطاب سے یاد کیا تھا۔

الحاصل آپ کے ہم عصر مشائخ اور طبقہ مشائخ کے اکابر کی جانب سے آپ کے کمالات کا اعتراف ایسے الفاظ سے کیا جانا جن کا کچھ حصہ ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔ اس امر کی

بین دلیل ہے کہ آپ علم وعمل اور فضل وکمال کے جس بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کے ہمعصر اہل علم وفضل وہاں تک رسائی پانے سے قاصر تھے۔ آپ کی شخصیت ان چیدہ جہابذہ واساطین امت کی نظیر تھی۔ جن کی مثال صدیوں بعد دیکھنے میں آتی ہے۔

آپ کے بارے میں مختصراً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ: ''آپ کی نادر شخصیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے گوناگوں کمالات جمع کر دیئے تھے۔ جمال صورت، حسن سیرت، پاکیزگی عادات، ورع وزہد، تقویٰ وطہارت، صبر وعزیمت، تربیت صالحہ، حیات طیبہ، جامعیت علوم، روایت ودرایت، بصیرت نافذہ، رات دن مطالعہ کا شغف، خارق عادت حافظہ، ہر چیز میں تحقیق وتدقیق کا عشق، سعی مسلسل کی توفیق جس میں نہ تنگ دلی کا نام تھا۔ نہ تھکن کا احساس، نہ گرانی طبع کا شائبہ تھا، نہ تعب ومشقت کی پروا۔ باکمال اساتذہ سے تلمذ، علماء، صلحاء، عرفائے ربانیین سے گہرے روابط۔ یہ تمام امور بیک وقت اسی شخص میں جمع ہوسکتے ہیں جس کے حق میں مشیت ازلیہ کا قطعی فیصلہ ہو کہ اسے امت کا امام اور مقتدیٰ بنایا جائے اور اس کی شان وہی ہو جو عربی شاعر نے بیان کی ہے:

لکل زمان واحد یقتدی به

وهذا زمان انت لا شك واحد

''ہر زمانے میں ایک منفرد شخصیت ایسی ہوتی ہے جس کی سبھی اقتداء کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس دور میں آپ ہی وہ منفرد شخصیت ہیں۔''

آپ کی تصنیفات پر ایک نظر

تصنیف وتالیف کا شغل آپ کا طبعی ذوق نہیں تھا۔ عادت مبارکہ یہ تھی کہ مطالعہ کے دوران متفرق افکار اور قیمتی نقول جو نظر سے گذرتے انہیں مختلف یادداشتوں (نوٹ بکوں) میں اشارے کے طور پر درج فرمالیا کرتے تھے۔ البتہ جب کسی خاص بحث کی تحقیق، کسی دینی مسئلہ کی وضاحت، کسی علمی نزاع کے حل یا کسی ایسے گوشے کی نقاب کشائی کے لئے جو عام طور سے اہل علم کی نظر سے مخفی ہو۔ آپ کسی خاص موضوع پر تالیف کے لئے مجبور ہی ہو جاتے تو اس کے لئے قلم اٹھاتے تھے۔ آپ کی تمام تصنیفات اسی اصول کے ذیل میں آتی ہیں۔ یہاں اس کی وضاحت کا موقع نہیں۔ میں نے اس کی قدرے وضاحت اپنی عربی تالیف ''نفحته العنبر فی حیاة

الشیخ الانور '' [1] میں نیز اپنے اردو مقالہ مشمولہ ''حیات انورؒ'' میں کردی ہے۔

قادیانیت ایک سازش

مرزا غلام احمد قادیانی نے قصبہ قادیان ضلع گرداسپور (مشرقی پنجاب) میں فتنہ قادیانیت کی بنیاد ڈالی۔ مرزائے قادیان نے اپنے دعاوی [2] میں تدریجی رفتار ملحوظ رکھی۔ چنانچہ پہلے ''مجددیت'' کا دعویٰ کیا، پھر ''مثیل مسیح'' ہونے کا پھر ''مہدویت'' کا پھر (جب ان دعاوی میں کامیابی نظر آئی تو) ایک قدم اور آگے بڑھایا اور دعویٰ کیا کہ میں وہی ''مسیح موعود'' [3] ہوں جنہیں آسمان سے نازل ہونا تھا۔ اس کے بعد ''غیر تشریعی نبی'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر صاحب شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی وحی کو قرآن کی مثل بتلایا۔ نسخ جہاد اور نسخ حج کا اعلان کیا۔ برطانوی سامراج کے بارے میں دعویٰ کیا کہ وہ زمانہ میں ''ظل اللہ'' ہے۔ مرزا قادیانی قرآن مجید کی آیات کو بڑی جرأت سے اپنی ذات پر منطبق کیا کرتے۔ باطنیہ اور زنادقہ کی طرح ان کی عجیب وغریب تاویلیں کیا کرتے اور ٹھیک ''فرقہ بہائیہ'' اور ''بابیہ'' جیسے ملعون فرقوں کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

---

[1] نفحة العنبر من هدی الشیخ الانور امام العصرؒ کی حیات طیبہ پر شیخ بنوریؒ کی بہترین تالیف ہے جسے ملاحظہ فرما کر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے مولانا بنوریؒ کو لکھا تھا: ''آپ نے نفحة العنبر لکھ کر حضرت شاہ صاحبؒ کی یاد تازہ کردی اور مشام جان کو معطر کردیا۔ حق یہ ہے کہ آپ نے ان کی بابرکات زندگی کے جن پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے اور جن خصوصیات کی طرف نہایت بلیغ اور معجز انداز میں اشارے کردیئے ہیں۔ میرے نزدیک اس سے آگے کچھ لکھنا ''سواد فی بیاض'' سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ یعنی بسط و تفصیل جس قدر چاہے کرلیجئے۔ خلاصہ اور مآل پھر یہی رہے گا۔'' یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں ''مجلس علمی'' کے زیر اہتمام چھپی تھی۔ اب تقریباً نایاب ہے۔ کاش حضرت مؤلف کی نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ سے دوبارہ شائع کرنے کی کسی صاحب ہمت کو توفیق ہو جائے۔ (الحمد اللہ! بعد میں دوبارہ شائع ہوگئی) مترجم!

[2] یہ مرزا قادیانی کے دعووں کا بہت مجمل تذکرہ ہے۔ اس موضوع پر ''دعاوی مرزا'' وغیرہ رسائل کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ مترجم!

[3] مرزا ''غلام احمد بن چراغ بی بی'' (مرزا قادیانی کی والدہ کا نام) کو سچ مچ ''عیسیٰ بن مریم'' بننے کے لئے ''میں ولد میں'' کا جو نظریہ ایجاد کرنا پڑا اور اس کے لئے جو رکیک تاویلیں کرنا پڑیں میرا خیال ہے کہ کسی سنجیدہ آدمی کے لئے کسی باوقار محفل میں اس کا تذکرہ بھی آسان نہیں۔ مترجم!

عوام الناس کو فریب دینے کے لئے مرزا قادیانی نے بعض ایسے مسائل میں بحث شروع کی جنہیں ان کے دعوائے نبوت سے کوئی دور کا علاقہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے:

''ابن مریم مر گیا حق کی قسم۔'' (ازالہ اوہام ص۷۶۴، خزائن ج۳ ص۵۱۳)

اور اب وہ آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔ اس مسئلہ سے متعلقہ احادیث صحیحہ متواترہ کی غلط اور مضحکہ خیز تاویلیں کرنا اور آیات قرآنیہ میں کھلی تحریف کرنا ان کا دلچسپ موضوع بن گیا۔ آیات واحادیث کو نہایت بے محل پڑھتا اور ان کی عجیب وغریب تاویلیں کرتا۔ اس طرح وہ بہت سے بیہودہ دعوے ہانکتا۔ فتنہ برپا کرتا اور کفر والحاد کی وادیوں میں بھٹکتا رہا۔ میں نے اس کی کچھ تفصیل ''نفحۃ العنبر'' میں ذکر کی ہے اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے بھی ''عقیدۃ الاسلام'' کے شروع میں خطبہ کتاب سے پہلے بطور مقدمہ اس کا ذکر کیا ہے۔

مرزا قادیانی کے اتباع واذناب کا ایک مختصر سا ٹولہ وجود میں آ گیا تھا۔ جو حکومت برطانیہ کے ''ظل حمایت'' میں پرورش پاتا رہا۔ اسلامی عقائد میں رخنہ اندازی اور مسلمانوں میں ''مذہبی انارکی'' پھیلانے کے لئے حکومت برطانیہ کو ان کے دعاوی اور خوش فہمیوں سے بہتر اور کیا حربہ ہاتھ آ سکتا تھا۔ چنانچہ حکومت نے اس فتنہ کو خوش آمدید کہا اور متعدد وسائل سے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اس کی حوصلہ افزائی کی۔ مختصر یہ کہ فتنہ قادیانیت گورنمنٹ برطانیہ کا ساختہ پرداختہ یا خود مرزا قادیانی کے الفاظ میں ''خود کاشتہ پودا''[۱] تھا۔ جو اسی کے ظل حمایت میں پھلا پھولا اور تدریج وترقی کے مراحل طے کرتا رہا۔ اس ملک میں کوئی اسلامی حکومت موجود نہ تھی جو اپنی شرعی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس فتنہ پر کاری ضرب لگاتی اور اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتی۔ (جیسا کہ اسلامی حکومتوں کے دور میں نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے ساتھ

۱؎ مرزا قادیانی نے برٹش گورنمنٹ کے حضور ''خاکسار مرزا غلام احمد'' کی جانب سے جو ''عرضی'' پیش کی تھی اس میں بڑے فخر سے اپنی جماعت کو ''گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا'' کے لقب سے یاد کیا۔ (درخواست نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر ص۱۳ ملحقہ کتاب البریہ، خزائن ج۱۳ ص۳۵۰)

نیز لکھتے ہیں کہ: ''اے بابرکت قیصرۂ ہند تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں جس پر تیری نگاہیں ہیں خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے جس پر تیرا ہاتھ ہے تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے۔''

(ستارہ قیصرہ ص۹، خزائن ج۱۵ ص۱۲۰)

یہی ہوتا رہا) ناچار علمائے کرام کو اپنی ذمہ داری پورا کرنے کے لئے میدان میں اترنا پڑا۔ چنانچہ ان حضرات نے حق واجب ادا کیا۔ دین اسلام کی حفاظت، مسلمانوں کے اسلامی عقائد کی حمایت اور فتنہ قادیانیت کے رد میں زبان وقلم سے جہاد یا اور مرزائے قادیان کے ایک ایک دعویٰ کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ یہاں تک کہ ہر موضوع اور ہر مسئلہ پر کتابوں کا اچھا ذخیرہ وجود میں آگیا۔

فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی میں امام العصرؒ کی خدمات

ہمارے شیخ امام العصرؒ کو اس آفت کبریٰ ''فتنہ مرزائیت'' نے بے چین کر رکھا تھا۔ آپ نے اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے کمر ہمت باندھی۔ خود بھی تقریر وتحریر کے میدان میں کود پڑے اور دوسرے اہل علم کو بھی متوجہ فرمایا اور ان کی ہمت افزائی کی۔ چنانچہ آپ کے علوم کے سیل رواں سے علم کی وادیاں بہنے لگیں۔

آپ نے اپنی تالیفات میں عمدہ ابحاث اور نادر تحقیقات کا بہترین ذخیرہ فراہم کردیا۔ آیات قرآنیہ کی تشریحات کے ضمن میں عربیت کے عجیب وغریب دقائق واسرار بیان فرمائے اور ایسی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے جو عام طور پر اہل علم کی دسترس سے بعید تھیں۔ رد قادیانیت پر احادیث مقدسہ کا ذخیرہ اس قدر حیرت انگیز طریق پر جمع کیا۔ جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح!

چنانچہ نزول مسیح علیہ السلام کے سلسلہ کی تمام احادیث ایک رسالہ میں جمع کردیں جسے ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' کے نام سے موسوم فرمایا۔ یہ اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے۔

اکفار الملحدین!

اسی طرح ایک کتاب اکفار الملحدین! کے نام سے مسئلہ تکفیر پر لکھی۔ جس میں ہر فن کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ ضخیم کتابوں سے ایک ہزار کے قریب آئمہ دین کی عبارتیں پیش کیں۔ بلاشبہ اس کتاب کی تالیف امت اسلامیہ پر آپ کا عظیم الشان احسان ہے۔ اس میں آپ نے مدارنجات اور مناط کفر وایمان کی خوب تحقیق فرمائی اور ان دقیق مسائل کو منقح کیا جن میں مدت دراز سے بڑے بڑے لوگوں کے لئے لغزش کا موقع تھا اور ان دقیق علمی مسائل کی تنقیح کے لئے آپ نے آیات، احادیث، آثار اور اکابر متقدمین ومتاخرین کی عبارات سے دلائل پیش کئے۔ اس

کتاب کو مرتب کرنے کے بعد آپ نے اسے اپنے دور کے اکابر امت اور محققین اہل علم کی خدمت میں تصدیق وتصویب کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ تمام اکابر نے اس کتاب پر تقریظیں لکھیں۔ بیحد تعریف فرمائی اور ان منقح تحقیقات میں آپ سے پورا پورا اتفاق کیا۔ اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ''مدار نجات'' اور ''مسئلہ تکفیر'' پر تمام علمائے کرام کا اتفاق رائے ہو جائے۔ اس کتاب میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ ''ضروریات دین کا انکار کرنا یا ان میں تاویل کرنا دونوں باتیں موجب کفر ہیں۔''

محققین علمائے امت کی تقریظات کے بعد یہ کتاب اس موضوع پر اجماعی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اکابر علماء سے تقریظ لکھوانے سے آپ کا یہی مقصد تھا۔ ورنہ حضرت امام العصر کی شخصیت مدح وثنا سے بالاتر تھی اور آپ کے ذوق سے یہ بات قطعاً بعید تھی کہ لوگ آپ کی کتاب کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہوں۔ آپ کے پیش نظر صرف یہی تھا کہ مسئلہ کفر وایمان پر تمام علمائے امت کا اتفاق ہو جائے۔ ان کی آراء وافکار جمع ہو جائیں اور ان لوگوں کی اصلاح ہو جائے جن کے لئے ان دشوار مسائل میں حق وباطل باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات میں محض ظن وتخمین سے نہیں کہتا بلکہ خود حضرت اقدس سے سن کر عرض کر رہا ہوں۔ قارئین کو یہ تاریخی حقائق ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ تاکہ انہیں اس کتاب کی قدر وقیمت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ بہر حال یہ کتاب اپنے موضوع پر بے حد جامع، مفید اور اہم کتاب ہے جس میں آپ نے ان تمام اشکالات کو صاف کر دیا ہے جن کا حل مدت سے مشکل سمجھا جاتا تھا۔

رسالہ شرح خاتم النبیین

ایک فارسی رسالہ آیت ''خاتم النبیین'' کی شرح میں تحریر فرمایا، جو آپ کے بلند پایہ افکار اور ان وہبی تحقیقات پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر نصیب فرمایا تھا لیکن یہ رسالہ بہت دقیق اور غامض ہے۔ (الحمد للہ! کہ اس رسالہ کے ترجمہ کی ناکارہ مترجم کو توفیق ہوئی۔ جس پر حضرت بنوریؒ نے وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے بارہا شائع کیا۔)

---

[1] الحمد للہ! امام العصر نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی استاذ حدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ بھی مجلس علمی کراچی کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔ مترجم!

عقیدۃ الاسلام اور تحیۃ الاسلام

عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر ایک نہایت اہم اور قیمتی کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' رکھا پھر اس پر تعلیقات اور حواشی کا اضافہ فرمایا اور ''تحیۃ الاسلام'' اس کا نام رکھا۔

اب یہ پانچ کتابیں ہوئیں جو آپ نے رد قادیانیت کے سلسلہ میں تحریر فرمائیں۔ میرے اس مقدمے کا موضوع اسی آخر الذکر کتاب عقیدۃ الاسلام اور اس کے حواشی کی اہمیت پر قدرے روشنی ڈالنا ہے۔

عقیدۃ الاسلام کا اصل موضوع

اس کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کا دوسرا نام حضرت شیخ نے ''حیاۃ المسیح بمتن القرآن والحدیث الصحیح'' بھی تجویز فرمایا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ: ''میری اس کتاب کا موضوع قرآن کریم کے دلائل سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنا ہے۔ احادیث و آثار محض آیات قرآنیہ کی وضاحت کے لئے لائے گئے ہیں۔ تمام احادیث اور روایات کو اس میں جمع کرنا مقصود نہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ بعض اہل علم کا یہ خیال صحیح نہیں کہ آپ نے اس کتاب میں تمام آیات و احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ روایات کا استقصاء تو آپ کی دوسری تالیف ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے۔ یہاں تو آپ کے پیش نظر ان آیات کریمہ کی تفسیر ہے جن کا حیات مسیح سے تعلق ہے۔

البتہ وسعت نظر اور وفور علم کی بناء پر عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی مسئلہ پر بحث فرماتے تو اس مقام سے متعلقہ تمام مواد عمدہ نقول اور نفیس ابحاث کو سمیٹتے چلے جاتے۔ عربیت و اسرار عربیت میں تو امام مجتہد تھے۔ اگر آپ کو ''علوم عربیت کا خلیل وسیبویہ'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کے اس علمی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے شاید یہ صحیح تر اور لطیف تر تعبیر ہوگی جو بہت سے اہل علم و فضل کی نظر سے اوجھل ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں علوم بلاغت، بدیع اور عربیت کے ان مسائل کو بیان فرمایا ہے۔ جنہیں دیکھ کر آپ کے تبحر، ذوق سلیم اور بیان حقائق میں آپ کے ملکۂ راسخہ سے انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ میں جب کبھی کسی بھی موضوع پر آپ کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں تو میری حیرت و تعجب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور میں دیر تک سراسیمہ ہو کر اس سوچ میں ڈوب جاتا ہوں کہ زیر بحث مسئلہ سے متعلقہ پورے کے پورے مواد کو آپ نے کیسے سمیٹ لیا

اور یہ عجیب وغریب نکات ایسے بعید مقامات سے کس طرح نکال لائے جن کے بارے میں کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہاں اس موضوع سے متعلقہ کوئی چیز مل سکے گی؟۔ اس موقع پر جی چاہتا ہے کہ عربی شاعر کا وہی شعر دہراوں جو حضرت امام غزالی پڑھا کرتے تھے:

ونــادتـنـی الاشــواق مهلا فهذه　　　منازل من تهوی رویدك فانزل

غـزلت لهم غزالاً رقیقا فلم اجد　　　لـغـزلـی نساجاً فکسرت مغزلی

﴿جذبات عشق نے مجھ سے پکار کر کہا ذرا ٹھہرو، منزل محبوب یہی ہے۔ میں نے ان کے لئے ایسا باریک سوت کاتا کہ مجھے اس سوت کے بننے والا نہ ملا۔ پس میں نے اپنا چرخہ توڑ ڈالا۔﴾

نیز مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے حق میں یہ شعر پڑھوں:

ولـو ان ثـوباً حیك من نسج تسعة　　　وعشـریـن حـرفاً من علاه قصیر

﴿اور اگر کوئی کپڑا ۲۹ حرفوں کی بناوٹ سے بنا جائے۔ وہ بھی آپ کی قامت سے کوتاہ ہوگا۔﴾

جس کسی ناقد بصیر محقق کو آپ کی کسی کتاب کے مطالعہ کا اتفاق ہوگا۔ وہ مجبور ہوگا کہ وہیں اپنی سواری ٹھہرا دے۔ اپنا عصا ڈال دے اور یہ کہے کہ:

فالقی عصاه واستقربه النوی　　　کـمـا قرّ عیناً بـالایاب المسافر

نیز وہ کہے گا:

هل غادرِ الشعراء من متردم　　　ام قـد عـرفـت الـدار بعد توهم

﴿کیا شاعروں نے کسی کھنڈر کو چھوڑا ہے (جس پر مرثیہ خوانی نہ کی ہو) یا میں نے منزل محبوب کو وہم وخیال کے بعد پہچانا ہے۔﴾

۱ محقق کوثریؒ مقالات (ص ۳۵۴) میں رقم طراز ہیں کہ: ''مولانا الحبر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' میں اہل حق کے عقیدہ (حیات عیسیٰ علیہ السلام) پر دلائل کتاب اللہ کے ہر پہلو کو بڑی شرح وتفصیل سے واضح کیا گیا ہے جو لوگ مزید دلائل معلوم کرنا چاہیں۔ اس کی مراجعت فرمائیں۔''

میں نے اس کتاب اور اس کے حواشی کے مآخذ شمار کئے تو صرف ان کتابوں کی تعداد تین سو نکلی جن سے براہ راست عبارتیں نقل کیں یا ان کے صفحات کا حوالہ دیا ہے اور اگر کوئی بحث محض ضمنی طور پر زیر بحث آجاتی ہے۔ اس میں بھی کتابوں کے حوالے اس کثرت سے ملیں گے۔

گویا آپ نے پوری عمر صرف اسی مسئلہ کی تحقیق میں صرف فرمائی ہو۔ اگر کہیں اناجیل اربعہ، عہد قدیم وعہد جدید اور ان کے شروح کمار ی وغیرہ سے یا کتب ردومناظرہ سے نقل کی نوبت آئی تو کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس کا تذکرہ یہاں نہ آگیا ہو اور کوئی دقیق نکتہ ایسا نہیں رہے گا جسے آپ نے ذکر نہ کر دیا ہو۔

پھر اس سے زیادہ حیران کن امر یہ ہے کہ اگر کسی موضوع سے متعلق کچھ عبارتیں کسی کتاب میں متفرق جگہ بکھری ہوئی ہوں۔ اس کے ضخیم مجلدات سے چن چن کر ان کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اور کسی کے لئے یہ گنجائش نہیں چھوڑتے کہ وہ اس کتاب سے اس مسئلہ پر کوئی مزید نقل پیش کر سکے۔ یہ وجدانی اور بستانی کی دائرۃ المعارف جیسی ضخیم کتابیں آپ کی نظر میں گویا ایک صفحہ ہے۔ آپ نے ان دونوں کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اور کسی موقع پر ان میں موضوع سے متعلق کوئی چیز موجود ہو تو اسے نقل کر دیتے ہیں یا ان کا حوالہ دے جاتے ہیں۔ یہ فتح الباری، فتوحات مکیہ اور اس قسم کی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ضخیم کتابوں میں موضوع سے متعلقہ کوئی چیز باقی نہیں چھوڑتے۔ پھر ایسی کتابوں سے بھی بہترین نقول لے آتے ہیں جنہیں بظاہر موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ حاصل یہ کہ ہر موضوع کے قریب وبعید مالہ وماعلیہ کو پوری طرح سمیٹ لیتے ہیں۔ یہ فوق العادت تبحر، بے مثال مہارت وفطانت، اور بیدار ذہنی، پھر یہ صبر آزما بحث وتفتیش، پھر یہ محیط حافظہ کہ جو چیز ایک دفعہ نظر سے گذر جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتی ہے۔ ان تمام امور سے آدمی حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ سبحان اللہ! حق تعالیٰ فضائل وکمالات عطا کرنے والے ہیں۔ جسے چاہیں اپنی رحمت سے نواز دیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم!

پھر (بے نفسی کا یہ حال ہے کہ) اگر کسی ہم عصر نے کوئی بات لکھی ہو تو اسے نقل فرماتے ہیں یا اس کا حوالہ دیتے ہیں اور پوری فراخ دلی سے اس کی تعریف فرماتے ہیں۔ اس میں ذرا بخل واخفاء سے کام نہیں لیتے۔ اگر ان تمام امور کی مثالیں پیش کی جائیں تو بحث طویل ہو جائے گی۔ یوں بھی کتاب بہ صاحب نظر کے سامنے ہے جو بھی فکر صحیح سے غور کرے گا۔ وہ ان معروضات کی تصدیق کرے گا۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی حواشی تفسیریہ میں لکھتے ہیں کہ:

''میں اہل علم کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید النظیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (اطال اللہ بقاءہ) نے اپنے رسالہ عقیدۃ الاسلام میں جو علمی لعل وجواہر ودیعت کئے ہیں۔ ان سے متمتع ہونے کی ہمت فرمائیں میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس

موضوع پر نہیں لکھی گئی۔''　　　　　　(حاشیہ ترجمہ قرآن مجید از شیخ الہندؒ)

اور فتح الملہم شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ: ''شیخ علامہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام میں معنی توفی کی تحقیق اور حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ تمام مباحث کی اس قدر تفصیل فرمائی ہے جس پر اضافہ ممکن نہیں۔ اہل علم اس کی مراجعت کریں۔''

(ص ۳۰۲ ج ۱)

شیخ محقق محمد زاہد کوثریؒ اس کتاب کے، نیز التصریح بماتواتر فی نزول المسیح کے بے حد مداح تھے۔ میں نے یہ دونوں کتابیں ان کی خدمت میں پیش کی تھیں۔ التصریح ان سے کہیں گم ہوگئی تو قاہرہ سے مجھے خط لکھا۔ میں ان دنوں بمبئی کے علاقے میں قیام پذیر تھا۔ چنانچہ دوبارہ بذریعہ ڈاک ان کی خدمت میں بھیجی گئی۔

شیخ کوثریؒ مقالات (ص ۳۵۵) میں لکھتے ہیں کہ: ''مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیری نوراللہ مرقدہ کی کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح! میں ستر مرفوع احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ جن میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہے۔''

نیز مقالات (ص ۳۵۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اللہ سبحانہ علامہ فقیہ اسلام محدث مجاہد شیخ محمد انور کشمیریؒ کو جنت کے بالا خانوں میں بلند مراتب عطا فرمائے اور انہیں حریم دین کی حفاظت کرنے والوں کے شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے اپنے پرزور اور قطعی دلائل سے قادیانیت کا قلع قمع کیا اور متعدد زبانوں میں رد قادیانیت پر عمدہ کتابیں لکھ کر ہندوستان کے مداہنت شعار تجدد پسندوں کے شر کو پھیلنے سے روک دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب اکفار الملحدین میں ان کی اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کا مسئلہ صاف کر دیا۔''

ضمنی ابحاث

حضرت امام العصرؒ نے عقیدۃ الاسلام میں مناسبت مقام سے ضمنی طور پر چند نادر بحثیں بھی ذکر فرمائی ہیں جو بہت اہم تھیں یا جن کا شمار نہایت پیچیدہ مسائل میں ہوتا تھا۔ مثلاً یاجوج ماجوج کی تعیین، ذی القرنین کی بحث اور سدیاجوج کی تحقیق یہ ایک عجیب وغریب تاریخی مقالہ ہے جو اس کتاب کے خصائص میں سے ہے یا یہ تحقیق کہ کنایہ حقیقت ہے یا مجاز؟۔ یہ مسئلہ علم بلاغت کے اہم مسائل میں سے ایک ہے۔ آپ اس کتاب میں فن بلاغت کی چوٹی کی کتابوں اور اس فن کے بلند پایہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت وخاتمیت کا اعلان یا مثلاً دنیا کی حقیقت اور حدوث

عالم کی تحقیق اور یہ تحقیق کہ اس عالم میں علت ومعلول کا سلسلہ نہیں۔ بلکہ سبب ومسبب اور شرط ومشروط کا سلسلہ ہے۔

تمام عالم حق تعالیٰ شانہ کی صنع قدرت کا کرشمہ ہے اور عالم اور صانع عالم کے مابین وہی وسائط ہیں جو فعل اور فاعل کے مابین ہوتے ہیں۔ یہ تمام اسباب ومسببات حادث اور مخلوق ہیں۔ وکان اللّٰہ ولم یکن معہ شئی! نیز معراج النبی ﷺ پر ایک قصیدہ بھی اس کتاب میں شامل ہے جس میں آپ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ شب اسراء میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے۔ نیز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اعمال کی پیشی کا مسئلہ اور یہ تحقیق کہ یہ عرض۔ عرض اجمالی ہے۔ جیسا کہ ملائکہ پر علم اسماء اجمالاً القا کیا گیا۔ یہ علم محیط نہیں۔ نیز آپ نے اپنے فارسی رسالہ خاتم النبیین میں آنحضرت ﷺ کے جو خصائص بیان فرمائے تھے۔ عقیدۃ الاسلام میں ان مضامین کا بڑا عمدہ خلاصہ ’’تفسیر آیت ختم نبوت‘‘ کے عنوان سے پیش فرمادیا۔ الغرض اسی قسم کے دیگر بیشمار عجیب مباحث اور بیش قیمت فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے جن کی تحصیل کے لئے دور دراز کا سفر کیا جاتا تھا۔

مرزا قادیانی کے کفریات

’’عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام‘‘ میں اس عقیدہ کا اثبات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ امت اسلامیہ کا یہ قطعی عقیدہ ہے جو روز اوّل سے آج تک مسلم ومتواتر چلا آرہا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا انکار کیا اور کہا کہ وہ آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ سولی پر لٹکایا گیا (جس سے وہ زندہ اتار لئے گئے۔ ایک حجرہ نما قبر میں ان کو رکھا گیا۔ وہاں ان کا علاج ہوتا رہا۔ بالآخر وہ کشمیر آکر فوت ہوگئے) اور یہ کہ وہ بن باپ پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

آسمان پر یوسف نجار کا بیٹا کہاں؟

مرزائے قادیان نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے حق میں سب وشتم اور توہین وتذلیل کے ایسے ناشائستہ اور گھناؤنے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے سننے سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل وجگر شق ہوجاتے ہیں۔ اس طرح صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مرزائے قادیان کے کفر والحاد اور زندقہ وارتداد کے متعدد وجوہ ہوگئے جن کی علماء نے وضاحت کی ہے اور اسے منہ توڑ جواب دیا۔ اس کے دوسرے کفریات مزید برآں رہے۔ مثلاً:

☆ ...... نبوت ورسالت کا دعویٰ۔
☆ ...... وحی وشریعت کے نزول کا دعویٰ۔
☆ ...... نصوص شرعیہ قرآن وسنت کی تحریف۔
☆ ...... ضروریات دین کا انکار۔
☆ ...... عقیدہ ختم نبوت کا انکار۔
☆ ...... تمام انبیاء ومرسلین سے خود کے افضل ہونے کا دعویٰ۔
☆ ...... پھر سید المرسلین ﷺ سے بھی برتری کا دعویٰ۔
☆ ...... اپنے لئے معجزات کا دعویٰ۔
☆ ...... اپنے معجزات کو تمام انبیاء ومرسلین کے معجزوں سے زیادہ اور فائق بتلانا اور آیات قرآنیہ کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا۔ وغیرہ وغیرہ!

ان صریح کفریات کے ہوتے ہوئے اس کا کفر کسی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے کفر والحاد اور بے ایمانی وبددینی کے مکروہ چہرہ پر پردہ ڈالنا چاہا اور کم فہم کے نادانوں کو شکار کرنے اور علمائے کرام کی تنقید سے بچنے کے لئے چند علمی مسائل میں بحث چھیڑ دی اور اسلام کے وہ قطعی عقائد جو تیرہ سو سال سے امت محمدیہ میں متواتر مسلم چلے آرہے تھے۔ ان میں طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں۔ جیسا کہ ہر زمانے میں بے دین ملحدوں کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس لئے علمائے مجاہدین کے لئے دین کا دفاع اور اسلامی عقائد کی حفاظت ناگزیر ہوئی۔ ان علمی حقائق کی بحث وتنقیح کے لئے جو سب سے بڑی شخصیت میدان میں آئی۔ وہ ہمارے شیخ امام العصر مصنف عقیدۃ الاسلام کی گرانقدر ہستی تھی۔ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول کے موضوع پر مستقل کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' تحریر فرمائی جس میں قرآن حکیم کے دلائل شافیہ، احادیث متواترہ اور صحابہ وتابعین، مفسرین ومحدثین اور فقہاء ومتکلمین کے اجماع سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کیا اور یہ واضح کیا کہ یہ عقیدہ ایسا قطعی ویقینی ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ ان ضروریات دین میں داخل ہے جن کا منکر اور متاول دونوں کافر ہیں اور یہ کہ حق تعالیٰ شانہ کی قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول جیسے تمام خوارق کو محیط ہے اور یہ کہ قرب قیامت تو خود ہی خوارق الٰہیہ کے ظہور کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس وقت یہ خرق عادت معجزہ۔ ظاہر ہونا بالکل قرین عقل وقیاس ہے۔

حکمت نزول مسیح علیہ السلام!

تحیۃ الاسلام (حاشیہ عقیدۃ الاسلام) میں فرماتے ہیں کہ: ''جاننا چاہئے کہ اس عالم میں بھی آخرت کے کچھ نمونے موجود ہیں اور قرب قیامت کا زمانہ تو خرق عادت کا وقت ہے اور نبوت، دجل وفریب کے مقابلہ اور مقاومت کے لئے ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ: ''اگر وہ (دجال) میری موجودگی میں آیا تو اس کے مقابلہ کے لئے میں خود موجود ہوں'' اور عیسیٰ علیہ السلام تو درحقیقت اس باب میں دجال کی بالکل ضد ہیں۔ پس جب دنیا ہی میں آخرت کے نمونے موجود ہیں تو قیامت کے آنے کو کیوں مستبعد سمجھا جائے؟ اور علامات قیامت کا کیوں انکار کیا جائے؟ اور جب ویسے بھی دنیا میں دجل، سحر، شعبدہ بازی جیسے اعمال بہر حال پائے جاتے ہیں تو ان کے مقابلے میں معجزات حسیہ کا وجود بھی ضروری ہے۔ کیونکہ سنت اللہ یونہی جاری ہے اور چونکہ دجال حضرت مسیح علیہ السلام کا نام چرالے گا (اور خود مسیح بن بیٹھے گا) تو اس کے مقابلہ میں اس کی تردید وتکذیب کی غرض سے مسیح علیہ السلام کا نزول ضروری ہوا اور چونکہ مسیح علیہ السلام خود من جملہ ارواح کے ہیں اور نمونہ آخرت ہیں۔ اس لئے ان کی حیات کا طویل ہونا بھی (کوئی مستبعد چیز نہیں بلکہ) سنت اللہ ہے''۔ (تحیۃ الاسلام ص ۸)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عادت اللہ ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ نبوت کے ذریعہ ہر دور کے لوگوں پر حجت قائم ہوتی رہی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں خوارق الٰہیہ کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ تاکہ علیٰ رؤس الاشہاد یہ واضح ہو سکے کہ یہ اسباب عادیہ خواہ کتنی ہی حیرت انگیز ترقی کر جائیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی قوت قاہرہ بہر صورت ان سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ پورے نظام کائنات پر غالب وقاہر ہے۔ اس کی قوت قاہرہ مخلوق کی ہر قوت سے بڑھ کر ہے اور اس کی قدرت خارقہ ہر قدرت پر غالب و برتر ہے۔

پس جب عہد حاضر کی اس مادیت کو یہ ارتقاء میسر ہے جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اور جب عالم میں قوائے طبعیہ کی تسخیر سے ایسے ایسے عجائبات ظہور پذیر ہو رہے ہیں جن سے فکر ونظر حیران ومبہوت ہے اور جب دجالیت اور فریب کاری کا عالم یہ ہے کہ مادہ پرست قومیں ان ہی وسائل طبعیہ اور حیرت افزا ترقیات کو قوت ربانیہ اور خوارق الٰہیہ کے انکار کا ذریعہ بنا رہی ہیں تو پھر کیا بعید ہے کہ اس دور ترقی کی انتہا ایسے دجال کی نشاۃ وظہور پر ہو جو نوامیس الٰہیہ کا دشمن ہوگا۔ جو اپنی خدائی منوانے کے لئے عجائبات مادیت کو پیش کرے گا۔ جو اپنے دجل وتلبیس سے ان ہی مادی عجائبات کے بل بوتے پر لوگوں کے دین وایمان کو برباد کرے گا اور جو خالق علیم، قادر حکیم،

مالک زمین وآسمان پر ایمان لانے کی بجائے خود اپنی خدائی کے منوانے پر لوگوں کو مجبور کرے گا۔ جیسا کہ احادیث نبویہ میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے۔ یقیناً اس وقت (حق تعالیٰ کی قدرت خارقہ اور قوت قاہرہ ظہور پذیر ہوگی) عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور آپ کے دست مبارک پر ایسے معجزات کا ظہور ہوگا جن کا مقابلہ کرنے سے انسانی عقل اور مادی ارتقاء عاجز ہوں گے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی حجت ایک بار پھر قائم ہو جائے گی جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دور اوّل میں حجۃ اللہ قائم کی تھی اور باذن اللہ مردوں کو زندہ، مادرزاد اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو شفایاب کر کے اس زمانے کے حاذق طبیبوں کو عاجز کر دیا تھا۔ اسی طرح وہ اپنے دور ثانی میں باذن الٰہی حجۃ اللہ قائم کریں گے۔تا کہ وہ لوگ بھی قدرت الٰہیہ کے سامنے سپر ڈال دینے پر مجبور ہو جائیں جو مقناطیسی عجائبات، ایٹمی ایجادات، برق وباد کی دل فریبیوں، اور مادیت کی رنگینیوں پر ایمان لا کر اپنا وقت ضائع اور اپنا دین برباد کرتے رہے اور جن لوگوں نے تسخیر مادہ کے ذریعہ فضاؤں میں اڑنے، تباہ کن آلات کے بنانے اور بحر وبر کو مسخر کرنے ہی کو معراج کمال سمجھ لیا تھا اور ان تمام امور کو بر و بحر میں فساد برپا کرنے کا ذریعہ بنالیا تھا۔

الغرض قرآن وحدیث کی تصریحات کے موجب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اتنے طاقتور حسی معجزات دیئے جائیں گے جن کے مقابلہ میں سائنس کی تمام کرشمہ سازیاں بچوں کا کھیل بن کر رہ جائیں گی۔تا کہ اللہ کی حجت ایک بار پھر پوری ہو جائے اور تمام اقوام عالم اس کے سامنے سپر انداز ہو جائیں۔

معجزات، اسباب وعلل سے بالاتر ہوتے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام کے ہاتھ سے اسباب عادیہ کے بغیر خوارق الٰہیہ کو ظاہر کیا جاتا ہے۔جیسا کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تاریخ اس پر شاہد ہے اور ہر اہل ملت کے نزدیک مسلم ہے۔مزید برآں یہ کہ ہر نبی کے معجزات میں لطیف اشارہ اس نوع ترقی کی طرف ہوتا ہے جو مادی اسباب ووسائل کے دائرے میں اختراع وایجاد کے ذریعہ اس امت کو حاصل ہوگی۔حضرت شیخ امام العصرؒ نے ''ضرب الخاتم علی حدوث العالم'' میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فذالك اعجاز وخرق لعادة   وان كان كل الكون اعجاز منتهى

﴿جوامور کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ہاتھ سے بغیر واسطۂ اسباب صادر ہوں۔ یہ

انبیاء علیہم السلام کا خرق عادت معجزہ اور اعجاز نبوت کہلاتے ہیں ۔اگر چہ درحقیقت یہ ساری کائنات اعجاز ہی اعجاز ہے ۔﴾

وقد قیل ان المعجزات تقدم بمایرتقی فیه الخلیفة فی مدیٰ

﴿اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معجزات انبیاء اس ترقی کی طرف پیش قدمی ہوتی ہے جو مخلوق کو مدتہائے مدید کے بعد (اسباب کے دائرے میں رہ کر) نصیب ہوگی ۔﴾

آج سائنسی ارتقاء کی بدولت جو چیزیں ہمارے گرد وپیش میں پھیلی ہوئی ہیں ۔مثلاً برقی مشینیں ہیں، کہربائی آلات ہیں، ٹیلی فون ہے، تار ہے، ٹیلی ویژن ہے، طیارے ہیں، مصنوعی خلائی سیارے ہیں، رات دن قوائے طبعیہ کو مسخر کیا جارہا ہے، فضاؤں پر کمندیں ڈالی جارہی ہیں، سمندروں کے جگر شق کئے جارہے ہیں، صحراؤں کے طبعی دفینے تلاش کئے جارہے ہیں، ذرہ کا جگر چیر کر ایٹمی توانائی حاصل کی جارہی ہے اور ہلاکت آفرین ایٹمی ہتھیار ایجاد کئے جارہے ہیں ۔الغرض یہ اور اس قسم کی تمام چیزیں جنہیں آج سائنسی ترقی کا کرشمہ قرار دیا جارہا ہے ۔انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات میں یہ تمام امور آپ کو کامل ترین صورت میں ملیں گے ۔فرق یہ ہے کہ یہاں مادی اسباب ووسائل کا واسطہ ہے اور وہاں بدوں توسط اسباب ،قدرت الٰہیہ کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے ۔پھر یہاں برسہابرس کی ٹھوکریں کھانے تجربات کرنے اور اربوں کی رقمیں ضائع کرنے کے بعد کسی قدر کامیابی نصیب ہوتی ہے اور وہاں بغیر کسی سابقہ تجربے کے چشم زدن میں قدرت قاہرہ کی اعجاز نمائی ظاہر ہوتی ہے یہاں اس بحث کی مزید تفصیل کی گنجائش نہیں ۔

قتل دجال کے لئے مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کا راز

پھر جاننا چاہئے کہ دجال لعین مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہیں ۔یہود کی یہ بدقسمتی تھی کہ انہوں نے مسیح ہدایت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تو مخالفت کی اور آپ کے قتل وصلب کی سازش کی ۔(مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور انہیں آسمان پر اٹھالیا) لیکن وہ مسیح ضلالت دجال کی پیروی کریں گے جو خود بھی یہودی ہوگا ۔اس لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ مسیح ہدایت مسیح ضلالت کو قتل کرنے کے لئے نزول فرمائیں اور ان یہود کو بھی قتل کریں ۔جنہوں نے مسیح برحق مسیح بن مریم علیہ السلام کی تو مخالفت اور عداوت کی اور جھوٹے مسیح دجال کی پیروی کرلی ۔سی کے ساتھ ساتھ ان عقائد باطلہ کی بھی اصلاح کریں جو عیسائیت میں گھس آئے تھے اور صلیب کو توڑ ڈالیں ۔

اور چونکہ دجال لعین مسیحیت کا لبادہ اوڑھ کر خود مسیح کہلائے گا ۔الوہیت کا دعویٰ کرے

گا۔ خباثت اور ضلالت کی آخری حد پار کر جائے گا۔ قوائے طبعیہ پر حکمرانی کرے گا۔ مردوں کو زندہ کر کے مسیح علیہ السلام کے منصب میں تلبیس کرے گا۔ علاوہ ازیں شعبدہ بازیوں، جادو کے کرشموں اور حیوانات و جمادات کی تسخیر کے ذریعہ لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے گا۔ اس لئے یہ بات بالکل قرین قیاس تھی کہ قتل دجال کے لئے ایک ایسی شخصیت کو لایا جائے جو تسخیری کمالات میں نہایت بلند درجہ پر فائز اور منصب نبوت سے سرفراز ہو۔ ایسی برگزیدہ شخصیت ہی قتل دجال پر قادر ہو سکتی اور دجالی کرشمہ سازیوں کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ یہ شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوگی۔

پھر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام روحانیت میں اس قدر بلند مقام رکھتے ہیں کہ انہیں ''روح اللہ'' کے لقب سے مشرف کیا گیا۔ وہ حق تعالیٰ کے ''کلمہ کن'' سے پیدا ہوئے اور وہ بحکم الٰہی اپنی مسیحائی سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اس لئے وہ بجا طور پر اس کے مستحق تھے کہ آسمان میں طویل مدت تک زندہ رہ کر نزول اجلال فرمائیں۔ تاکہ ان کے دست مبارک سے ایسے خوارق الٰہیہ کا ظہور ہو جو ''دجال اکبر'' اور عام دجالوں کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے تمام عجائبات سے بدرجہا فائق ہوں۔ تاکہ تمام لوگوں پر ''حجت الٰہیہ'' قائم ہو جائے۔ فللہ الحجة البالغه!

اس موقع پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمدؒ عثمانی نے فتح الملہم (ص۲۲۹ ج۱) میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے کلام کی وضاحت کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ نیز حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب '' الجواب الصحیح ''اور حافظ ابن قیمؒ کی کتاب'' ھدایته الحیاری '' کی منتخب عبارتیں جو حضرت شیخ امام العصرؒ نے عقیدۃ الاسلام میں نقل کی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ نیز عقیدۃ الاسلام ''فصل فی الحکمة فی نزوله ''(ص۱۲تا۴۷) کا مطالعہ بھی ضروری [۱] ہے۔

عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام اجماع امت کی روشنی میں

خلاصہ کلام یہ کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ وہ اجماعی عقیدہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ کے زمانے سے آج تک تمام اہل حق کا اتفاق چلا آیا ہے۔ راجح تفسیر کے مطابق قرآن عزیز نے اس کی تصریح کی ہے اور آنحضرت ﷺ نے احادیث متواترہ میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

---

[۱] اردو دان حضرات ترجمان السنۃ (جلد۳ص۵۲۱تا۵۹۳) مؤلفہ مولانا بدر عالمؒ کا مطالعہ فرمائیں۔ مولانا بدر عالمؒ کا یہ مضمون نزول عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے الگ کتابی شکل میں بھی شائع ہو گیا ہے۔ قابل مطالعہ ہے۔ مترجم! حضرت مولانا بدر عالمؒ کے تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد چہارم میں شائع ہو چکے ہیں۔ فالحمدللہ ۔ مرتب!

نزول عیسیٰ علیہ السلام پر احادیث کے متواتر ہونے کی تصریح امام ابوجعفر ابن جریر طبریؒ، ابوالحسن آبریؒ، ابن عطیہؒ مغربی، ابن رشد الکبیرؒ، قرطبیؒ، ابوحیانؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجرؒ وغیرہ آئمہ دین، اور حفاظ حدیث نے کی ہے۔ جیسا کہ شیخ محقق علامہ کوثریؒ نے اپنے رسالہ ''نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ قبل الاخرة، ص ۱۰'' میں نقل کیا ہے۔

شیخ کوثریؒ اسی رسالہ کے ص ۷ پر فرماتے ہیں کہ: ''ایک طرف تمام صحابہؓ و تابعین، فقہاء و محدثینؒ اور مفسرینؒ و متکلمینؒ ہیں جن کی تائید میں کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت موجود ہے۔ دوسری طرف یہ متخائل ہے جس کی تائید میں لے دے کر قادیان کا مرزائے کذاب ہے یا کسی زمانہ میں طرہ کا فلسفی تھا اور بس۔''

صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں کہ: ''کتاب اللہ سنت متواتر اور اجماع امت عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام پر متفق ہیں۔''

صفحہ ۳۶ پر کتاب اللہ کی روشنی میں حیات و نزول مسیح علیہ السلام پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''اور یہ بھی واضح ہوا کہ تنہا قرآنی نصوص ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور آخری زمانے میں ان کے نازل ہونے کو قطعی طور پر ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے خیالی احتمالات کا کوئی اعتبار نہیں جو کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں۔ پھر جبکہ قرآنی تصریحات کے ساتھ احادیث متواترہ بھی موجود ہوں اور خلفاً عن سلفٍ تمام امت اس عقیدہ کی قائل چلی آتی ہو اور دور قدیم سے لے کر آج تک اس عقیدہ کو کتب عقائد میں درج کیا جاتا رہا ہو تو اس کی قطعیت میں کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے؟۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال! (اب حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رکھا ہے۔)

صفحہ ۳۷ پر فرماتے ہیں کہ: ''اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن حکیم کے نصوص قطعیہ رفع و نزول پر دلالت کرتے ہیں اور ہر زمانے میں آئمہ دین، علمائے امت بالخصوص مفسرین قرآنی آیات کی یہی مراد سمجھتے چلے آتے ہیں۔''

صفحہ ۳۸ پر فرماتے ہیں کہ: ''پس جو شخص رفع و نزول کا انکار کرتا ہے۔ وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ ہوائے نفس کی رو میں بہ کر کتاب و سنت کو پشت انداز کرتا ہے اور ملت اسلامیہ کے اس قطعی عقیدہ سے روگردانی کرتا ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہے۔''

صفحہ ۴۰ پر فرماتے ہیں کہ: ''اطراف حدیث پر نظر کرنے کے بعد نزول مسیح کا انکار بیحد خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ رفع و نزول کے مسئلہ میں احادیث متواترہ کا وجود قطعی

ہے۔،، اور بزدویؒ نے ''بحث متواتر'' کے آخر میں تصریح کی ہے کہ: ''متواتر کا منکر اور مخالف کافر ہے۔'' شیخ بزدویؒ نے متواتر کی مثال میں ''قرآن حکیم، نماز پنجگانہ، تعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ'' جیسی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور کتب حدیث میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر، مقادیر زکوٰۃ سے کسی طرح کم نہیں۔ (پھر جب مقادیر زکوٰۃ کا منکر کافر ہے تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کا منکر کیوں کافر نہ ہوگا؟)''

صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں کہ: ''نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ صرف کسی ایک مذہب کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ کوئی مذہب ایسا نہیں ملے گا جو اس کا قائل نہ ہو۔ چنانچہ فقہ اکبر بروایت حماد فقہ اوسط بروایت ابو مطیع الوصیۃ بروایت ابی یوسف اور عقیدہ طحاوی سے واضح ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تمام متبعین عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نصف امت تو یہی ہوئی۔ اسی طرح امام مالکؒ اور تمام مالکیہ اور تمام شافعیہ سب کے سب اس عقیدہ پر متفق ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے عقائد اہل سنت کے بیان میں جو چند خطوط اپنے شاگردوں کے نام لکھے تھے۔ ان سب میں یہ عقیدہ مذکور ہے۔ یہ رسائل اہل علم کے یہاں صحیح سندوں سے ثابت اور مناقب احمد لابن جوزی اور طبقات حنابلہ لابی یعلی میں مدون ہیں۔ اسی طرح ظاہر یہ بھی نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ چنانچہ ابن حزم کی تصریح، کتاب الفصل ص ۲۴۹ ج ۳ میں اور المحلی ص ۹ ج ۱، ص ۳۹۱ ج ۷ میں موجود ہے۔ بلکہ معتزلہ بھی اس کے قائل ہیں۔ جیسا کہ علامہ زمخشریؒ کے کلام سے واضح ہے۔ اسی طرح شیعہ بھی اس کے قائل ہیں۔ اب ایسا مسئلہ جس کی دلیل تمام صحاح تمام سنن اور تمام مسانید میں موجود ہو اور تمام اسلامی فرقے جس کے قائل ہوں اس میں مذہبی تعصب کا گمان کیسے ہوسکتا ہے؟۔''

صفحہ ۴۹ پر فرماتے ہیں کہ: ''مہدی علیہ الرضوان دجال اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں احادیث کا تواتر ایسی چیز ہے جس میں حدیث کے معمولی طالب علم کے لئے بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔''

صفحہ ۵۷ پر فرماتے ہیں کہ: ''صدر اوّل سے لے کر آج تک کتب عقائد کا مسئلہ رفع ونزول پر متفق ہونا ایسی چیز ہے جو اس عقیدہ پر اجماع کے منعقد ہونے میں ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔''

حافظ ابن حزم مراتب الاجماع میں لکھتے ہیں کہ: ''اجماع ملت حنفیہ کے قواعد میں

سے ایک عظیم الشان قاعدہ ہے جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔اس کی پناہ لی جاتی ہے اور اس کے مخالف کی تکفیر کی جاتی ہے۔"

شیخ کوثریؒ "الاشفاق" اور "النظرہ" میں فرماتے ہیں کہ: "اجماع کے حجت شرعیہ ہونے پر تمام فقہائے امت متفق ہیں اور اسے (کتاب وسنت کے بعد) تیسری دلیل شرعی قرار دیتے ہیں۔حتیٰ کہ ظاہریہ بھی ...... فقہ سے بعد کے باوجود...... اجماع صحابہ کو حجت مانتے ہیں۔ بلکہ بہت سے علماء نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ مخالف اجماع کافر ہے...... اور دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہ امت، من حیث المجموع، خطا سے محفوظ ہے۔شھداء علی الناس! ہے اور خیر امت ہے جو انسانوں (کی خیر وفلاح) کے لئے لائی گئی ہے۔معروف کا حکم کرتی ہے اور منکر سے روکتی ہے۔ان کا پیروکار انابت الی اللہ کے راستے پر ہے۔ان کا مخالف اہل ایمان کی راہ سے برگشتہ اور تمام علمائے دین کا مخالف ہے۔(چند سطر بعد لکھتے ہیں) جب اہل علم اجماع کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد انہی حضرات کا اتفاق ہوتا ہے جو مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوں۔نیز وہ ورع وتقویٰ سے موصوف ہوں جو انہیں محارم اللہ سے روک سکے۔تاکہ ان کے حق میں "لوگوں پر گواہ" کا مفہوم صادق آئے۔اس لئے جن لوگوں کا مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونا علماء کے نزدیک مسلم نہیں۔مسئلہ اجماع میں ان کا کلام قابل التفات نہیں خواہ وہ صالح اور پرہیز گار بھی ہوں۔"

النظرہ کے ص ۶۰ پر فرماتے ہیں کہ: "اجماع کے معنی یہ نہیں کہ ہر مسئلہ کے لئے ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے ناموں پر مشتمل کئی کئی رجسٹر مرتب کئے جائیں اور پھر ہر صحابیؓ سے روایت ذکر کی جائے۔بلکہ صحت اجماع کے لئے اتنا کافی ہے کہ مجتہدین صحابہؓ جو تقریباً بیس ہیں سے صحیح روایت موجود ہو اور ان میں سے کسی کا اختلاف ثابت نہ ہو۔بلکہ بعض مقامات پر ایک دو صحابہؓ کی مخالفت بھی صحت اجماع کے لئے مضر نہیں ہوتی۔یہی صورت عہد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سمجھنی چاہئے۔"

ص ۶۲، ۶۳ پر فرماتے ہیں کہ: "نزول عیسیٰ علیہ السلام پر تیس صحابہ کرامؓ کی تصریح اور ان کے آثار موقوفہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں موجود ہیں اور کسی ایک صحابیؓ سے اس کے خلاف ایک حرف بھی منقول نہیں۔پس اگر ایسا مسئلہ بھی اجماعی نہیں تو کہنا چاہئے کہ دنیا میں کوئی اجماعی مسئلہ ہی موجود نہیں۔"

شیخ کوثریؒ علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہیں کہ: "نقل کبھی ظنی ہوتی ہے تو اجماع سے قطعی بن جاتی ہے۔"

الغرض نزول عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ قرآن حکیم، سنت متواترہ اور چودہ سوسالہ امت کے قطعی اجماع کی روشنی میں آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے۔ احادیث نبویہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر جس قدر حلفیہ تاکیدات فرمائی گئی ہیں۔ اس کی نظیر کسی دوسرے مسئلے میں نظر نہیں آتی ہے۔ ان تمام تاکیدات کا منشا یہ ہے کہ یہ مسئلہ عام لوگوں کے لئے محل حیرت وتعجب بلکہ بعض نادانوں کے لئے باعث ردوانکار ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلاص فلا یسعی علیها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبله احد۰ صحیح مسلم ص۸۷ ج۱ باب نزول عیسیٰ بن مریم، مسند احمد ص٤٩٤ ج۲''

﴿ضرور بالضرور ایسا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ پس وہ ضرور بالضرور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور ضرور بالضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور ضرور بالضرور جزیہ کو موقوف کردیں گے اور ضرور بالضرور (ان کے زمانے میں) جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ پس ان پر سواری نہ ہوگی اور ضرور بالضرور لوگوں کے درمیان باہمی کینہ بغض اور حسد جاتا رہے گا اور یقیناً وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے۔ مگر کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔﴾

(حدیث کے ہر فقرہ پر تاکیدات ملاحظہ ہوں) یہ مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ درج ہیں کہ:

''والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۰ ...... الخ۰''

﴿اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ضرور بالضرور تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے .... الخ۔﴾ (صحیح بخاری ص۴۹۰ ج۱)

پھر ان حلفی تاکیدات پر بس نہیں۔ بلکہ احادیث نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کنیت نسب والدہ کا نام نانے کا نام والدہ ماجدہ کے اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کی صورت وسیرت رنگ قدوقامت بالوں کا رنگ بالوں کی کیفیت بالوں کا طول وغیرہ وغیرہ سو سے زائد صفات کی تصریح کی گئی ہے۔ جیسا کہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحبؒ اور دوسرے حضرات نے ان تمام اوصاف کو جمع کردیا ہے۔

ان تمام اوصاف کو سامنے رکھئے تو ہر قسم کے شک وشبہ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ مسئلہ نزول

میں ہر قسم کی تاویل و مجاز اور تمثیل کا سد باب ہو جاتا ہے اور اس باب میں کسی کے لئے زیغ والحاد یا انکار و تحریف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

آیت کریمہ ''وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها'' اپنی تاکیدات بلیغہ میں بالکل حدیث نبوی کے ہمرنگ ہے۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

عقیدہ نزول مسیح سے انکار کیوں؟

گزشتہ بیان سے واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا ثبوت ناقابل تردید حقیقت ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح کی ہے۔ احادیث متواترہ قطعیہ نے اس کی شہادت دی ہے اور تمام امت محمدیہ نے اس پر اجماعی تصدیق کی مہر ثبت کی ہے۔ لہٰذا اس عقیدہ کا انکار یا تو کھلی جہالت اور واضح الحاد ہے یا اس کا منشاء وہ خیالی و وہمی استبعاد ہے جس پر عقل صریح کی کوئی سند نہیں۔ یہ استبعاد قدرت الٰہیہ کے نشانات اور آیات بینات سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

انسانی فہم کی بنیادی کمزوری

انسانی فہم کی فطری کم ظرفی اور بنیادی کمزوری یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کسی ایسی حقیقت واقعہ کا اظہار کیا جائے جو اس کے ناقص علم محدود تجربہ، ناتمام مشاہدہ کمزور حواس اور ضعیف عقل کی گرفت سے بالاتر ہو۔ وہ اسے فوراً ناممکن اور محال کہہ کر اپنے عجز و جہل کو چھپانے کا عادی ہے۔ غور فرمائیے دور جدید کی یہ ایجادات و اختراعات جو آج سب کے سامنے ہیں کیا حد درجہ حیرت انگیز نہیں؟۔ یہ برقی لہریں، یہ زہریلی گیسیں، یہ تباہ کن اسلحہ، یہ ایٹم بم، یہ ہائیڈروجن بم، یہ فضائی راکٹ، یہ مصنوعی چاند، یہ خلائی سیارے اور یہ فضائی اسٹیشن۔ پھر یہ راکٹ جو چاند پر اتارا گیا اور اس کے چاند کی سطح سے ٹکرانے کی آواز یہاں زمین پر ریکارڈ کی گئی اور یہ راکٹ جو سائنس دانوں کے بقول چاند سے صحیح سالم واپس آیا اور یہ عجیب و غریب راکٹ جس میں ''لائکا'' نامی کتیا کو بھیجا گیا اور اس میں ایسے آلات نصب کئے گئے جو کتیا کے دوران خون حرکت قلب حرارت جسم نظام تنفس اور اس کی شریانوں اور پھیپھڑوں کے تمام حالات ریکارڈ کر کے زمین پر بھیجیں اور یہ مصنوعی سیارہ جس سے فضائی حالات درجہ حرارت اور شمسی شعاعوں کو ریکارڈ کیا گیا۔ پھر یہ نصف ''ٹن'' کا ''سپوٹنیک'' نامی مصنوعی سیارہ جس نے ۱۶ منٹ میں زمین کے اردگرد ایک دورہ مکمل کیا۔ کیا دور جدید کے ان حیرت انگیز انکشافات کو کچھ عرصہ قبل محض وہم و خیال نہیں سمجھا

جاتا تھا؟۔لیکن آج یہ سب کچھ افسانہ طرازی نہیں سامنے کے حقائق ہیں۔اس طرح نہیں معلوم کتنے حقائق اب تک پردۂ اخفا میں ہوں گے جنہیں عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا ہے۔کیا ان تمام امور کو قبل از وقت ''محال'' اور ''خلاف عقل'' کہنا عقل سے بے انصافی نہیں؟۔

اسی طرح علم کیمیا، فزیالوجی اور فلکیات کے عجیب وغریب انکشافات پر غور کرو۔مثلاً ۱۹۵۷ء میں پہلی مرتبہ ''زہرہ'' سیارے سے لاسلکی رابطہ قائم کیا گیا۔کیا قبل از وقت یہ تمام انکشافات حیرت افزا نہ تھے؟۔

ان فلکیات کو جانے دیجئے۔ذرا انہی چیزوں پر غور کیجئے جو سب کو ان آنکھوں سے نظر آرہی ہیں۔یہ فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے طیارے، یہ دریاؤں میں غوطہ زن آبدوزیں، یہ بحر منجمد میں شگاف ڈالنے والے ایٹمی بحری جہاز، یہ آواز سے زیادہ تیز رفتار جیٹ طیارے اور اسی نوع کی دیگر سینکڑوں ایجادات۔کیا آج سے نصف صدی پہلے یہ محض خیالی چیزیں نہیں تھیں؟۔کیا اس وقت کا انسان ان راکٹوں کی برق رفتاری کا تصور بھی کر سکتا تھا جو آج پچیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مصروف پرواز ہیں؟۔کیا پچاس سال پہلے کے انسان کا وہم تسلیم کر سکتا تھا کہ ایسے مصنوعی سیارے بھی وجود میں آئیں گے جن میں نصب کردہ آلات فضائی حالات کو محفوظ کریں گے۔پھر ''لاسلکی'' کے ذریعہ یہ فضائی خبریں سیکڑوں میل دور زمین پر سنی جائیں گی؟۔کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ ایسے راڈار بھی ایجاد ہوں گے جو ہزاروں میل سے جیٹ طیاروں کی پرواز اور سمت پرواز کا پتہ بتلایا کریں گے؟۔

ان فضائیات کو بھی رہنے دیجئے۔نائلون وغیرہ کے ان عجیب وغریب کپڑوں کو لیجئے جو معدنی مواد سے تیار کئے جاتے ہیں اور ریشم کی نرمی اور نفاست کو بھی مات کرتے ہیں۔کیا یہ تمام چیزیں کسی زمانے میں محض خواب وخیال کے درجے میں نہیں تھیں؟۔اگر ماضی قریب میں ان امور کو کوئی شخص بیان کرتا تو اسے مراق وجنون اور خرافات ولغویات کا نام نہ دیا جاتا؟۔لیکن آج یہ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں ہیں جن میں نہ حیرت ہے نہ استعجاب۔

قدرت خداوندی کے مظاہر

اب ایک طرف ان اختراعات وایجادات کو رکھو جو انسان ضعیف کی مادی عقل نے

دریافت کی ہیں اور دوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرت وخالقیت علم وحکمت اورعزت و برتری کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرو کہ حق تعالیٰ کسی انسان (مثلاً عیسیٰ علیہ السلام) کو آسمان پر زندہ اٹھا لینے، وہاں طویل مدت تک زندہ رکھنے اور پھر اسے زمین پر نازل کرنے کا فیصلہ فرمائیں تو کیا قدرت الٰہیہ کے ان نشانات کو ناممکن اور محال کہنا صحیح ہوگا؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ ہاں! انہیں عجیب وغریب کہہ سکتے ہو۔ خارق عادت کا نام دے سکتے ہو۔ انسانی عقل وفکر سے بالاتر بتلا سکتے ہو۔ بلاشبہ ان کو ایسا ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ یہ انسانی علم وقدرت کا کارنامہ نہیں۔ بلکہ یہ اس خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی کن فیکونی صنعت ہے جو علیم بھی ہے اور قدیر بھی۔ حکیم بھی ہے اور خبیر بھی۔ اس لئے صادق ومصدوق رسول امین ﷺ نے جن امور کی اطلاع دی ہے۔ انہیں خرق عادت تو چاہے سو بار کہو۔ لیکن انہیں محال قطعاً نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح دیگر وہ حقائق جو دین اسلام نے بتلائے ہیں۔ مثلاً آسمانوں کا وجود، ملائکہ کا وجود، فرشتوں کا ایک لمحہ میں آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان پر پہنچ جانا۔ آنحضرت ﷺ کے اسراء ومعراج کا واقعہ یہ تمام امور اس کائنات میں قدرت الٰہیہ کے عجائبات ہیں جو قدرت خداوندی کے لحاظ سے نہ محال ہیں نہ مستبعد۔

انسانی مصنوعات اور خدائی مخلوقات کے مابین موازنہ

ایک طرف ان ایجادات کو رکھو اور دوسری طرف حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت غالبہ کے نشانات کو رکھو۔ پھر ان میں موازنہ کر کے بتلاؤ کہ کیا انسانی ایجادات کی حیثیت نشان ہائے قدرت کے مقابلہ میں ٹھیک وہی نہیں جو عاقل بالغ مردوں اور عورتوں کے حق میں بچوں کے کھلونوں اور بچیوں کی گڑیوں کی ہوا کرتی ہے؟[۱]

---

[۱] اور یہ بھی محض تفہیم اور تقریب الی الذہن کے لئے کہا گیا ہے۔ ورنہ تمام عقلاء کی ذہنی کاوشیں اور اولین وآخرین کی ایجادات قدرت الٰہیہ کے مقابلہ میں تار عنکبوت کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں۔ آخر جو خدا اپنے کن فیکونی ارادے سے ایک لمحہ میں سینکڑوں عالم پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی قوت سے بیچاری مخلوق کی قوت کا موازنہ ہی کب کیا جا سکتا ہے؟ لیکن اس کا کیا کیجئے کہ آج نظیر اور مثال کے بغیر لوگ سمجھنے ہی کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ مترجم!

عجیب وغریب کھلونے جن پر سائنس دانوں کو ناز ہے۔جن کی ایجاد پر مدح وتحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔جن کے اعلانات سے مشرق ومغرب کو چونکا دیا جاتا ہے اور جنہیں پسندیدگی، قدردانی بلکہ حیرت ودہشت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ذرا خیال کرو کہ چاند سورج اور ستاروں کے مقابلہ میں ان کی کیا حقیقت ہے؟ جو نامعلوم زمانے سے بیشمار اسرار خفیہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ ہماری زمین اور فضاء کے لئے ایسے ان گنت فوائد بھی رکھتے ہیں جو بالکل واضح اور روشن ہیں۔یہ ہے عزیز وعلیم کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ۔پس یہ بلند وبالا فضائی طبقات یہ دور سے نظر آنے والے بیشمار ستارے اور کائنات میں پھیلے ہوئے قدرت ربانیہ کے یہ نشانات کیا عقلمندوں کے لئے حیرت وتعجب کا کوئی سامان نہیں رکھتے؟۔ربنا ماخلقت هذا باطلا ۰ سبحانك فقناعذاب النار ۰ آل عمران!

انسانی عقل کی بیچارگی

یہ تو قدرت کے وہ نشانات ہیں جن تک ہماری عقل وفکر اور علم ومشاہدہ کی رسائی کسی درجہ میں ہوسکی ہے۔اب ان کے مقابلے میں مادہ وکائنات کے ان پوشیدہ اسرار پھر نفس وروح کے ان عجائبات پر غور کرو۔جو ابھی تک ہماری سرحد ادراک سے وراء الوراء ہیں اور خدا جانے کتنے حقائق ابھی تک مجہول ہیں۔انسانی علم وادراک کے عجز کا حال یہ ہے کہ یہ زمین جس پر ہم دن رات چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے اور اس کی گود میں پرورش پاتے [1] ہیں۔ابھی تک اسی کی ماہیت مجہول ہے۔نہیں معلوم اس کے باطن اور گہرائی کی طبیعت کیا ہے؟۔چنانچہ ماہرین علمائے طبیعات کو اعتراف ہے کہ وہ کائنات کے بیشمار اسرار کی دریافت سے قاصر ہیں اور یہ کہ سائنس کی اس ترقیات کے باوجود ہماری معلومات ہنوز عہد طفولیت میں ہیں۔حضرت شیخ امام العصرؒ اپنے قصیدہ ''ضرب الخاتم على حدوث العالم'' میں فرماتے ہیں کہ:

يقال الى الحين استهاموا ومادروا

علاقة مابين الروح و فكر ماذا

---

[1] بلکہ اسی سے نکلتے اور اسی میں لوٹتے ہیں۔منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى ۰ مترجم!

کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ آج تک کی سرگردانی کے باوجود یہ معلوم نہیں کر سکے کہ روح اور فکر کے درمیان کیا رابطہ ہے؟۔

بیولوجیا اضحی کذالك محبطاً

لتخریجهم سر الحیاۃ وما انجلی

اسی طرح ''بیالوجی'' سر حیات کے ادراک سے آج تک قاصر ہے اور اس کے لئے یہ بھید نہیں کھل سکا۔

فذالك اعجاز وخرق لعادۃ

وان کان کل الکون اعجاز منتهی

پس اسی کا نام اعجاز اور خرق عادت ہے۔ اگرچہ درحقیقت ساری کائنات ہی قدرت کا معجزہ ہے۔

عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام کا دیگر عقائد قطعیہ سے مقابلہ

عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام پر حیرت وتعجب کا اظہار کرنے والوں کو دوسرے اسلامی عقائد سے اسے ملا کر دیکھنا چاہئے۔ مثلاً ملت اسلامیہ اور دوسرے تمام اہل ملل اس کے قائل ہیں کہ ایک دن سارے نظام عالم کو توڑ پھوڑ کر قیامت برپا کر دی جائے گی۔ مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور تمام اگلے پچھلے اور نیک وبد میدان محشر میں جمع ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ عقیدہ حشر ونشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول سے کہیں زیادہ حیرت واستبعاد کا محل ہے۔ اب یہ قطعی عقیدہ جو تمام ادیان سماویہ کے یہاں متفق علیہ عقیدہ ہے اور جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ کیا کوئی شخص اس کے انکار کرنے میں محض اس وجہ سے معذور تصور کیا جاسکتا ہے کہ یہ حشر ونشر اور بعث وحساب کا مسئلہ اس کی عقل نارسا کے لئے محل حیرت وتعجب ہے؟۔ اگر نہیں تو عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام تو اس قدر عجیب وغریب بھی نہیں۔ پھر اس پر ایمان لانے میں یہ عذر کیسے چل سکتا ہے؟۔

نزول مسیح علیہ السلام کی حکمت

بہرکیف حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ جب یہ مادیت حیرت ودہشت کی حد تک ترقی

کر جائے گی۔ سائنس دان ترقیاتی ایجاد واختراع کے نقطۂ معراج کو پہنچ جائیں گے۔ان کے قلوب فخر وغرور سے یہاں تک پھول جائیں گے کہ صانع عالم، خالق حکیم اور عزیز وعلیم ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور مسیح لعین کانا دجال ظاہر ہوگا جو یہودی النسل ہوگا۔جس کے ماتھے پر'' کافر'' یا ''ک،ف،ر'' لکھا ہوگا اور اس کے کفر میں کسی مؤمن کو شک وشبہ نہیں ہوگا۔ وہ ربوبیت والوہیت کا دعویٰ کرے گا۔اس کے پاس بہت سے طلسم، شعبدے اور طبعی تسخیرات کے فن ہوں گے اور یہ دنیا کفر وضلالت ظلم وعدوان اور قساوت وبدتہذیبی سے بھری ہوگی۔اس وقت قدرت الٰہیہ اور مشیت ازلیہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی حیثیت سے نازل کرے گی۔ وہ شریعت محمدیہ کو نافذ کریں گے۔دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔نشان کفر مٹا دیں گے۔صلیب توڑ ڈالیں گے۔خنزیر کے قتل کا حکم دیں گے۔ دجال اکبر کو قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر ایسے خارق عادت معجزات ظاہر کریں گے جن سے علمائے طبیعات دنگ رہ جائیں گے۔ان معجزات میں نہ مادی وسائل ہوں گے۔نہ طبعی تدابیر کا استعمال ہوگا۔

پس چونکہ مسیح ضلالت دجال دنیا کو خبث وضلالت اور جور وظلم سے بھر دے گا۔صنعتی عجائبات سے دہشت پھیلا کر الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور کسی کے لئے اس کے مقابلہ کی تاب نہ ہوگی۔اس لئے مسیح ہدایت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل کیا جائے گا۔ان کو دیکھتے ہی دجال لعین برف کی طرح پگھلنے لگے گا۔ یہاں تک کہ آپ اسے قتل کر ڈالیں گے۔دنیا کو عدل وانصاف سے معمور کریں گے۔ہر قسم کے کفر وخبث سے اسے پاک کر دیں گے۔کج ملتوں کو سیدھا کر دیں گے اور دین اسلام ہی تمام روئے زمین کا دین ہوگا۔پس حق تعالیٰ کا ارشاد'' وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا '' (اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا نشان ہیں۔پس تم اس پر ہرگز شک نہ کرو۔) گویا ان ہی معجزات کی طرف اشارہ ہے جو بطور مقدمۂ قیامت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے۔پس یہ خوارق الٰہیہ معجزات اور نشان قیامت کی کھلی نشانی ہوں گے۔جس سے لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ قدرت الٰہیہ کے سب سے بڑے خارق عادت واقعہ کے ظہور۔یعنی اس عالم کی بساط لپیٹ دیئے جانے کا وقت آن پہنچا ہے۔اس آیت کریمہ کے خاتمہ پر یہ ارشاد:'' فاتبعونی ہذا صراط مستقیم ''پس تم میری پیروی کرو۔یہی سیدھا راستہ ہے۔''

نہایت برمحل ہے۔ اس میں قبول حق کی دعوت ہے اور اس امر کی وضاحت کہ وحی الٰہی پر ایمان لانا ہی صراط مستقیم ہے اور اس سے انکار کرنا شک ووسوسہ کے غار میں گر جانے کے مترادف ہے اور کجراہی وگمراہی ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا واقعہ اس عالم کے عجیب واقعات میں سے ہے جس کی قرآن حکیم نے تصریح کی ہے۔ احادیث نبویہ اس واقعہ پر متواتر ہیں اور عہد صحابہؓ سے آج تک امت اسلامیہ نسلاً بعد نسلٍ اس اعتقاد پر قائم چلی آتی ہے۔ پھر یہ واقعہ نہ تو قدرت الٰہیہ کے اعتبار سے ایسا عجیب ہے۔ نہ عقل صریح کے لحاظ سے محال ہے۔ نہ موجودہ ترقیاتی ایجادات کی نیرنگیوں کے پیش منظر میں اس پر استبعاد کا کسی کو حق حاصل ہے۔ اس لئے:

عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس کا انکار کفر ہے اور اس کی تاویل کرنا زیغ وضلال اور کفر والحاد ہے۔

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ (علی صاحبها الف الف تحية وسلام) کو صراط مستقیم کی توفیق بخشیں اور اسے ہر قسم کے شر وفساد ضلال والحاد اور کفر وعناد سے بچائیں۔

اختتامیہ

میں ان ہی سطور پر مقدمہ عقیدۃ الاسلام کو ختم کرتا ہوں۔ کتاب عقیدۃ الاسلام آپ کے سامنے ہے۔ اس کے مطالعہ سے حق وصواب کی راہیں کھلیں گی اور کسی کجرو کے کفر والحاد کی گنجائش نہ رہے گی۔ اس مقدمہ کا نام ''نزل اهل الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام'' رکھتا ہوں۔

وصلى الله على صفوة البرية خاتم النبيين محمد واخوانه
الانبياء والمرسلين والشهداء والصالحين اجمعين ۰ الفقير الى الله تعالیٰ!

محمد یوسف بن سید محمد زکریا بن سید میر مزمل شاہ بن میر احمد شاہ
البنوری الحسینی مدیر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
بروز ہفتہ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ

نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ
اسلامی اصول کی روشنی میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم !

تعارف!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا یہ مقالہ اوّلاً سہ روزہ صدق لکھنؤ کی اشاعت ۱۸شعبان المعظم تا۱۲رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ میں شائع ہوا۔

ثانیاً ماہنامہ بینات کراچی شعبان المعظم۱۳۹۱ھ میں شائع ہوا۔

ثالثاً جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے بصائر وعبر کے حصہ اوّل ص۳۶۸ تا ص۳۹۴ میں شائع فرمایا۔

اب ہمیں احتساب قادیانیت کی جلد ہذا میں حوالہ جات کی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت نصب ہو رہی ہے۔ فلحمدللّٰہ! (مرتب)

حامداً ومصلّیاً!

امام حجۃ الاسلام غزالی ’’مقاصد الفلاسفۃ‘‘ وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ: ’’یونانیوں کے علوم میں حساب ہندسہ اور اقلیدس یقینی علوم تھے۔ ان کو یقینی اور صحیح پاکر ان کے بقیہ علوم الٰہیات طبعیات، نجوم وغیرہ کو بھی بعض لوگ ان کی تقلید میں صحیح خیال کرنے لگے۔‘‘

حقیقت میں یہ ایک عام چیز ہے۔ نہ اس عہد کی تخصیص ہے۔ نہ یونانیوں کے علوم کی خصوصیت۔ اکثر جب لوگ کسی کی شخصیت سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ان کے بعض خود ساختہ غلط نظریات وافکار کو ہی یا تو صحیح مان لیتے ہیں یا اس میں تاویل کے درپے ہو جاتے ہیں اور ان کی شخصیت کو بچاتے رہتے ہیں۔ آج کل یہی وبا پھیل رہی ہے۔ بعض مشاہیر جن کے بعض کمالات وخصائص عوام میں مسلّم ہوگئے ہیں۔ اکثر لوگ ان کی شخصیت اور بعض خصوصیات سے مرعوب ہوکر ان کے بقیہ خیالات وافکار کو بھی صحیح تصور کرنے لگتے ہیں اور بسا اوقات اس میں غلو کر کے

ان ہی تحقیقات کو صحیح نظریات سمجھنے لگتے ہیں۔ اس عقلی ترقی کے دور میں یہ چیز خود دنیا کے دوسرے عجائبات کی طرح حیرت انگیز ہے۔ ایک طرف کبار امت اور اساطین اسلام، عمائدین اشعری، ماتریدی، باقلانی، غزالی، رازی، آمدی وغیرہ جیسے محققین اسلام کی تحقیر کی جاتی ہے۔ کبار فقہائے امت اور اکابر محدثین کے فیصلوں کو بنظر اشتباہ دیکھا جاتا ہے اور دوسری طرف قرن حاضر کے بعض ارباب قلم کی قلمی جولانیوں سے متأثر یا ان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر ان کے ہر فکر اور ہر خیال کو قطعی خیال کرنے لگتے ہیں۔ کچھ دنوں سے ہندوستان کے مؤقر جریدہ صدق میں نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ زیر بحث ہے جو مدتوں پہلے سے فیصلہ شدہ اور جو فتنہ قادیانیت کی وجہ سے پھر تقریباً چالیس سال زیر بحث رہا اور جس پر متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ مولوی ابوالکلام صاحب مولوی جاراللہ صاحب مولانا عبید اللہ صاحب سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی اور مولانا آزاد نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اگر یہ عقیدہ نجات کے لئے ضروری ہوتا تو قرآن میں کم سے کم (واقیموا الصلوۃ) جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح اب آنے والا نہیں .... الخ!

اس وقت بھی میں نے اس خیال کی تردید میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا جو بعض ارباب جرائد کی مداہنت سے شائع نہ ہو سکا اور نہ اس کا مسودہ میرے پاس ہے۔ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو اصل داعیہ اس قسم کے خیالات میں عقلی استبعاد ہے اور بدقسمتی سے اپنے عقلی معیار کو ان حضرات نے اتنا بلند سمجھا ہے کہ نبوت کا منصب گویا اس عقول قاصرہ کو دے دیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض نیک دل ارباب قلم ان ہی حضرات کی شخصیتوں سے مرعوب ہو کر غیر شعوری تقلید میں کچھ درمیانی صورت اختیار کرنے لگے ہوں۔

اہل حق کے مسلک کی تائید میں جناب محترم مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے ایک مقالہ صدق میں شائع فرمایا۔ اس کے جواب میں جے پور کے ایک محترم نے بہت طویل مقالہ صدق میں شائع فرمایا جس کی تنقیح حسب ذیل امور میں ہو سکتی ہے۔

۱...... نزول مسیح کا عقیدہ صحیح ہے لیکن ظنی ہے یقینی نہیں۔

۲...... نزول مسیح کے بارے میں احادیث اصطلاحی تواتر کو نہیں پہنچیں۔

۳...... نزول مسیح کے بارے میں اجماع کا نقل مشتبہ ہے غیب کے آئندہ امور میں اجماع محل نظر ہے۔

ممکن ہے کچھ اور اجزاء بھی تنقیح طلب ہوں۔لیکن اصلی مدار ان تین چیزوں پر ہے اور یہی زیادہ اہم بھی ہیں۔اس وقت اس مختصر فرصت میں اس مسئلہ کی نوعیت میں بعض خطرناک اصولی غلطیاں جو پیش آ رہی ہیں۔ان کا تصفیہ مقصود ہے۔جے پوری صاحب نہ تو میرے مخاطب خاص ہیں۔نہ ان کے مضمون کی سطر سطر کی تردید یا گرفت منظور ہے۔نہ طالبعلمانہ بحثوں میں الجھنا مقصود ہے۔نہ ان کی نیت پر حملہ ہے۔صرف طالب حق کے لئے چند اصولی اساسی امور بیان کرنے ہیں۔باقی جحود وعناد کا تو کوئی علاج نہیں۔والسلام علی من اتبع الھدیٰ!

۱...... دین اسلام کے مہمات عقائد واعمال یا اصول وفروع کا ایک ذخیرہ جیسے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔اسی طرح اعتقادی وعملی ضروریات دین ہم تک بذریعہ توارث یا تعامل طبقہ بہ طبقہ بھی پہنچتے رہے ہیں۔بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ دین اسلام اور اس کی کل ضروریات ہم کو اسی توارث کے ذریعہ پہنچی ہیں۔لاکھوں کروڑ[illegible] مسلمان جن کو نہ تو قرآنی تعلیمات کی پوری خبر ہے۔نہ احادیث نبویہ کا علم ہے۔لیکن باوجود اس کے وہ دین کی مہمات وضروریات سے واقف رہتے ہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ عوام کا ایمان اجمالی ہوتا ہے۔تفصیلات کے وہ اس وقت مکلف ہوتے ہیں۔جب ان کے علم میں آ جائے۔یہ حق تعالیٰ کا ایک مستقل احسان ہے کہ باوجود اس دینی توارث کے قرآن کریم وحدیث نبوی ﷺ کی شکل میں ایک ایسا دستور اساسی بھی دے دیا کہ اگر کسی وقت مدتوں کے بعد اس دینی عملی توارث میں فتور یا قصور آ جائے یا لوگ منحرف ہو جائیں تو تجدید واحیاء کے لئے ایک مکمل اساسی قانون اور علمی ذخیرہ بھی محفوظ رہے۔تاکہ امم سابقہ کی طرح ضلالت کی نوبت نہ آئے اور حق تعالیٰ کی حجت پوری ہو جائے۔اور ظاہر ہے جب کتاب الٰہی خاتم الکتب الالٰہیہ ہو اور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہوں اور دین خاتم الادیان اور امت خیر الامم ہو تو اس کے لئے یہ تحفظات ضروری تھے اور اس لئے اس علمی قانون پر عمل کرنے کے لئے عملی نمونوں کی ایک جماعت بھی ہمیشہ موجود رہے گی۔تاکہ علمی وعملی دونوں طرح حق وباطل کا امتیاز قائم رہ سکے اور پوری طرح تحفظ کیا جائے اور مزید اطمینان یا اتمام حجت کے لئے دونوں باتوں کا صاف صاف نہایت مؤکد طریقہ پر اعلان بھی کر دیا۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

۱...... ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۰ الحجر:۹'' ﴿ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔﴾

۲...... اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:''لا تزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لا یضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتی یاتی امر الله وهم علی ظاهرون ۔ مسلم ج۲ ص۱۴۳ باب قوله لاتزال طائفة من امتی '' ﴿یعنی ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے دین حق پر قائم رہے گا۔ کسی کے امداد نہ کرنے سے یا مخالفت کرنے سے ان کا کچھ نہ بگڑے گا۔﴾

اور میرے خیال ناقص میں تو (فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون)اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھتے رہو میں بھی ایک لطیف اشارہ ہے کہ ہر دور میں کچھ اہل حق ضرور ہوں گے۔ بہر حال اتنی بات واضح ہوئی کہ محافظین حق اور قائمین علی الحق کا ایک گروہ قیامت تک ہوگا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مہمات دین کے لئے صرف علمی اور ذہنی دستور اساسی ہی نہیں ۔ بلکہ ایک عملی نمونہ بھی موجود رہے گا اور اسی طرح توارث اور تعامل کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا۔ اگر بالفرض وہ علمی و دفتری قانون دنیا سے مفقود بھی ہو جائے تو حصول مقصود کے لئے اس گروہ کا وجود بھی کافی ہوگا۔

دین اسلام کی بہت سی ضروریات اور قطعیات مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، خرید وفروخت کی اجازت، شراب خوری، زنا کاری، قتل وقتال کی حرمت وغیرہ وغیرہ بیسیوں باتیں اسی توارث کے ذریعہ سے ہم تک پہنچتی رہی ہیں ۔ بلکہ نماز کی بعض کیفیات اور زکوۃ کی بعض تفصیلات نہ تو صریح قرآن سے ثابت ہیں ۔ نہ اس بارے میں احادیث اصطلاحی متواتر ہیں ۔لیکن باوجود اس کے دنیا جانتی ہے کہ وہ سب چیزیں ضروری اور قطعی ہیں اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں ۔

۴...... ادلہ سمعیہ یعنی عقائد واحکام کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث کی نصوص چار قسم کی ہوتی ہیں:

الف...... ثبوت و دلالت دونوں قطعی ہوں ۔

ب...... ثبوت قطعی ہو دلالت ظنی ہو۔

ج...... دلالت قطعی ہو ثبوت ظنی ہو۔

د...... ثبوت و دلالت دونوں ظنی ہوں ۔

ثبوت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ورسول ﷺ کا کلام ہے۔ دلالت کے معنی یہ کہ اس کے کلام کی مراد یہ ہے۔

قرآن واحادیث متواترہ ثبوت کے اعتبار سے دونوں قطعی ہیں۔ البتہ دلالت کے اعتبار سے کبھی قطعیت ہوگی کبھی ظنیت۔

اخبار احاد میں تیسری چوتھی قسم پائی جاتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے عبدالعزیز بخاری کی کتاب ''کشف الاسرار شرح اصول فخر الاسلام'' اور ''شرح تحریر الاصول'' ابن امیر حاج وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ پہلی قسم سے انکار کفر ہے۔ دوسری تیسری قسم کے انکار سے کفر تک نوبت نہیں پہنچتی۔

۳...... تصدیق رسالت جو بنیادی عقیدہ ہے اس میں تصدیق کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ہر بات کو دل قبول کرے اور تسلیم کرے قرآن میں (وصدق به) اور (ویسلموا تسلیما) سے یہی مراد ہے۔ صرف کسی شے کا علم میں آجانا جو منطقی ومعقول تصدیق ہے قطعاً کافی نہیں ہے۔ ورنہ صرف معرفت تو بہت سے یہودیوں کو اور ہرقل کو بھی حاصل تھی۔ لیکن مسلمان ہونے کے لئے اور نجات کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوئی۔

۴...... احادیث متواترہ کا افادۂ قطعیت اہل حق بلکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔

۵...... اصطلاحی تواتر میں ایک شرط یہ ہے کہ ہر دور میں نقل کرنے والے اتنے ہوں کہ غلطی اور شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ نقل کرنے والوں کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ بسا اوقات کسی خاص موقع پر پانچ خاص آدمیوں کی روایت سے یقین حاصل ہوتا ہے جو پچاس دوسروں سے کسی دوسرے موقع پر حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے علماء اصول نے تصریح کردی ہے کہ بیان کرنے والوں یا سننے والوں کے مرتبہ سے فرق پڑ جاتا ہے اور کبھی مضمون اور بات کی نوعیت سے بھی تفاوت ہوسکتا ہے۔ (دیکھئے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج ۲ص ۱۱۰ مطبوعہ مصر)

۶...... بعض اصولیین کے نزدیک تواتر حدیث کا مدار راویوں کی کثرت اور طرق ومخارج کی تعداد پر نہیں بلکہ دارومدار تلقی بالقبول پر ہے۔ جن احادیث کو قرن اوّل یعنی صحابہؓ کے عہد ہی میں امت نے قبول کرلیا ہے وہی متواتر ہیں۔ اس تعریف کے پیش نظر متواتر احادیث کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ بعض محققین نے اسی تعریف کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عملی اعتبار سے قبولیت عامہ نفس کثرت رواۃ سے کہیں زیادہ موثر اور قوی ہے۔ اسی کو ہم نے توارث وتعامل سے تعبیر کیا ہے۔ عنقریب اس بات کی تائید دوسری طرح سے بھی ہوجائے گی۔

۷...... قرن اوّل میں ناقلین شرط تواتر پر ہوں اور قرن ثانی وثالث میں کمی آجائے۔ یہ محض عقلی احتمال ہے۔ ذخیرہ حدیث میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بلکہ احادیث کی روایت میں واقعہ یہ ہے کہ یہ راوی بڑھتے گئے اور قرن ثانی وثالث میں اخبار احاد کے راوی بھی اس کثرت کو پہنچ گئے ہیں جو قرن اوّل میں احادیث متواترہ کے بھی نہیں تھے۔

جے پوری صاحب کو یہاں بھی بظاہر اشتباہ ہے۔ اگرچہ آخری جزو کو خود بھی ایک مقام پر تسلیم کر گئے ہیں۔

۸...... احادیث متواترہ کا ذخیرہ حدیث میں نہ ہونا یا نہایت کم ہونا دونوں دعوے تحقیق اور واقعیت کے خلاف ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محققین اس خیال کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے خیالات کا منشاء احوال رواۃ وکثرت طرق پر قلت اطلاع کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ صحاح ستہ میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے تو دو مستقل رسالے تصنیف کیے ہیں۔ جن میں احادیث متواترہ کو جمع کیا ہے:

(۱)...... الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة ! یہ رسالہ چھپ چکا ہے۔

(۲)...... تدريب الراوي (ص۱۹۱) فتح المغيث للعراقي (ص۱، ۲۷) فتح المغيث للسخاوي (ص۹۵)

۹...... محدثین میں کبار محدثین کی رائے یہ ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی وہ احادیث صحیحہ جو درجہ تواتر کو نہیں بھی پہنچیں وہ بھی قطعی ہیں اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ استاذ ابومنصور بغدادیؒ امام ابواسحق اسفرائینیؒ امام الحرمینؒ، امام ابوحامد اسفرائینیؒ، قاضی ابوطیب طبریؒ، امام ابواسحق شیرازیؒ، شمس الائمہ سرخسی حنفیؒ، قاضی عبدالوہاب مالکیؒ، ابویعلیٰ حنبلیؒ، ابوخطاب حنبلیؒ، ابن فورک ابن طاہر مقدسیؒ، ابونصر عبدالرحیم شافعیؒ ابن صلاحؒ وغیرہ محققین مذاہب اربعہ کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ اکثر اشاعرہ اور عام محدثین کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی رائے ہے۔ متاخرین میں سے ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجرؒ سیوطیؒ کا یہی دعویٰ ہے۔ نووی وغیرہ نے جو خلاف کیا ہے حافظ ابن حجرؒ نے اس کو بھی نزاع لفظی بتایا ہے۔ (الانصاح في المحاكمة بين النووي وابن الصلاح) ابوعلی غافی کی جو اس موضوع پر مستقل کتاب ہے۔ وہ بھی نزاع لفظی

ٹھہراتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: ’’علم قطعی نظری کا افادہ سب کے یہاں مسلم ہے۔امام ابن طاہر مقدسیؒ تو یہاں تک فرمائے ہیں کہ جو صحیحین کو روایتیں نہیں ہیں۔لیکن صحیحین کی شرط پر ہوں۔وہ بھی مفید قطع ہیں۔مکہ کے کبار تابعین میں سے عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ:

ان ما اجمعت علیه الامة اقوی من الاسناد۔’’جس حدیث پر امت کا اتفاق ہو کہ یہ صحیح ہے نفس اسناد کے تواتر سے یہ زیادہ قوی چیز ہے۔‘‘

امام ابو اسحٰق اسفرائینیؒ فرماتے ہیں کہ:

اهل الصنعة مجمعون علی ان الاخبار التی اشتمل علیها الصحیحان مقطوع بصحة اصولها ومتونها فمن خالف حکمه خبراً منها ولیس له تاویل سائغ للخبرنقضنا حکمه لان هذه الاخبار تلقتها الامة بالقبول اه۔فتح المغیث للسخاوی !’’محدثین سب اس پر متفق ہیں کہ بخاری ومسلم کی احادیث سب قطعی ہیں اگر بغیر صحیح تاویل کوئی ایک حدیث کی بھی مخالفت کرے گا تو اس کے حکم کو ہم توڑیں گے کیونکہ امت محمدیہ نے ان احادیث کو قبول کر لیا ہے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

الاجماع علی القول بصحة الخبر اقوی فی افادة العلم من مجرد کثرة الطرق !’’کسی حدیث کی صحت پر علماء کا متفق ہونا۔افادہ علم (قطعیت) میں کثرت طرق سے زیادہ قوی ہے۔‘‘

۱۰...... متواتر لفظی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ بعینہ ایک ہی لفظ سے وہ احادیث مروی ہوں۔بلکہ جس لفظ سے بھی ہوں مضمون ایک ہونا چاہئے اور ایک یا دو محدثین نے جو نفی تواتر حدیث کا دعویٰ کیا تھا یا صرف ایک ہی مثال بتلائی تھی۔بعض محققین کے نزدیک ان کی مراد بھی یہی ہے کہ ایک لفظ سے متواتر کی مثال نہیں ملتی۔عزیز الوجود ہے گویا ان کے نزدیک بھی احادیث متواترہ بہت ہیں۔لیکن ایک لفظ سے نہیں ہیں۔صرف حدیث (من کذب علیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار) کو ایسا بتلایا گیا ہے۔اس بنا پر نزاع بھی لفظی ہو جاتا ہے۔متواتر معنوی کے یہ معنی نہیں کہ لفظ مختلف ہوں اور مضمون سب میں ایک ہو۔بلکہ یہ معنی ہیں کہ ہر ایک حدیث میں مضمون الگ الگ ہو اور ایک بات قدر مشترک نکل آئے۔جیسے احادیث معجزات کہ ہر ایک اگرچہ اخبار احاد میں سے ہے۔لیکن نفس ثبوت معجزہ سب میں قدر مشترک ہے۔اسی کو

اصطلاح میں تواتر معنوی یا تواتر قدر مشترک کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت۔

۱۱...... ادلّ شرعیہ میں ایک دلیل اجماع امت ہے۔ اگر اس اجماع کا ثبوت قطعی ہو تو اجماع قطعی ہوگا اور اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ جیسے دوسری قطعیات شرعیہ کا منکر بعض عقائد اگرچہ اخبار احاد سے ثابت ہوں۔ لیکن ان پر امت کا اجماع ہو جائے وہ بھی قطعی ہو جاتے ہیں۔ کما فی التلویح وشرح التحریر (۱۱۶،۳) آئندہ غیبی امور کے متعلق علامات قیامت کے بارے میں اگر اجماع ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس بارے میں مخبر صادق سے جو نقل ہے وہ صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (۲۹۶،۲) شرح تحریر الاصول لابن امیر الحاج (۱۱۶،۳) حدوث عالم پر اجماع کے معنی بھی یہی ہیں۔ جیسے فتح الباری (ج ۱۲ ص ۱۷۷) میں تقی الدین ابن دقیق العید سے منقول ہے۔ جے پوری صاحب نے اس بارے میں کسی قدر تلبیس سے کام لیا ہے۔ فلیتنبه!

۱۲...... جو چیز قرآن کریم یا احادیث متواترہ سے ثابت ہو یا اجماع امت سے اور دلالت بھی قطعی ہو تو وہ سب ضروریات دین میں داخل ہیں۔ ضروریات دین کے معنی یہ ہیں کہ ان کا دین اسلام سے ہونا بالکل بدیہی ہو۔ خواص سے گزر کر عوام تک اس کا علم پہنچ گیا ہو۔ یہ نہیں کہ ہر عامی کو اس کا علم ہو۔ کیونکہ بسا اوقات تعلیم دین نہ ہونے سے بعض ضروریات دین کا علم عوام کو نہیں ہوتا۔ لیکن تعلیم کے بعد اور جان لینے کے بعد اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ بعض متواترات شرعیہ کے جہل سے تو کفر لازم نہیں آتا۔ لیکن معلوم ہونے کے بعد جحود وانکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو جواہر التوحید کی شرح (ص ۵۱) وحاشیہ ''الموافقات'' للشاطبی (۱۵۶،۳) واکفار الملحدین (ص۲)

۱۳...... ضروریات دین کا انکار کرنا یا اس میں خلاف مقصود تاویل کرنا دونوں کو علماء کرام نے موجب کفر بتلایا ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے اس موضوع میں التفرقة بین الاسلام والزندقة! مستقل کتاب لکھی ہے اور فیصلہ کن بحث فرمائی ہے۔ مدت ہوئی مصر سے چھپ کر آ گئی ہے اور غالباً ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے اور امام العصر محدث وقت حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہؒ کی کتاب اکفار الملحدین فی ضروریات الدین! اس موضوع پر نہایت ہی جامع اور بے مثل کتاب ہے۔

۱۴...... جو چیز متواتر ہو جائے وہ دین میں ضروری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ متواتر کا افادۂ علم ضروری قطعی مسلمات سے ہے۔ پس اگر کسی کو اس کا علم ہو جائے کہ یہ حدیث احادیث متواترہ میں سے ہے یا یہ بات حدیث متواتر سے ثابت ہے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق کائنات ماضیہ سے ہو یا مغیبات مستقبلہ سے ہو۔ خواہ عقائد کے متعلق ہو۔ خواہ احکام کے بارے میں ہو۔ تصدیق رسالت کے لئے اس سے چارہ نہیں۔ ورنہ تکذیب رسول کا کفر ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ بہر حال تصدیق رسول کا ایمان کے لئے ضروری ہونا اور تکذیب سے کفر کا لازم آنا۔ یہ خود دین کی ضروریات میں داخل ہے۔ کتب کلامیہ اور کتب اصول فقہ میں یہ قواعد کلیہ مفصل مل جاتے ہیں۔ بطور نمونہ ہم اس سمندر سے چند قطرے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱)...... ومن اعترف بكون شيىء من الشرع ثم جحده كان منكرا للشرع وانكار جزء من الشرع كانكار كله (شرح التحریر ۳،۱۱۳) ''جو شخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے۔ باوجود اس کے اس کا انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے۔''

(۲)...... وصح الاجماع على ان كل من جحد شيئاً صح عنده بالاجماع ان رسول الله ﷺ اتى به فقد كفراوجحد شيئا صح عنده بأن النبى ﷺ قاله فهو كافر ۰ الملل لابن حزم ج ۲ ص ۲۷۵ باب الكلام فمين يكفر ولا يكفر!''اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں اس کا انکار کفر ہے۔ یا یہ مانتا ہو کہ آپ ﷺ فرما چکے ہیں باوجود اس کے نہ مانے یہ کفر ہے۔''

(۳)...... من انكر الاخبار المتواتر فى الشريعة مثل حرمة لبس الحرير على الرجال كفر ۰ شرح فقه اكبر نقلا عن المحيط ص ۲۰۳ مجتبائى دهلى!''کسی شرعی حکم کی حدیث متواتر ہو اور اس سے انکار کیا جائے تو کافر ہوگا۔ جیسے ریشمی لباس مردوں کے لئے۔''

(۴)...... فصار منكر المتواتر ومخلفه كافراً ۰ اصول فخر الاسلام بحث السنه!''متواتر کا انکار یا مخالف دونوں کفر ہیں۔''

(۵)...... والصحيح انِ كل قطعى من الشرع فهو ضرورى ۰

المحصول للرازی بحواله اکفار الملحدین ص۶۷!''دین میں جو چیز قطعیات کو پہنچ چکی ہو۔ وہ ضروریات دین میں داخل ہے۔''

(۶)...... شروط القطع فی النقلیات التواتر الضروری فی النقل والتجلی الضروری فی المعنی۔ ایضاً ص۶۸!''شرعی امور جب تواتر سے ثابت ہوں اور معنی بھی واضح ہوں۔ یہی قطعیت ہے۔''

(۷)...... کل مالم یحتمل التأویل فی نفسه وتواتر نقله ولم یتصور ان یقوم برهان علی خلافه فمخالفته تکذیب محض۔ التفرقة للغزالی ص۱۹۶ مطبوعه حلب!''جس چیز کی نقل متواتر ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اور کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو۔ تو ایسی چیز کی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔''

(۸)...... بل انکار المتواتر عدم قبول اطاعة الشارع......ورد علی الشریعة وان لم یکذب وهو کفر بواح نفسه۔ شرح الاشباه للحموی۔ د رد المختار طحطاوی بحواله اکفار الملحدین ص۹۴،۹۵ طبع دهلی!''بلکہ حقیقت میں تو متواتر کا انکار شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم اطاعت ہے اور شریعت اسلام کا رد ہے۔ جو خود کھلا ہوا کفر ہے۔ اگرچہ تکذیب نہ کرے۔''

(۹)...... ومن انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا اله الاالله۔ السیر الکبیر الامام محمد ج۵ ص۲۶۸ باب مایکون الرجل به مسلماً!''شریعت اسلامیہ کی کسی چیز سے انکار کرنا کلمہ اسلام سے انکار کرنا ہے۔''

(۱۰)...... فلا خلاف بین المسلمین ان الرجل لو اظهر انکار الواجبات الظاهرة المتواترة ونحرذلك فان یستتاب فإن تاب والا قتل کافراً مرتداًه۔ شرح عقیده طحاویه مطبوعه حجاز ص۲۹۹ طبعَ مکتبه سلفیه لاهور!''امت مسلمہ میں کوئی خلاف اس بارے میں نہیں کہ جو کوئی متواتر سے انکار کرے۔ چاہے اس کا کرنا فرض ہو یا ترک حرام ہو۔ اس سے توبہ نہ کرے تو کافر ہے اور واجب القتل ہے۔''

(۱۱)...... لا یکفر اهل القبلة الافیمافیه انکار ماعلم مجیئه با لضرورة اواجمع علیه کاستحلال المحرمات۔ المواقف ومثله فی العضدیه!

''اہل قبلہ کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک ضروریات دین کا یا کسی ایسی چیز کا جس پر اجماع منعقد ہوا انکار نہ کرے۔ مثلاً حرام کو حلال سمجھنا۔''

(۱۲)...... وكذلك يقطع بتكفير من كذب او انكر قايدة من قواعد الشريعة وما عرف يقينا بالنقل المتواتر من فعل رسول الله ﷺ! ''جو شخص تکذیب کرے یا کلیات شریعت میں سے کسی قاعدہ سے انکار کرے یا جو چیز نبی کریم ﷺ سے متواتر ثابت ہو۔ اس سے انکار کرے اس کی تکفیر قطعی و یقینی ہے۔''

(۱۳)...... وخرق الاجماع القطعي الذى صارمن ضروريات الدين كفر. كلّيات ابى البقاء بحواله اكفار الملحدين ! ''قطعی اجماع جو ضروریات دین میں داخل ہے۔ اس کا خلاف کرنا کفر ہے۔''

(۱۴)...... ضروریات دین کی مثال میں علماء امت اپنی اپنی کتابوں میں دو چار مثالیں ذکر کر دیتے ہیں۔ ناظرین کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ ضروریات دین بس یہی ہیں۔ آگے سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہ چیز جے پوری صاحب کو بھی پیش آ رہی ہے۔ حالانکہ ان اکابر کا مقصود محض مثال پیش کرنا ہے۔ نہ استقصاء، نہ حصر، نہ تخصیص۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ذیل میں ہم ان مثالوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں جو سرسری محنت سے مل سکیں۔ تاکہ اس مختصر فہرست سے خود بخود یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مقصود تمثیل تھی نہ پوری فہرست۔ کتب فقہ، اصول فقہ، کتب کلام اصول حدیث میں ذیل کی مثالیں ملتی ہیں۔

اثبات علم الٰہی، قدرت محیط، ارادۂ کاملہ، صفت کلام قرآن کریم، قدم قرآن، قدم صفات باری، حدوث عالم، حشر اجساد، عذاب قبر، جزاء و سزا، رؤیت باری قیامت میں، شفاعت کبریٰ، حوض کوثر، وجود ملائکہ، وجود کراماً کاتبین، ختم نبوت، نبوت کا وہبی ہونا، مہاجرین و انصار کی اہانت کا عدم جواز، اہل بیتؓ کی محبت، خلافت شیخینؓ، پانچ نمازیں، فرض رکعات کی تعداد، تعداد سجدات، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، مقادیر زکوٰۃ، حج، وقوف عرفات، تعداد طواف، جہاد، نماز میں استقبال کعبہ، جمعہ، جماعت، اذان، عیدین، جواز مسح خفین، عدم جواز سب رسول، عدم جواز سب شیخین، انکار جسم، انکار حلول اللہ، عدم استحلال محرمات، رجم زانی محصن، حرمت لبس حریر (ریشم پہننا) جواز بیع، غسل جنابت، تحریم نکاح امہات، تحریم نکاح بنات، تحریم نکاح ذوی المحارم، حرمت خمر، حرمت قمار۔ اس وقت یہ اکیاون مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اب تو خیال مبارک میں آ گیا

ہوگا کہ بعض وہ امور جس کی طرف التفات بھی نہ ہوگا۔ وہ بھی ضروریات دین میں داخل ہیں۔ اب ہم اس بحث کے آخر میں محقق ہند حضرت عبدالعزیزؒ صاحب کی عبارت کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ پوری عبارت اکفار الملحدین میں منقول ہے۔ اس سے انشاء اللہ! یہ بات بالکل بدیہی ہوجائے گی کہ ضروریات دین کے لئے ضابطہ کلیہ کیا ہے اور جو چیزیں بطور تمثیل پیش کی جاتی ہیں۔ ان کا دائرہ صرف تمثیل ہی کی حد تک محدود ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ضروريات الدين منحصرة عندهم فى ثلاثة مدلول الكتاب بشرط ان يكون نصاً صريحاً لا يمكن تاويله كتحريم البنات والامهات ومدلول السنة المتواترة لفظاً اومعنى سوأ كان من الا عتقاديات اومن العمليات وسواء كان فرضاًاونفلاً ...... والمجمع عليه اجماعاً قطعياً . كخلافة الصديق والفاروق ونحو ذالك ولاشبهة أن من أنكر أمثال هذه الأمورلم يصح ايمانه بالكتاب والنبيين . اكفار الملحدين ص ۹۱ مطبوعه دهلى!

﴿ضروریات دین تین قسم کے ہیں۔ پہلی قسم یہ کہ تصریح نص قرآنی سے ثابت ہوں۔ جیسے ماں بیٹی سے نکاح کا حرام ہونا۔ دوسری قسم یہ کہ سنت متواترہ سے ثابت ہوں۔ تواتر خواہ لفظی ہوخواہ معنوی۔ عقائد میں ہو یا اعمال میں ہو۔ فرض ہو یا نفل ہو۔ تیسری قسم یہ ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہوں۔ جیسے صدیق اکبرؓ وفاروق اعظمؓ کی خلافت وغیرہ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کے امور سے اگر انکار کیا جائے تو اس شخص کا ایمان قرآن اور انبیاء پر صحیح نہیں ہے۔﴾

امام العصر محدث حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہؒ مزید توضیح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ضروری کے معنی یہ ہیں کہ حضرت رسالتمآب ﷺ سے اس کا ثبوت ضروری ہو۔ دین سے ہونا یقینی ہو اور جو بھی اس کا شرعی مرتبہ ہو۔ اسی درجہ کا عقیدہ اس کا ضروری ہوگا۔ مثلاً نماز فرض ہے اور فرضیت کا عقیدہ بھی فرض ہے اور اس کا سیکھنا بھی فرض ہے اور انکار کفر ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا سنت ہے اور سنت ہونے کا عقیدہ فرض ہے اور سیکھنا سنت اور انکار کرنا کفر ہے اور عملاً ترک کردینا باعث عتاب یا عقاب ہے۔ اب امید ہے کہ اس تشریح سے ضروریات دین کی حقیقت واضح ہوگئی ہوگی۔ بات تو بہت لمبی ہوگئی۔ لیکن توقع ہے کہ طالب حق کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگی اور آج کل جو عام طور سے ایمان وکفر کے قواعد یا مسائل میں عوام کو یا عالم نما جاہلوں کو شبہات وشکوک

یا وساوس پیش آ رہے ہیں۔ان کا بھی اس سے تصفیہ ہو جائے گا۔اس طولانی تمہید کے بعد ان ہی اصول مذکورہ کی روشنی میں ہم نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو پرکھتے ہیں۔اگرچہ ہمارا اصلی مقصد تو پورا ہو گیا۔اب طالب حق خود ہی ان اصول اسلامیہ اور قواعد مسلمہ کی روشنی میں تفتیش کر کے مزید ضروریات دین کا سراغ بھی لگا سکے گا۔لیکن تبرعاً چند مختصر گذارشات بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔نزول مسیح علیہ السلام کے تین پہلو ہیں۔قرآنی حیثیت اس کی کیا ہے؟۔حدیثی مرتبہ کیا ہے؟۔اجماع امت کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟۔تینوں امور واضح ہونے کے بعد خود بخود یہ چیز اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں۔

نزول مسیح اور قرآن کریم

(۱)...... وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا ۰ زخرف ۲۱ ﴿اور بے شک وہ نشانی ہے قیامت کی۔پس نہ شک کرو اس میں۔﴾

ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ صحابہ میں سے،تابعین میں سے ابوالعالیہ،ابو مالک،عکرمہ،حسن،قتادہ،،ضحاک،مجاہد وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے آیت کریمہ کی صحیح تفسیر یہ منقول ہے کہ:''انہ'' کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔قرآنی سیاق کا تقاضا بھی یہی ہے اور علم کے معنی نشانی کے ہیں۔تفسیر ابن جریر،تفسیر ابن کثیر،تفسیر در منثور میں مجاہد سے مروی ہے کہ:

قال آیۃ للساعۃ خروج عیسی ابن مریم قبل یوم القیامۃ۔ ''فرمایا کہ قیامت کی نشانی ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔''

حافظ ابن کثیرؒ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہی تفسیر صحیح ہے۔ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف تفسیر جب منقول نہیں تو ایسی صورت میں حبر امت اور بحر امت ترجمان القرآن ابن عباسؓ کی تفسیر سے زیادہ راجح کون سی تفسیر ہو سکتی ہے۔اب ترجمہ آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ:''یقینی یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہے۔پس اس میں شک نہ کرو۔'' تفصیل کے لئے تفسیر ابن جریر(۲۵،۵۴)مطبوعہ میریہ،تفسیر ابن کثیر(۹،۱۴۶)مطبوعہ میریہ،الدر المنثور(۶،۲۰)طبع مصر۔ عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام (ص۳)ملاحظہ ہو۔ اس لئے عقیدۃ الاسلام (ص۵) میں حضرت امام العصرؒ فرماتے ہیں کہ:

اذ اتـو اتـر ت الاحـاديـث بنزوله وتواترت الاثار وهو المتبادر من نـظـم الاية فـلا يـجـوز تـفسيـر بـغيـر ه ! ﴿جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی احادیث وآثار متواتر ہیں اور قرآن کریم کی آیت کا واضح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔﴾

وان مـن اهـل الـكتـاب الا ليؤ منن به قبل موته ويوم القيامة يكون عـليهـم شهيـدا ۰ الـنسـاء:۱۵۹ ! ﴿کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا۔ مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے قبل ایمان لائے گا۔﴾

مـوتـه ! کی ضمیر میں نزاع ہے۔ ابن جریر نے ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابن سیرین، ضحاک وغیرہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے مطابق اس کی تصحیح وترجیح فرمائی ہے کہ مـوتـه! کی ضمیر راجع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مقصود یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سب ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریر اپنی تفسیر میں اولٰی هذه الاقوال بالصحة! قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وهـذا الـقـول هـو الـحـق كما سنبيّنه بـالدليل الاقاطع ۰ انشاء اللّٰه!
''یہی قول حق ہے جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے ساتھ اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ''

ولا شك ان هذا الذى قاله ابن جرير هوالصحيح لا نه المقصود من سيـاق الاية! ''لاریب کہ یہ جو کچھ ابن جریرؒ نے فرمایا ہے یہی صحیح ہے۔ کیونکہ سیاق آیت سے یہی مقصود ہے۔'' عمدۃ القاری (۷،۲۵۲) میں اس تفسیر کو اہل العلم کی تفسیر بتلایا ہے۔

بہر حال قرآن کریم کی راجح تفسیر کی بنا پر ان دو آیتوں میں نزول مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ہاں! یہ دو آیتیں اس مقصود میں ظاہر الدلالۃ ہیں قطعی الدلالۃ نہیں۔ لیکن چونکہ احادیث صحیحہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور تواتر مفید قطعیت ہے۔ اس حیثیت سے یہ آیتیں مفید قطعیت ہوں گی۔ اگرچہ مقطوع غیرہ ہوں۔

بہر حال یہ تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اس موضوع کی تفصیل وتحقیق نکات ولطائف کو دیکھنے کا اگر شوق ہو تو عقیدۃ الاسلام اور تحیۃ الاسلام کی مراجعت کی جائے جو امام العصر مولانا انور شاہ قدس سرہ کی اس موضوع پر بے نظر کتابیں ہیں۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تواتر حدیث

اب رہا دوسرا پہلو! حدیثی اعتبار سے تو یہ پہلے ذہن نشین ہونا چاہئے کہ تواتر حدیث یا تواتر احادیث دونوں ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں اگر ایک متن مثلاً دس صحابہؓ سے مروی ہو تو یہ دس حدیثیں کہلائیں گی۔ اگر عدد صحابہؓ درجہ تواتر کو پہنچ گیا تو یہی حدیث متن کے اعتبار سے حدیث متواتر ہوگی۔ رواۃ اور کثرت طرق کے اعتبار سے احادیث متواترہ کی تعبیر زیادہ انسب ہوگی۔ بظاہر جے پوری صاحب اس سے بھی غافل ہیں۔ اب سنئے! اگر کسی حدیث کے رواۃ اور طرق بحث وتفتیش کے بعد درجہ تواتر کو پہنچ گئے ہیں تو ہر محدث کو اس حدیث کے متواتر کہنے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر چہ امت میں سے کسی نے تصریح نہ کی ہو۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ محدث نے بغیر بحث وتحقیق کے کسی حدیث کے متعلق فرما دیا ہو کہ یہ خبر واحد ہے۔ بعد میں تتبع طرق اور کثرۃ رواۃ سے کسی کو معلوم ہو کہ متواتر ہے تو وہ متواتر اور مفید للعلم القطعي ہوگی۔ نیز یہ معلوم رہے کہ ہر فن کا مسئلہ اس فن والوں سے لیا جاتا ہے۔ کسی حدیث کی تصحیح یا تحسین یا تضعیف یا خبر واحد یا مشہور ومتواتر ہونے کے لئے محدث کی شہادت پیش کی جائے گی۔ صرف فقیہ کا یہ منصب نہیں اور نہ صرف متکلم یا معقولی کا یہ وظیفہ ہے۔ ایک موقع پر جے پوری صاحب نے نزول مسیح کی احادیث کو اخبار احاد کہنے کے لئے تفتازانی کی عبارت پیش فرمائی ہے۔ یہ فن تفتازانی کا نہیں۔ وہ معانی وبیان یا منطق وکلام میں ہزار درجہ محقق ہوں تو ہوں۔ حدیث ان کا فن نہیں ہے۔ یہاں تو غزالیؒ، امام الحرمین رازیؒ آمدی جیسے اکابر کے اقوال بھی قابل اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ تفتازانی؟۔ ایسے موقع پر تو مغلطائیؒ ماردینیؒ مزیؒ ذہبیؒ عراقیؒ ابن حجرؒ عینیؒ ابن تیمیہؒ ابن قیمؒ ابن کثیرؒ وغیرہ محدثین امت اور حفاظ حدیث کی شہادت مقبول ہوسکتی ہے۔

سید جرجانی اور تفتازانی کی احادیث دانی جاننے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ چھ ماہ تک حب الهرة من الایمان میں مناظرہ کرتے رہے کہ یہ حدیث ہے اور من ابتدائیہ ہے یا تبعیضہ؟ بے چاروں کو اتنی بھی خبر نہیں ہوئی کہ حدیث موضوع ہے۔ خیر اس بحث کو رہنے دیجئے۔ احادیث نزول مسیح صحاح کی حدیثیں ہیں اور صحاح ہی میں عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حذیفہؓ، ابن اسیدؓ، ابو امامہؓ، باہلیؓ، جابر بن عبداللہؓ، نواس بن سمعانؓ سے مروی ہیں۔ ان میں سے ابو ہریرہؓ،

جابرؓ، حذیفہؓ، ابن عمرؓ کی حدیثیں تو صحیحین کی ہیں۔ اگر اس باب میں صرف شیخین ہی کی حدیثیں ہوتیں تو نمبر (۹) کے مطابق محققین اہل حدیث و کبار محدثین کے نزدیک ان کے افادہ یقین میں ذرا بھی شبہ نہیں اور صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد، سنن اربعہ وغیرہ کی حدیثیں ملا کر مرفوعات کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی ہے۔ کیا ستر کبار صحابہؓ جن کی فضیلت میں وحی متلو نازل ہوئی اور روئے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے بعد صدق شعار قوم ان سے زیادہ نہیں گزری۔ اگر لسان نبوت سے ان کی حکایت مفید للعلم نہیں ہوگی تو کس قوم کی ہوگی؟۔ اگر ہمیں کسی کے صلاح و تقوے اور صداقت کا یقین ہو اور بیس بائیس ایسے آدمی آ کر ہم سے کوئی بات بیان کریں تو انصاف سے بتایا جائے کہ ہمارے لئے مفید للعلم الیقینی ہوگی یا نہیں؟۔ حالانکہ ایک صحابیؓ ایک ہزار راویوں پر بھاری ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ساری امت پر بھاری ہے تو شاید مستبعد نہ ہوگا۔ پھر ان ستر صحابہؓ کی مرفوع احادیث کے علاوہ تقریباً تیس صحابہؓ و تابعینؒ سے آثار مرفوعہ بھی مروی ہیں اور محدثین کا یہ فیصلہ ہے کہ غیر قیاسی و غیر عقلی امور میں موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔ گویا سو مرفوع روایتیں باسانید صحیحہ و حسنہ جمع ہوگئی ہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ جن محدثین نے جن احادیث کے متعلق تواتر اصطلاح کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ کثرت رواۃ کثرت طرق اور کثرت مخارج میں اس کا مقابلہ کرسکتی ہیں؟۔ حدیث ''من کذب علّی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار ''جو سب سے اعلیٰ ترین متواتر حدیث کی نظیر پیش کی گئی ہے۔ اس کے رواۃ بھی تقریباً سو ہی تک پہنچے ہیں۔ حالانکہ مشکل ہے کہ سو کی سو روایتوں کے تمام رجال صحیح یا حسن تک پہنچیں۔ حدیث مسح خفین' باتفاق محدثین حدیث متواتر ہے۔ کتب اصول فقہ و کتب فقہ و شروح حدیث میں متعدد مواضع میں امام ابو حنیفہؒ کا یہ مشہور قول نقل چلا آتا ہے کہ:

''ماقلت بالمسح علی الخفین الا اذا جاء فی مثل ضوء النهار وانی اخاف الكفر علىٰ من لم يرا المسح علی الخفين ''، ''میں مسح خفین کا اس وقت قائل ہوا جبکہ دن کی روشنی کی طرح یہ مسئلہ میرے سامنے واضح ہوگیا اور جو شخص مسح خفین کا قائل نہیں مجھے اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔''

تو مسح خفین کے انکار سے کفر کا اندیشہ ہے اور تاریخ خطیب بغدادی میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے ان کا مسلک پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''افضل الشيخين واجب الختنين وأرى المسح على الخفين ''

''میں حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کو سب (صحابہؓ) سے افضل سمجھتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ مسح خفین کا قائل ہوں۔''

گویا سنی ہونے کے لئے مسح خفین کے ماننے کو ضروری معیار قرار دیا ہے۔ بالفاظ دیگر جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ میں نہ شیعی ہوں نہ خارجی ہوں۔ بلکہ سنی ہوں تو اس لئے کہ امامؒ کے نزدیک مسح علی الخفین کی احادیث متواتر ہیں اور مفید العلم القطعی ہیں۔ حالانکہ غسل رجلیں قرآن کریم کا قطعی حکم ہے اور احادیث غسل رجلین بھی متواترہ ہیں۔ دو قطعی دلیلوں سے فرضیت غسل رجلین ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی جمہور امت کے نزدیک مسح علی الخفین کا جواز یقینی ہے اور اس قطعی دلیل سے کتاب اللہ اور احادیث متواترہ غسل پر زیادتی ہوگئی۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ احادیث مسح علی الخفین بتشریح امام احمد بن حنبلؒ مرفوع حدیثیں کل چالیس ہیں۔ حالانکہ صحابہ میں سے بعض اکابر کا خلاف بھی منقول ہے۔ پھر یہ بھی مشکل ہے کہ یہ چالیس حدیثیں سب کی سب صحیح یا حسن ہوں۔ اس کے باوجود اتنی مقدار تواتر قطعی کے لئے کافی ہوئی۔

احادیث غسل رجلین کو متواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ بمشکل اکتیس حدیثیں منقول ہیں۔ احادیث معراج جسمانی کو متواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ کل رواۃ بیس تک پہنچتے ہیں۔ احادیث حوض کوثر کو متواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ کل احادیث پچاس تک پہنچتی ہیں۔ احادیث رفع یدین عند التحریمہ کو متواتر اصطلاحی کہا گیا ہے۔ حالانکہ کل حدیثیں بمشکل پچاس تک پہنچیں گی۔

حدیث: من بنی مسجداً للّٰہ ۰ مسلم ج ۱ ص ۲۰۱ باب فضل بناء المساجد...... الخ متواتر ہے۔ باوجودیکہ صحابہ روایت کرنے والے بیس سے متجاوز نہیں۔ ایسے ہی حدیث شفاعت۔ حدیث عذاب قبر۔ حدیث سوال منکر نکیر۔ حدیث المرء مع من أحب بخاری ج ۲ ص ۹۱۱ باب علامة الحیاء فی اللّٰہ۔ حدیث کل میسر لما خلق له ۰ ترمذی ج ۲ ص ۳۵ باب ماجاء فی الشفاء والسعادة۔ حدیث بدأ الاسلام غریباً...... الخ ۰ کنز العمال ج ۱ ص ۲٤۰ حدیث نمبر ۱۲۰۱۔ وغیرہ وغیرہ! ان سب حدیثوں کو اصطلاحی تواتر کے اعتبار سے متواتر کہا گیا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے تو کئی رسائل میں احادیث شفاعت، حوض کوثر، عذاب قبر کو سنت

متواترہ سے تعبیر کیا ہے۔ باوجودیکہ ان کے رواۃ وطرق احادیث نزول مسیح کے برابر کو نہیں پہنچتے۔

اب نہیں معلوم جے پوری صاحب کے یہاں وہ کون سی شرط ہے جو حدیث متواتر اصطلاحی کے لئے موجود ہونی چاہئے۔ محدثین نے جن متواتر حدیثوں کو جمع کیا ہے وہ سب اصطلاحی متواترات ہیں۔ نہ کہ لغوی۔ نہ معلوم جے پوری صاحب کو تواتر کے لفظ سے کیوں چڑ ہے کہ جہاں تواترت الاخبار کا لفظ دیکھ لیا۔ فرمانے لگے کہ یہ تواتر لغوی ہے۔ مراد کثرت ہے۔ نہ معلوم یہ ججی کا منصب آپ کو کس نے دیا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع پر لغوی تواتر مراد ہوتا ہے۔ لیکن خارجی قرائن اور بحث وتحقیق سے یہ فیصلہ ہوجاتا ہے کہ یہ تواتر اصطلاحی ہے یا لغوی۔ جن کا یہ فن ہے اور شب وروز اس کی مزاولت کرتے ہیں اور حدیث ان کی صفت نفس بن گئی ہے وہ ہی اپنی بصیرت سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ہر عمرو وزید کا یہ منصب نہیں۔ اب سوچئے کہ صحابہ میں سے احادیث نزول کو اتنے روایت کرنے والے اور صحابہ سے نقل کرنے والے یقیناً اس سے کہیں زائد ہیں اور کم سے کم اتنے تو ضرور ہیں اور باتفاق امت رواۃ بڑھتے ہی گئے۔ کم نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے متواترات کی مشہور احادیث کی تعداد بھی بڑھ گئی کہ قرن ثانی میں نقل کرنے والے بڑھ جاتے ہیں اور قرن ثالث میں تو اخبار احاد بھی مشہور ومتواتر کی کثرت طرق اور کثرت رواۃ کو پہنچ جاتی ہیں جو جے پوری صاحب کو خود بھی تسلیم ہے۔ اب ایسی صورت میں اگر کوئی محدث بھی تصریح نہ کرتا کہ یہ حدیث متواتر ہے جب بھی کوئی مضائقہ نہ تھا۔

لیکن باوجود اس کے جب حافظ ابن کثیرؒ ان کو اخبار متواترہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ ان کو متواتر کہتے ہیں۔ قدماء محدثین میں سے ابوالحسن السجزی الآبریؒ اس کو متواتر مانتے ہیں اور خارجی بحث وتحقیق سے بھی یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی تو خدارا انصاف کیجئے کہ ایسی صورت میں کیا کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بے دلیل محض اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے یہ کہے کہ تواتر سے لغوی تواتر مراد ہے۔

ابوالحسن آبریؒ قدماء محدثین میں سے ہیں۔ ابن خزیمہ صاحب الصحیح سے روایت کرتے ہیں ۳۶۳ھ میں وفات پاچکے ہیں۔ ان کا قول حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۳۵۸،۶) مطبوعہ میریہ میں یوں نقل کیا ہے۔ وقال ابوالحسن الخسعی الآبدی!

یہ ناسخین کی تصحیف ہے۔ صحیح السجزی الآبری ہے۔ سجستانی کی نسبت غیر قیاسی سجزی آیا کرتی ہے۔ کمافی القاموس، السجستی نہیں آتی۔ جیسا جے پوری صاحب فرماتے ہیں:

''فی مناقب الشافعیؒ وتواتر الأخبار بأن المهدی من هذه الأمة وأن عیسیٰ یصلی خلفه...... الخ'' مناقب شافعیؒ میں ہے کہ اس مضمون کی احادیث متواتر ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

اصل غرض اس عبارت سے چاہے ابن ماجہ والی حدیث کا رد ہی ہو جس میں و لا مهدی الا عیسیٰ آیا ہے۔لیکن اس سے تین باتیں نکل آئیں۔

الف...... احادیث مہدی متواتر ہیں۔

ب...... احادیث نزول مسیح متواتر ہیں۔

ج...... مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کے لئے امام ہونا متواتر ہے۔

لیجئے بجائے ایک دعویٰ کے اب تین دعوے ہو گئے۔ جے پوری صاحب کا یہ فرمانا لازم آتا ہے کہ غرض یہ تو نہ تھی۔ بالکل بے معنی بات ہے۔ کیونکہ لازم بین ہے۔ لزوم صریح ہے اور قائل کا غیر مراد نہیں۔ بلکہ یہ مراد بالاولیٰ ہے اور اس کا التزام ہے تو کیا یہ لازم ہونا ان کے خلاف مقصود ہے۔ کیا دلالۃ النص اور دلالۃ بالاولیٰ یا ظاہر النفس کی بحث اصول فقہ میں محض بے کار ہے۔ حقیقت میں خروج مہدی، نزول مسیح، خروج دجال۔ تینوں متشاکل ومتقارب امور ہیں اور شرعی حیثیت میں یقیناً ان تینوں میں تلازم ہے۔ اس لئے اکثر احادیث میں تینوں کا ذکر ساتھ ساتھ آتا ہے۔ فرحمه الله من انصف !اب صرف ایک دو محدثوں کا ضعیف قول کہ متواتر عزیز الوجود کیسے قابل وثوق ہو سکتا ہے۔ کیا مثبت کا قول راجح ہے یا نافی کا؟۔ اکثریت کس طرف اور اقلیت کس طرف ہے؟۔ خارجی ثبوت کس کی شہادت دیتا ہے۔ اثبات متواترات کی یا نفی کی؟ اور کثرت کی یا قلت کی؟۔ کیا کسی نے ان کے قول کو بھی قبول کیا ہے۔

احادیث کا ذخیرہ متواترات سے بھرا پڑا ہے۔ اگر کسی کو نظر نہ آئے تو اس کا کیا علاج؟۔ بہرحال حدیثی ابحاث میں محض اٹکل سے یا محض عقلی احتمالات سے کام نہیں چلتا۔ نہ اس قسم کے وساوس سے خدا کے ہاں نجات ہو سکتی ہے۔ محدثین میں سے جن محدثین نے یہ فرمایا تھا کہ متواتر حدیث قلیل الوجود ہیں۔ وہ یہ بھی تو فرماتے ہیں کہ بخاری ومسلم کی اخبار آحاد بھی مفید للعلم الیقینی ہیں۔ تو ان کے یہاں تو ضرورت دین کے لئے صحیحین کی اخبار آحاد بھی کافی ہیں۔ آپ بتلائیے کہ آپ کے نزدیک قرآن کریم کے سوا ضروریات دین کے لئے کیا ثبوت رہ جاتا ہے؟۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کے بغیر کوئی بھی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قطعیت کے

لئے سوا قرآن کے متواتر حدیث ہونی چاہئے اور وہ ہے نہیں؟۔

اللہ! اللہ! کیسے کام ہلکا ہو گیا۔ یہی تو فرقہ اہل قرآن والے کہتے چلے آئے ہیں اور تقریباً کل منکرین حدیث کا منشاء بھی یہی نکلتا ہے۔ بہر حال بقیہ ضروریات دین کے لئے یا تو صحیحین کی اخبار آحاد کو مفید للعلم مان کر ان کو قطعی ماننا ہوگا یا احادیث متواترہ کو تسلیم کر کے ان ضروریات دین پر ایمان لانا ہوگا۔ تیسرا قول کہ نہ تو احادیث صحیحین مفید قطعیت ہیں اور نہ کوئی حدیث متواتر موجود ہے جو مفید قطعیت ہو۔ مرکب باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم وانصاف عطا فرمائے۔ یہی تو وہ پرانا فتنہ ہے جو جھمیہ کی میراث رہ گئی ہے۔ گویا آج کل اس فتنہ کی تجدید ہو رہی ہے۔ کیونکہ عقائد قطعیہ کے لئے ان دلائل کی ضرورت ہوگی جن کا مفید علم ہونا قطعی طور پر مسلم ہو اور وہ صرف قرآن کریم کی وہ نصوص ہوں گی جو قطعی الدلالۃ ہوں یا حدیث متواتر قطعی الدلالۃ ہو اور وہ ہے نہیں۔ یہی تو حمدان قرمطی اور ان کے اتباع قرامطہ کا مسلک ہے۔ اب بتلایئے کہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گی؟۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ احادیث نزول مسیح صحیحین کی حدیثیں ہیں۔ محققین محدثین اور اکثر شاعرہ کے مذہب کے موافق تو افادۂ علم ویقین کے لئے یہ بھی کافی ہے اور اگر مدار تواتر بھی ہو تو قرن اوّل میں ان احادیث کی تلقی بالقبول ہو چکی ہے تو یہ چیز بھی ان احادیث میں موجود ہے۔ اگر خواہ مخواہ اسی کی ضد ہے کہ تواتر اصطلاحی کی مشہور تعریف کی بنا پر متواتر احادیث چاہئیں تو لیجئے گزشتہ تحقیق وتفصیل سے یہ بات بھی بحمد اللہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ احادیث نزول مسیح اصطلاحی تواتر سے متواتر ہیں اور متواتر بھی قطعی الدلالۃ ہیں۔ احادیث متواترہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہونے کے بعد عقیدۂ نزول مسیح کی فرضیت وقطعیت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے اور جو دوانکار کا جو نتیجہ ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ یقین واذعان کی ان مختلف جہات اور حیثیات کے بعد بھی اس کے ضروریات دین ہونے میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

نزول مسیح علیہ السلام اور اجماع امت

نمبر (۱۳) میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مستقبل میں جن امور کے متعلق امت کا اجماع ہوتا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟۔ کیونکہ امت کو تو غیب کا علم نہیں۔ وہ تو علّام الغیوب ہی کا خاصہ ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ مخبر صادق سے جو کچھ منقول ہے اس پر امت کا اتفاق

ہے۔ اگروہ نقل بذریعہ آحاد ہو۔ جب بھی اجماع کے بعد قطعی ویقینی ہو جاتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ کتب حدیث میں جو امہات واصول ہیں۔ مثلاً بخاری' مسلم' سنن نسائی' سنن ابی داؤد' ترمذی' ابن ماجہ سے لے کر مستدرک حاکم وسنن کبریٰ بیہقی تک بیسیوں کتابوں میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مستقل ابواب موجود ہیں۔ سب ہی نزول کی احادیث روایت کرتے ہیں اور نفس نزول میں اسنادی اعتبار سے کوئی علت قادحہ نہیں بیان کرتے۔

پھر ان ہی کتب حدیث وکتب تفسیر میں صحابہؓ سے پھر تابعینؒ سے اور تابعینؒ بھی مختلف بلاد کے مدینہ' مکہ' بصرہ' کوفہ' شام وغیرہ کے سب سے نزول مسیح کے بارے میں نقول موجود ہیں۔ پھر کسی صحابیؓ، کسی تابعیؒ سے کم نہیں۔ بلکہ کسی امام دین' کسی محدث' کسی مصنف سے بھی اس کے خلاف کسی کتاب میں کسی دور میں' کہیں بھی کوئی حرف نقل نہیں ہوا۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ بات اور یہ عقیدہ بالکل اجماعی اتفاقی ہے۔ پھر کتب عقائد میں جو مستند ترین اور اعلیٰ ترین کتب عقیدہ ہیں۔ ان سب میں اس کا ذکر عقیدہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی؟۔

اس وقت ہم ذیل میں دو اہم ترین ماخذ پیش کرتے ہیں:

۱...... عقیدہ طحاویہ: جو امام ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، محمدؒ وغیرہ ائمہ حنفیہ کے عقائد میں موثوق ترین چیز ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو: ''ونؤمن بأشراط الساعة من خروج الدجال ونزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام من السماء. شرح عقیدہ طحاویہ ص۵۰۸'' ﴿خروج دجال اور آسمان سے نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ علامات قیامت پر ہمارا ایمان ہے۔﴾

۲...... فقہ اکبر: امام ابوحنیفہؒ کی مشہور ترین متداول کتاب ہے۔ ابومطیع بلخی کی روایت سے منقول ہے۔ امام ابومنصور ماتریدیؒ جو ماتریدیہ کے امام الطائفہ ہیں۔ وہ اس کتاب کے پہلے شارح ہیں۔ اس فقہ اکبر کی عبارت یہ ہے کہ: ''ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات القیامة علی ماوردت به الأخبار الصحیحه حق کائن. شرح فقه اکبر طبع دهلی ص۱۳۶،۱۳۷'' ﴿آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور اس کے علاوہ علامات قیامت جو صحیح احادیث میں مذکور ہیں بالکل حق ہیں۔﴾

ان عبارتوں میں جس طرح تصریح کی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر عقیدہ ہونے کی کیا

تصریح ہوگی۔کیا اس قسم کی تصریحات کے بعد کسی منصف کے لئے کوئی شبہ باقی رہتا ہے؟۔کیا اس عقیدہ کے اتفاقی ہونے کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ یہ عقائد تو وہ ہیں جو بذریعہ تواتر امت محمدیہ میں پہنچ چکے ہیں۔اب اجماع کی بھی دو تصریحی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔تاکہ بیان سابق کی تصدیق وتائید میں کسی طالب حق کے لئے کوئی خلجان باقی نہ رہے۔

امام ابواسحق کلاآبادیؒ بخاری جو قرن رابع کے اکابر حافظ محدثین سے ہیں اور اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں۔اپنی کتاب معانی الأخبار میں فرماتے ہیں کہ:''قد أجمع اهل الأثر وكثير من اهل النظر علىٰ أن عيسىٰ عليه السلام ينزل من السماء فيقتل الدجال ويكسر الصليب اھ۔ تحية الاسلام ص ١٣٥'' ﴿کل محدثین اور بہت سے متکلمین کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے۔﴾

یہ خیال رہے کہ محدثین کا دور متکلمین سے پہلے شروع ہوتا ہے اور اس مسئلہ پر محدثین کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔بعد میں اگر متکلمین کے عہد میں خلاف بھی ہو گیا ہو تو اجماع سابق کو مضر نہیں۔نہ یہ خلاف اتفاق ہونے کے بعد قابل اعتبار ہے۔جس کی تحقیق کتب اصول فقہ میں موجود ہے۔نیز بظاہر یہ خلاف جو بعض متکلمین کی طرف منسوب ہے صحیح نہیں۔جیسا کہ آئندہ سفارینی کی عبارت سے واضح ہے۔

بہرحال یہ تو ہوئی نقل اجماع کے بارے میں قدماء محدثین کی تصریح۔اب متاخرین اہل حدیث میں سے امام شمس الدین محمد بن احمد حنبلی سفارینی نابلسیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

''وأما الاجماع فقد اجتمعت الأمة على نزوله ولم يخالف فيه أحد من أهل الشريعة وانما أنكر ذلك الفلاسفة والملاحدة مما لايعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الأمة على أنه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية اھ۔ شرح عقيده سفارينى ص ٩٠ ج ٢'' ﴿رہا نزول عیسیٰ علیہ السلام میں اجماع تو امت محمدیہ کے کل اہل شرع کا ان کے نزول پر اجماع ہے کہ وہ نازل ہوں گے اور شرح محمدی پر عمل کریں گے۔بجز فلاسفہ اور ملاحدہ کے کسی نے خلاف نہیں کیا اور ان کا خلاف قابل اعتبار نہیں۔﴾

سفارینی مذکور بارہویں صدی کے اکابر محدثین میں ہیں۔حنبلی المذہب ہیں۔نابلس کے ایک گاؤں سفارین کے باشندے ہیں۔نام محمد بن احمد' شمس الدین لقب' ابوالعون کنیت

ہے۔بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔

''سلك الدر رفي أعيان القرن الثانی عشر السحب الوابلة علیٰ ضرائح الحنابلة ''وغیرہ میں ان کا مفصل ترجمہ اور حالات مذکور ہیں۔سلک الدرر میں ان کو الشیخ الامام العلام الحبر البحر النحر یر وغیرہ جلیل القدر القاب سے ذکر کیا ہے اور بہت سے مفاخر و مآثر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:''وبالجمله فقد كان غرة عصره وشامة مصره لم يظهر فی بلده بعد مثله...... الخ''

صاحب الضرائح لکھتے ہیں کہ:''شمس الدين العلامة المسند الحافظ المتقنٰ وبالجملة فتأليفه نافعة مفيدة مقبولة سارت به الركبان وانتثرت فی البلد ان كان اماماً متقناً جليل القدر زينة أهل عصره ونقاوة أهل مصره...... الخ''

سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس شرح القاموس اور صاحب اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔اب تو جے پوری صاحب نے سفارینی کو پہچان لیا ہوگیا کہ وہ کون ہیں اور کس پایہ کے ہیں۔سفارینی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کل محدثین اور سب متکلمین ماتریدیہ اشاعرہ معتزلہ سب کے سب کا نزول مسیح علیہ السلام پر اجماع ہے۔صرف ملحدین وفلاسفہ اس کے منکر ہیں۔اس قسم کے مواضع میں جب اجماع کا اس طرح ذکر کیا جاتا ہے۔اس سے اجماع ناطق ہی مراد ہوتا ہے۔اجماع سکوتی کو کبھی بھی اس طرح تعبیر نہیں کرتے۔جے پوری صاحب کو جیسے تواتر کے لفظ سے چڑ ہے۔ایسے ہی اجماع کے لفظ سے بھی ضد ہے۔جہاں اجماع کا لفظ دیکھا جھٹ فرمائیں گے کہ یہ کوئی سکوتی اجماع ہوگا۔محض اپنی ضد کو پورا کرنے کے لئے بے انصافی کر کے بے دلیل ایسی بات کہنا کسی عالم کا شعار نہیں۔جب تک کوئی صریح دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو۔اجماع سے یہی اجماع صریح،اجماع ناطق مراد ہوگا۔اگر ان کو اس پر اصرار ہے کہ یہ اجماع سکوتی ہے تو لائیں کوئی دلیل پیش کریں۔هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين!

نیز واضح رہے کہ تالیفی دور کے بعد اجماع کا نقل انہی تالیفات کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جتنے مسائل اصول کے ہوں یا فروع کے جن میں اجماع نقل کیا جاتا ہے اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ آج تک تالیفی دور میں کل ارباب تالیف کا سلف میں بھی خلف میں بھی یہی معمول چلا آ رہا ہے۔

یہ کبھی نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ چودھویں صدی میں کسی زید و عمر کو اسنادی اجماع پہنچ گیا ہو۔ اس قسم کے خیالات محض طفلانہ ہیں۔ اگر بات لمبی نہ ہوتی تو ہم یہاں پر اس کے نظائر پیش کرتے کہ جن امور میں اجماع نقل ہوا ہے اور امت کے نزدیک اجماع سے وہ درجہ قطعیت کو پہنچ گئے ہیں۔ ان میں بھی اس سے زیادہ اجماع کا ثبوت نہیں کہ فلاں کتاب میں فلاں شخص نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور نقال ثقہ ہے۔ اب تک امت محمدیہ نے اپنی تالیفات میں اس عملی امانت کو اچھے طریقہ سے ادا کر دیا ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

خلاصۂ بحث

اس طویل بحث کا خلاصہ حسب ذیل امور میں پیش کیا جاتا ہے کہ:

۱...... نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ امت محمدیہ میں قرن بہ قرن طبقہ بہ طبقہ متوارث چلا آ رہا ہے اور اس کو تواتر طبقی حاصل ہے۔ قطعیت کے لئے یہ توارث خود بخود مستقل دلیل ہے۔ جس کی تفصیل نمبر (۱) میں گزر چکی ہے۔

۲...... باوجود اس توارث کے قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اکثر اہل علم اور صحابہؓ و تابعینؒ کی تفسیر کی بناء پر نزول مسیح علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

۳...... نزول مسیح کی احادیث باتفاق امت صحیح ہیں اور باتفاق امت ان کی تلقی بالقبول ہو چکی ہے اور بہ تصریح حفاظ حدیث وہ اصطلاحی متواتر ہیں اور خارجی بحث و تحقیق سے بھی ان تینوں باتوں کی قطعیت میں کوئی شبہ نہیں۔

۴...... نزول مسیح کے بارے میں امت محمدیہ کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ قدماء محدثین اور متاخرین اس اجماع کو نقل کرتے ہیں اور آج تک کسی کتاب میں کسی کا اہل حق میں سے انکار یا خلاف منقول نہیں۔

۵...... غرض یہ کہ عقیدہ نزول مسیح مختلف جہات مختلف اعتبارات سے قطعی ہے اور ضروریات دین میں داخل ہے اور معلوم ہونے کے بعد صرف باطنی زیغ یا قلبی وساوس یا عقلی استبعاد کی بناء پر انکار کرنا اور انکار کے لئے حیلے تلاش کرنا اور چارہ جوئی کرنا، مومن قانت کا شیوہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صداقت ضروریات دین کا اہم ترین جز ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ ایک بات فرما چکے ہوں اور قطعی ذرائع سے ہم تک پہنچ جائے پھر اس کا ضروریات دین میں داخل نہ ہونا ایمان کا جز نہ بننا بالکل غلط و متناقض دعویٰ ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تکذیب ہے۔ اگر تصدیق رسول ضروریات دین میں داخل ہے تو کوئی راستہ ماننے کے سوا نہیں۔ اس کی کیفیت سمجھ

میں آ ئے یا نہ آئے۔ اگر فرشتہ آسمان سے اتر سکتا ہے اور بصورت دحیہ کلبیؓ متمثل ہوسکتا ہے تو ایک نبی کا آسمان پر چلا جانا۔ اس میں کون سا عقلی استبعاد ہے؟۔ (فتمثل لها بشراً سویاً ۰ مریم:۱۷)(لقد جأت رسلنا ابراهیم بالبشریٰ ۰ هود: ۶۹)وغیرہ آیات قرآنیہ میں بشکل انسانی فرشتہ کا متمثل ہونا بالکل منصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی روحانیت ان کی قوت قدسیہ کی وجہ سے بھی غالب ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے اجساد مبارکہ پر روحانی کیفیات بآسانی طاری ہوسکتی ہیں۔ کیا نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی اور جسد عنصری کا عروج بنص قرآن مکہ سے بیت المقدس تک ثابت نہیں؟ اور آگے آسمانوں پر صعود وعروج احادیث متواترہ سے ثابت نہیں؟۔ کیا اس پر یقین اہل حق کا عقیدہ نہیں؟۔ تو جیسے یہاں صعود ونزول آناً فاناً قابل انکار نہیں۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی پھر حق تعالیٰ جل شانہ کے ارادہ کی مقناطیسی جذب نے ان کو آسمان پر اٹھالیا ہو تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے؟۔ آج کل مسمریزم اور اسپریچویلزم کے عجائبات کا اگر کسی کو ذرہ بھر بھی علم ہو تو ان خوارق الٰہیہ میں ذرا بھی شبہ نہیں کرسکتا۔ خیر یہ چیز تو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ کہنا صرف اتنا ہے کہ جب اللہ ورسول اللہ ﷺ کوئی بات ارشاد فرمائیں ہمیں بجز تسلیم کے کوئی مخلصی نہیں۔

قوله تعالیٰ ماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة ۰ الاحزاب ۳۶ ! ﴿اللہ ورسول کے فیصلہ کے بعد کسی مرد مؤمن یا عورت مومنہ کو ماننے نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔﴾

عقیدہ کی تنقیح کے دو جز ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا جسمانی رفع اور پھر قیامت کے قریب آسمان سے نزول۔ یہی دو چیزیں ضروریات دین میں داخل ہیں۔ جب نزول مانا جائے گا تو رفع جسمانی خودبخود ماننا پڑے گا۔ اس لئے اس مضمون میں اس جز کو نہیں لیا گیا۔ باقی تفصیلات کہ رفع سے پہلے موت طاری ہوئی تھی یا نہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے یا زیادہ دیر کے لئے رفع بحالت حیات ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان جزوی تفصیلات میں کچھ کچھ سلف سے خلاف منقول ہے۔ لیکن اہل حق اور جمہور اہل سنت کا اس میں منقح فیصلہ یہی ہے کہ جسد عنصری کے ساتھ بحالت حیات رفع آسمانی واقع ہوا۔ اس وقت صرف مسئلہ نزول کو اصولی حیثیت سے واضح کرنا تھا۔ اتنا عرض کردیا گیا۔ اس پر اکتفا کی جاتی ہے۔ توقع ہے کہ طالب حق کے لئے اتنا لکھنا کافی ہوگا۔

ان ارید الا الاصلاح ماستعت ۰ وماتوفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب!

شعبان ۱۳۹۱ھ

فتنہ قادیانیت

اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

☆ ضروری تنبیہ

☆ مرزا ناصر کا دورہ یورپ اور سعودی عرب ٹیلی ویژن پر اس کی نمائش

☆ برطانوی عہد حکومت اور مسلمان

☆ پاکستان اور مرزائی امت

☆ تعارف مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف!

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے قادیانی فتنہ کی زہرناکیوں سے امت کو باخبر رکھنے کے لئے چند مواقع پر اپنے رشحات قلم سے ماہنامہ بینات کو عزت بخشی۔ ہماری سعادت مندی ہے کہ ہم ان کو عنوان بالا سے ذیل میں شائع کررہے ہیں۔ (مرتب)

ضروری تنبیہ

ایمان وکفر نفاق والحاد‘ ارتداد وفسق

جس طرح نماز‘ زکوٰۃ‘ روزہ اور حج اسلام کے بنیادی احکام وعبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص معنی اور مصداق متعین ہیں۔ قرآن وحدیث کی نصوص اور حضرت رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ان کی حقیقتیں اور عملی صورتیں واضح ومسلم ہوچکی ہیں اور چودہ سوسال میں امت محمدیہ اور اس کے علماء ومحققین ان کو جس طرح سمجھتے اور عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس تواتر وتوارث عملی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ اب ان عبادات واحکام اور ان نصوص کی تعبیرات کو ان کے متواتر شرعی معانی سے نکال کر کوئی نئی تعبیر اور نیا مصداق قرار دینا یقیناً دین سے کھلا ہوا انحراف ہے۔ ٹھیک اسی طرح کفر‘ نفاق‘ الحاد‘ ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں۔ دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص ومتعین معنیٰ اور مصداق ہیں۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے قطعی طور پر ان کی تعیین وتحدید فرمادی ہے۔ ان الفاظ کو بھی ان شرعی معانی ومصادیق سے نکالنا کھلا ہوا دین سے انحراف ہوگا اور ان کو ازسرنو محل بحث ونظر بنانا اور امت نے چودہ سوسال میں ان کے جو معنی اور مفہوم سمجھے اور جانے ہیں۔ نو بنو تاویلیں کرکے ان سے ہٹانا کھلا ہوا الحاد وزندقہ ہوگا۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور خاص خاص چیزیں ہیں جن کو باور کرنا اور ماننا

ایمان کے لئے ضروری ہے۔ جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں اس کا نام کفر ہے اور وہ شخص کافر ہے۔ جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ اور ترک روزہ اور ترک حج کا نام فسق ہے۔ بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو۔ صرف ان پر عمل نہ کرتا ہو اور اگر انہی تعبیرات 'صلوٰۃ' زکوٰۃ' صوم' حج کو اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے۔ یا ان میں ایسی تاویلیں کرے جو چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں ''الحاد'' ہے۔

قرآن کریم نے ان الفاظ' کفر' نفاق' الحاد' ارتداد کو استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود رہے گا یہ الفاظ بھی انہی معانی میں باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟۔ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مومن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے۔ اسی طرح ان ایمان کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے تقاضوں کو اور ان کفریہ عقائد و اعمال و افعال کو متعین کریں۔ جن کے اختیار کرنے سے ایک مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ تاکہ نہ کسی مومن کو کافر اور اسلام سے خارج کہا جاسکے اور نہ کسی کافر کو مومن و مسلمان کہا جاسکے۔

ورنہ اگر کفر و ایمان کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوئیں تو دین اسلام بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے۔

یاد رکھئے! اگر ایمان ایک متعین حقیقت ہے تو کفر بھی ایک متعین حقیقت ہے۔ اگر کفر کے لفظ کو ختم کرنا ہے اور کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا ہے تو پھر ایمان و اسلام کا بھی نام نہ لو۔ اور کسی بھی فرد یا قوم کو نہ مومن کہو نہ مسلمان۔ رات کے بغیر دن کو دن نہیں کہہ سکتے۔ تاریکی کے بغیر روشنی کو روشنی نہیں کہہ سکتے۔ پھر کفر کے بغیر اسلام کو اسلام کیونکر کہہ سکتے ہو؟ اور پھر یہ کہنا اور فرق کرنا بھی سرے سے غلط ہوگا کہ یہ مسلمانوں کی حکومت ہے اور یہ کافروں کی اور یہ تو اسلامی حکومت ہے اور وہ کفریہ حکومت ہے۔ پھر تو حکومت سیکولر اسٹیٹ۔ یعنی لادینی حکومت ہوگی۔ غرض کفر اور کافر کا لفظ ختم کرنے کے بعد تو اسلامی حکومت کا دعویٰ ہی بے معنی ہوگا۔ یا پھر یہ لفظ الیکشن جیتنے کے لئے ایک

دل کش نعرہ اور حسین فریب ہوگا۔

غرض یہ ہے کہ علماء پر کچھ بھی ہو۔ رہتی دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ وہ کافر پر کفر کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانتداری اور علم وتحقیق سے کام لیں اور ملحد وزندیق پر الحاد و زندقہ کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص وتصریحات کی رو سے اسلام سے خارج ہو۔ اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں۔ جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو اور قیامت نہ آجائے۔

چونکہ کفر واسلام کے حکم لگانے کا معاملہ بے حد اہم اور انتہائی نازک ہے اور ایک شخص جذبات کی رو میں بھی بہہ سکتا ہے اور فکر ورائے میں غلطی بھی کر سکتا ہے۔ اس لئے علمائے امت کی ایک معتمد علیہ جماعت جب اس کا فیصلہ کرے گی تو وہ فیصلہ یقیناً حقیقت پر مبنی اور شک وشبہ سے بالاتر ہو جائے گا۔

بہر حال کافر، فاسق، ملحد، مرتد وغیرہ شرعی احکام واوصاف ہیں اور فرد یا جماعت کے عقائد یا اقوال وافعال پر مبنی ہوتے ہیں۔ نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر۔ اس کے برعکس گالیاں جن کو دی جاتی ہیں ان کی ذاتوں اور شخصیتوں کو دی جاتی ہیں۔ لہذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں۔ ان کو سب وشتم اور ان احکام کے لگانے کو دشنام طرازی کہنا یا جہالت ہے یا بے دینی۔ ہاں کوئی شخص غیظ وغضب کی حالت میں یا ازراہ تعصب وعناد کسی مسلمان کو کافر کہہ دے تو یہ بے شک گالی ہے اور یہ گالی دینے والا خود فاسق ہوگا اور تعزیر کا مستحق، اور اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی واقعی مسلمان کو کافر کہہ دے تو یہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

علمائے حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو درحقیقت ایک کافر کو کافر بتلانے والے اور مسلمانوں کو اس کے کفر سے آگاہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ نہ کہ اس کو کافر بنانے والے۔ کافر تو وہ خود بنتا ہے۔ جب کفریہ عقائد یا اقوال وافعال کا اس نے ارتکاب کیا اور ایمان کے ضروری تقاضوں کو پورا نہیں کیا تو وہ باختیار خود کافر بن گیا۔ لہذا یہ کہنا کہ مولویوں کو کافر بنانے کے سوا اور کیا آتا ہے۔ سراسر جہالت ہے یا بے دینی۔

اگر علماء ایمانی حقائق اور اسلام کی حدود کی حفاظت نہ کرتے تو اسلام کا نام ہی صفحۂ ہستی سے کبھی کا مٹ چکا ہوتا۔ جس طرح کسی حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی مملکت کی حدود کی حفاظت کرے اور ان کے تحفظ کے لئے فوجی طاقت اور دفاعی سامان جنگ وغیرہ کی تیاری میں

ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔ اسی طرح ایمان، اسلام، اسلامی معاشرہ مسلمانوں کے دین و ایمان کو ملحدوں، افتراپردازوں اور جاہلوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا علمائے حق اور فقہائے امت کے ذمہ فرض ہے۔ ابھی چند دنوں کا قصہ ہے جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا اور حکومت پاکستان نے جہاد کا اعلان کیا اور پاکستان کی افواج قاہرہ اور عوام نے اس جہاد میں جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا تو بھارت کے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ پاکستان اسلامی حکومت نہیں ہے اور یہ لڑائی اسلامی جہاد نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر ہندوستان بھی اسی طرح دارالاسلام ہے جس طرح پاکستان۔ اسلامی قانون نہ وہاں نافذ ہے نہ یہاں۔ مسلمان وہاں بھی رہتے ہیں اور یہاں بھی۔ بھارت کو یہ کہنے کا موقع کیوں ملا؟ صرف اس لئے کہ نہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ ہے اور نہ اسلامی معاشرہ موجود ہے۔ یہ ہماری وہ کمزوریاں ہیں جن سے دشمن نے ایسے نازک موقعہ پر فائدہ اٹھایا۔ اگر اس ملک کے اندر نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا منکر مرزا غلام احمد قادیانی کی امت (مرزائی فرقہ) بھی مسلمان ہے اور پورے اسلام کے چودہ سو سالہ اسلامی عبادات ومعاملات کے نقشہ کو مٹا ڈالنے والا اور جنت ودوزخ سے صریح انکار کرنے والا غلام احمد پرویز اور اس کی جماعت بھی مسلمان ہے اور اگر قرآن کے منصوص احکام کو عصری تقاضوں کے سانچوں میں ڈھالنے والا، سنت رسول کو ایک تعاملی اصطلاح اور رواجی قانون بتلانے والا، سود کی حرمت سے قرآن کو خاموش بتا کر حلال کرنے والا بھی نہ صرف مسلمان ہے۔ بلکہ اسلامی تحقیقاتی ادارہ کا سربراہ ہے۔ تو پھر یاد رہے کہ محض قرآن کریم کو زردوزی کے سنہری حروف میں لکھوانے سے قرآن کی حفاظت قیامت تک نہیں ہوسکتی اور یہ دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ یا پھر عوام کو بے وقوف بنانے کا ہتھکنڈہ ہے۔

ابھی کل تک یہی ''ملحدین'' مسلمانوں کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ قرآن مجید اس لئے نازل نہیں ہوا ہے کہ ریشمی رومالوں میں لپیٹ کر اس کو بوسے دیئے جائیں۔ پیشانی سے لگایا جائے اور سروں پر رکھا جائے۔ یہ تو مسلمانوں کے لئے ایک عملی قانون ہے۔ عمل کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ پھر آج اس حقیقت سے یہ بے اعتنائی کیوں ہے کہ باہمی رضامندی سے زنا کو جرم نہیں قرار دیا جاتا۔ بینکاری سود کو شیر مادر کی طرح حلال قرار دے کر خود حکومت سود لے رہی اور دے رہی ہے۔ ریس کورس، جیسی مہذب قمار بازی کے، شراب کی درآمد وبرآمد اور خرید وفروخت کے لائسنس دیئے جارہے ہیں۔ نکاح وطلاق و وراثت کا قانون سب صریح قرآن وسنت کی تصریحات کے خلاف جاری ہے۔ جرائم اور سزاؤں کا تو کہنا ہی کیا؟۔

غرض قرآن و سنت کو بالائے طاق رکھ کر قانون سازی کا سلسلہ جاری ہے اور زردوزی کے سنہری حرفوں میں لکھوا کر قرآن عظیم کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا جا رہا ہے۔ نہایت صبر آزما حقائق ہیں۔ آخر مسلمانوں کو کیا ہو گیا کہ اتنے واضح حقائق کی فہم کی توفیق بھی سلب ہو گئی؟۔

اللهم اهد قومی فانهم لا يعلمون!

(جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ...... ستمبر ۱۹۶۶ء)

مرزا ناصر احمد کا دورہ یورپ اور سعودی عرب میں ٹیلی ویژن پر اس کی نمائش

پچھلے دنوں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا پوتا مرزا ناصر احمد، سر ظفر اللہ کی معیت میں یورپ کے دورے پر گیا۔ خبر آئی ہے کہ اس کے دورے کے مناظر سعودی عرب میں ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے ہیں۔ ہمیں مرزا ناصر کے دورۂ یورپ سے تعجب نہیں۔ کیونکہ جس حکومت نے اس ناپاک پودے کی کاشت سرزمین پنجاب میں کی تھی۔ اسے اس کی ہر قسم کی نگہداشت بھی بہر حال کرنی ہو گی۔ اب اگر اس دورے کے ذریعہ وہاں کے کسی مسلمان کو گمراہ اور مرتد کیا جا سکتا ہے تو انگریز کا اس سے دلچسپی لینا بھی ایک منطقی بات ہے۔ آخر کون کاشت کار اپنے خود کاشتہ پودے سے پھل اٹھانے کا متمنی نہیں ہوتا۔

لیکن جو بات ہمارے لئے ناقابل فہم ہے۔ وہ یہ ہے کہ سعودی عرب میں مرزا ناصر کے مناظر دکھانے کی کیا تک ہوئی؟۔ گذشتہ حج پر سر ظفر اللہ قادیانی اپنے چند رفقاء سمیت شاہ فیصل کا مہمان بن بیٹھا تھا اور اب یہ قصہ پیش آیا۔ سرزمین مقدس اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دجالِ مسیلمہ پنجاب اور بدکردار آدمی کے متبعین کی پذیرائی؟۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

دنیا بھر کے ستر کروڑ مسلمانوں کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ ان کا قبلہ اوّل یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اللہ کا پہلا گھر قادیانی مرتدین کی یلغار کی زد میں ہے۔ رب کعبہ! تو بے نیاز ہے۔ ہمیں یہ روز بد بھی دیکھنا تھا کہ کعبہ کے پاسبانوں کے سامنے کعبے کی حرمت یوں لٹے گی؟۔ کون کہہ سکتا تھا کہ بیت المقدس پر موشے دایان اور حرم مقدس پر ظفر اللہ قادیانی مرتد، یوں دندناتے پھریں گے اور پھر بھی عرب کے سادہ لوح ٹیلی ویژن پر مرزا ناصر کے دورے کی فلمیں دیکھیں گے؟۔ کاش عالم اسلام کے ستر کروڑ مسلمانوں کی غیرت نہ مرجاتی یہ خود مر جاتے۔ تاکہ

قیامت کے دن رب کعبہ کے سامنے روسیاہ نہ ہوتے۔ کاش! کوئی ہمارا پیغام عرب بھائیوں کو پہنچادے کہ وہ قادیانیوں کی پذیرائی کر کے عالم اسلام کے زخمی دلوں پر نمک پاشی نہ کریں۔

مسلمان فروعی اختلافات ختم کر کے تبلیغ میں مشغول ہوں

مرزا ناصر نے دورہ یورپ سے واپسی پر کراچی کی ایک پریس کانفرنس میں یہ وعظ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقے اپنے فروعی اختلافات کو بھول کر سات سال کے لئے تبلیغ اسلام میں مشغول ہو جائیں:

چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

مرزا ناصر یہ وعظ فرماتے وقت شاید بھول گئے کہ ان کا دادا مرزا غلام احمد قادیانی تمام مسلمانوں کو ذریۃ البغایا۔ کنجریوں کی اولاد۔ (خزائن ج۵ ص۵۴۸،۵۴۷) حرام زادے۔ (انوار اسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۲) اور جنگل کے سور۔ (نجم الہدیٰ ص۵۳، خزائن ج۱۴ ص۵۳) سے نوازتا تھا۔ ان کا باوا مرزا محمود ''ہر شخص بڑے سے بڑا مرتبہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔'' (اخبار الفضل قادیان نمبر۵ ج۱۰ ص۵ ۱۷رجولائی ۱۹۲۲ء) کے تمغے تقسیم کیا کرتا تھا۔ مرزائی امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی کے لقب سے ملقب کرتی تھی۔ (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۲۳، ۲۴) اور قائداعظم سمیت تمام مسلمانوں کو کافر تصور کرتے ہوئے ان کا جنازہ جائز نہیں سمجھتی تھی۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص۲۱۲) وغیر ذلک! کیا یہ سب فروعی اختلاف تھے؟۔

مرزائی جو باتفاق امت مرتد' کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ان کو فروعی اختلاف کے وعظ کی جرأت کیوں ہوئی؟۔ اس لئے کہ حکومت پاکستان میں ان مرتدوں کو مسلمانوں کی فہرست مردم شماری میں شامل رکھا گیا۔ (اگرچہ مرزائی امت ہمارے ان حکمرانوں کو آج تک کافر ہی سمجھتی رہی جس طرح ظفر اللہ قادیانی نے قائداعظم کو سمجھا) ان کے ساتھ ہر طرح کی مدارات بلکہ مداہنت برتی گئی۔ سول اور فوج کے اونچے اونچے مناصب پر ان کو مسلمانوں کے بجائے مسلط کیا گیا۔ انہیں ایک الگ اقلیتی فرقہ قرار دینے سے ہمیشہ کنی کترائی گئی اور انہیں مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کھلی چھٹی دی گئی۔ پھر آج مرزا ناصر یہ وعظ نہ کرتے تو کیا کرتے:

اے بادصبا ایں ہمہ آوردہ تست

تاہم مرزا ناصر کا وعظ اپنی جگہ قیمتی ہے۔ ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ

اپنے تمام فروعی اختلافات سات سال کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے بھول کر تبلیغ اسلام اور ردمرزائیت میں مشغول ہو جائیں۔ کیا مرزا ناصر کے اس اعلان کے بعد بھی مسلمانوں کو عقل نہیں آئے گی؟۔ کیا اب بھی ہماری حکومت ان مرتدین کے عزائم اور سرگرمیوں کا نوٹس نہیں لے گی؟۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه صفوۃ البریۃ محمد وآله وصحبه اجمعین!

(شعبان ۱۳۸۷ھ)

برطانوی عہد حکومت اور مسلمان

امت اسلامیہ کا یہ آخری دور بہت ہی پرفتن ہے۔ قدم قدم پر فتنے ہی فتنے ہیں۔ برطانوی عہد حکومت میں سب سے زیادہ انتقام مسلمانوں سے لیا گیا۔ ہر ملک میں نہایت خطرناک فتنے کھڑے کئے گئے۔ متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کے قدم جمے تو چونکہ یہ سرزمین اہل علم میں پختگی اور دینی بصیرت کے لئے ممتاز تھی۔ اس لئے یہاں کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ انتقام کا نشانہ بنایا گیا اور دین اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ منقطع کرنے کے لئے سب سے زیادہ فتنوں کی تخم ریزی کی گئی۔ مثلاً:

الف...... علماء وصلحاء کو چن چن کر ٹھکانے لگانے کی کوشش کی گئی۔ مسلمانوں کے مذہبی اوقاف ضبط کر لئے گئے۔ ان کے معابد ومدارس اجاڑ دیئے گئے۔ دینی راہنماؤں کو عوام کی نظر میں ذلیل کرنے کے لئے طرح طرح کے القاب وضع کئے گئے۔ ملک میں مسیحی مشنریوں کا جال پھیلایا گیا اور لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے ترغیب وترہیب کے تمام ذرائع اختیار کئے گئے۔

ب...... اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مغرب کا ملحدانہ نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم رائج کیا گیا اور اس کے ذریعہ اسلامی عقائد پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی۔ نئی نسل کے دل ودماغ کو خالص لامذہبیت میں ڈھالنے کے سانچے تیار کئے گئے اور دین سے نفرت وبیزاری اور اسلام کی ہر بات میں تشکیک وتذبذب ہی تعلیم کا سب سے اونچا معیار سمجھا گیا۔

ج...... پورے اسلامی معاشرہ پر مغربی تہذیب کی یلغار ہوئی اور وہ تمام گندگی جو تہذیب مغرب کا خاصہ ہے۔ غلامان ہند کا فیشن قرار پائی۔ گویا تعلیم جدید نے ذہن وقلب کو بدلا تھا اور مغرب کے تہذیبی تحفہ نے یہاں کے مسلمانوں کی صورت وسیرت، وضع وقطع، اخلاق

ومعاشرت، تہذیب وثقافت کے تمام زاویئے ہی بدل ڈالے اور تہذیب جدید کے متوالوں کے لئے یہود ونصاریٰ کی نقالی عزت وافتخار کا نشان بن گئی۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

الغرض اس طرح کے بے شمار فتنے کھڑے کئے گئے جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہئے۔مگر ان تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور امت اسلامیہ کے خلاف سب سے بڑی سازش جو برطانوی حکومت نے کی وہ فتنہ قادیانیت اور مرزائیت ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے ذریعہ ظہور میں آیا۔

حکومت برطانیہ اور فتنہ قادیانیت ومرزائیت

انگریزوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ ہزار کوششوں کے باوجود وہ اس بات میں کامیاب نہیں ہوسکے کہ امت اسلامیہ کا رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن نبوت سے بالکل ہی کاٹ ڈالیں۔انہیں اس بات کا بھی خوب تجربہ ہوا کہ مسلمان خواہ ایمانی واخلاقی انحطاط کے آخری نقطہ تک پہنچ چکے ہوں۔لیکن جب محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت وحرمت کا سوال سامنے آتا ہے تو امت اسلامیہ کے دل میں ایمان کی چھپی چھپائی چنگاری بھی ایک خوفناک آتش فشاں کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور وہ کسی نہ کسی غازی علم الدین شہیدؒ کو سامنے لاکھڑا کرتی ہے۔اس لئے انہیں ایک ایسے دین ومذہب کی ضرورت تھی جو دین کے نام پر بے دینی کا مرقع ہو۔جس کے ظاہر میں دین کا مقدس نام ہو اور باطن میں سراسر کفر پوشیدہ ہو۔انہیں ایک ایسی تحریک درکار تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے آستانہ سے ہٹاکر مسلمانوں کو ایک ایسی نئی نبوت سے وابستہ کردے جس کی تمام وفاداریاں انگریزی طاغوت کے لئے وقف ہوں۔انہیں سرزمین ہند میں ایک ایسا خاردار خود کاشتہ پودا نصب کرنے کی ضرورت تھی جس کے کانٹوں میں الجھ کر امت اسلامیہ کا دامن اتحاد تار تار ہوجائے اور جس کے سائے میں انگریزی طاغوت کو استحکام نصیب ہو۔انہیں معلوم تھا کہ مہدی موعود کا دعویٰ اسلامی تاریخ کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے۔اس سے پہلے بہت سے طالع آزما دکان مجددیت چمکا کر دجل وفریب کا بیوپار کرچکے ہیں۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ادھر عوام کالانعام میں جاہلانہ اعتقاد نہ جانے کس شیطان نے پھیلادیا تھا کہ چودھویں صدی ہی بس آخری صدی ہے۔اس کے بعد کوئی صدی نہیں۔قیامت سے پہلے جن چیزوں کے وقوع کی خبر احادیث میں دی گئی ہے۔یعنی ظہور مہدی خروج

دجال، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ۔ وہ سب اسی صدی میں ہوں گی۔ [1]

ادھر نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے سیاسی حالات نہایت ابتر تھے اور عام لوگ ان حالات کے سامنے بالکل بے بس اور سپر انداز میں نظر آتے تھے۔ ان پر ذہنی حبس اور یاس وقنوطیت کے بادل منڈلا رہے تھے اور فطری طور پر ان حالات کے مقابلہ کے لئے مردے ازغیب کے منتظر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمنوں نے سوچا کہ ان حالات میں مجددیت مہدویت اور مسیحی نبوت کا جعلی سکہ چلایا جائے تو بڑی آسانی سے چل سکتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے صوبہ پنجاب میں قادیان ضلع گورداسپور کے مرزا غلام احمد قادیانی کو منتخب کیا گیا۔ اس مہم کے لئے پنجاب اور قادیان کا حسن انتخاب بھی بڑا معنی خیز تھا۔ پنجاب اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے انگریز سرکار کا سب سے زیادہ وفادار صوبہ تھا۔ اسے فوجی کمک سب سے زیادہ یہیں سے میسر آتی تھی اور قادیان میں مرزا قادیانی کا خاندان انگریزی عملداری کے آغاز ہی سے انگریز کا سب سے بڑا پشتیبان اور تاج برطانیہ کی اطاعت گذاری، وفاشعاری اور نمک خواری کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس لئے سیاسی نبوت کے لئے اس پشتینی وفادار خاندان کے ایک فرد کا انتخاب نہایت موزوں تھا۔ یوں بھی پنجاب کی زرخیز سرزمین میں پیروں مریدوں کا قحط نہیں تھا۔ یہاں بلاتمیز ہر شعبدہ باز کو مریدوں کی اچھی خاصی تعداد کا میسر آ جانا ایک معمولی بات تھی۔

---

[1] مرزا قادیانی نے اس جاہلانہ خیال سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کی۔ چنانچہ اربعین نمبر۲ میں فرماتے ہیں کہ: ''انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔ (اربعین نمبر۲ ص۲۳، خزائن ج۱۷ص۳۷۱) (نوٹ: اب انبیاء کی جگہ قادیانیوں نے اولیاء کر دیا ہے۔) اور ضمیمہ نصرۃ الحق میں لکھتے ہیں کہ: ''احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا امام ہوگا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ص۳۵۹)

انبیاء گزشتہ اور احادیث صحیحہ پر مرزا قادیانی کی یہ تہمت ان سینکڑوں کذب بیانیوں میں سے ایک سفید جھوٹ ہے۔ کسی نبی کے کشف اور کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ مسیح علیہ السلام فلاں صدی میں تشریف لائیں گے اور یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔ یہ مرزا قادیانی کا دوسرا بڑا جھوٹ ہے جس سے انہوں نے جاہلوں کو دھوکا دیا۔ اس کے برعکس احادیث صحیحہ میں تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کے شرقی منارہ پر ہوگا۔ مدیر!

مرزا غلام احمد اور دعوی نبوت

مرزا قادیانی نے مسیحائی کے مراتب طے کرنے کے لئے بڑی محتاط قسم کی تدریجی رفتار اختیار کی۔ پہلے پہل گوشہ گمنامی سے نکل کر وہ ایک مناظر اسلام کی حیثیت سے قوم کے سامنے آیا اور تمام ادیان باطلہ کے مقابلہ میں اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے براہین احمدیہ کی پچاس جلدیں لکھنے کا اشتہار دیا اور قوم سے چندہ کی اپیل کی۔ [1] (مجموعہ اشتہارات ج ۱ص ۱۰،۱۱)

جب وکیل اسلام کی حیثیت سے ان کی روشناسی ہوئی تو اپنے دعاوی میں علی الترتیب محدث، ملہم من اللہ، امام الزمان، مجدد، مہدی موعود، مثیل مسیح، مسیح موعود، ظلی نبی کے درمیانی مدارج طے کرتے ہوئے تشریعی نبوت کی بام بلند پر پہنچ گئے اور بہانگ دہل وحی، نبوت اور معجزات کا اعلان کر دیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا مصداق خود بن بیٹھے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶)

قرآن کریم کی جو آیات حضرت خاتم النبیین محمد رسول ﷺ کے حق میں تھیں ان کو اپنی ذات پر منطبق کیا۔ (تذکرہ ص ۶۰۲، ص ۶۲۷)

اپنے دور کو آنحضرت ﷺ کے دور سے افضل بتلایا۔

(خطبہ الہامیہ ص ۲۶۶، ۲۷۲، خزائن ج ۱۶ ص ایضا)

اولوالعزم انبیاء کرام کی توہین کی۔ (نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

انبیاء علیہم السلام سے افضلیت کا دعویٰ کیا۔ (ایضاً)

اپنی وحی کو قرآن جیسی قطعی وحی بتلایا۔ (ایضاً)

اور جو لوگ ان کی اس خانہ ساز نبوت پر ایمان نہیں لائے انہیں کافر و جہنمی قرار دیا۔

(تذکرہ ص ۱۶۳، ۳۳۶، ۶۰۷)

بلکہ انہیں ولد الحرام۔ (انوار الاسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۳۲)

ذریۃ البغایا۔ کنجریوں کی اولاد۔ (آئینہ کمالات ص ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

خنزیر اور کتوں کے نام سے یاد کیا۔ (نجم الہدیٰ ص ۵۳، خزائن ج ۱۴ ص ایضاً)

---

[1] مرزا قادیانی کو اس پر خوب چندہ ملا۔ مگر انہوں نے مسلمانوں کا چندہ کھا پی کر پچاس جلدوں کے بجائے صرف پانچ جلدیں تحریر فرمائیں اور یہ نکتہ ارشاد فرمایا کہ ۵ اور ۵۰ میں صرف ایک نقطے کا معمولی سا فرق ہے۔ لہذا پانچ سے پچاس کا وعدہ پورا ہو گیا۔

(براہین احمدیہ پنجم ص ۷، خزائن ج ۲۱ ص ۹، مدیر)

نئی شریعت کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے جن اجزاء (جہاد) کو چاہا منسوخ کر ڈالا۔ برطانوی حکومت کو ظل اللہ فی الارض کا خطاب عطاء ہوا۔ اس کی اطاعت کو فرض اور اسلام کے دو حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا۔ کافروں سے جہاد کا حکم منسوخ ہوا اور انگریزوں کے مقابلہ میں جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر ہوا۔ (ستارقیصریہ ص۱۵، خزائن ج۱۵ ص۱۵۵)

دین کے قطعی عقائد کا مذاق اڑایا۔ احادیث متواترہ کی تکذیب کی۔ قرآن کریم کی بے شمار آیتوں میں کھلی تحریف ہوئی۔ ''صحابہ کرامؓ کو غبی'' کے خطاب سے نوازا۔

(اعجاز احمدی ص۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷)

مسلمانوں سے شادی بیاہ کرنا۔ ان کے جنازے میں شریک ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع اور حرام قرار پایا۔ (انوار خلافت ص۹۱، ۹۲)

الغرض ایسے صریح سے صریح ترین دعوے کئے کہ ان میں ہر بات مستقل کفر کی بات تھی اور ان میں کسی طرح بھی تاویل کی گنجائش نہیں تھی۔ اس لئے علمائے امت نے متفقہ طور پر مرزا قادیانی اور ان کی امت کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور ان کی کتابوں سے ایک سو کے قریب صریح کفریات جمع کئے۔ اگر پوری طرح استقصاء کر کے تمام کفریات و ہذیانات کو جمع کیا جائے تو ایک ہزار کفریات سے کم نہ ہوں گے۔ خدا کا غضب ہے کہ ظل و بروز کے پردے میں اسلام کی تمام اصطلاحات کو مسخ کیا گیا۔ مرزا قادیانی کی بیوی کے لئے ام المومنین کی اصطلاح استعمال ہوئی۔ (الفضل)

مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کفر و ارتداد قبول کرنے والوں کو صحابی کہا گیا۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ ص ایضاً)

اور ان کو محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے افضل بتایا گیا۔ قادیان کو حرم اور مرزا قادیانی کی قبر کو گنبد بیضاء قرار دے کر مکہ اور مدینہ کے بجائے یہاں کے حج وزیارت کی دعوت دی گئی اور اسے مکہ و مدینہ کے حج وزیارت سے افضل بتایا گیا۔ (آئینہ کمالات ص۳۵۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

تفو بر تو اے چرخ گردواں تفو! اور شخصی زندگی ایسی کہ ان صفحات پر اس کا ذکر کرنا بھی باعث شرم ہے۔

انگریزی دربار اور مرزا قادیانی اور اس کی امت

انگریزی دور میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کا مشن صرف دو چیزیں تھیں۔

امت مسلمہ میں تفریق وانتشار کے بیج بونا اور مسلمانوں کو انگریزوں کی وفاداری کی تلقین کرنا۔ ان کی دعوت یہ تھی کہ برطانوی حکومت ظل اللہ فی الارض ہے۔ اس کی حمایت وحفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس کے خلاف جہاد حرام ہے۔ گویا اس دور میں قادیانی نبوت پر ایمان لانے کے معنی انگریزوں کی وفاداری پر ایمان لانے کے تھے۔ خود مرزا قادیانی کے لفظوں میں باعتبار مذہبی اصول کے گورنمنٹ کا اوّل درجے کا وفادار اور جان نثار یہی نیا فرقہ ہے۔ جس کے اصول میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لئے خطرناک نہیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۴۲)

اور یہ کہ: ''اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۹)

ایک طرف اگر انگریز کو مسلمانوں میں انتشار پھیلانے۔ انہیں دین سے برگشتہ کرنے اور انگریز کا وفادار بنانے کے لئے اس خانہ ساز نبوت کی ضرورت تھی۔ تو دوسری طرف مرزا قادیانی اور اس کی امت کو بھی اس امر کا بجا طور پر احساس تھا کہ جعلی نبوت کا یہ سکہ انگریز کی اندھیر نگری ہی میں چل سکتا ہے اور اسی کے سایہ عاطفت میں جھوٹی نبوت کا یہ شجرہ خبیثہ پرورش پا سکتا ہے۔ کوئی گھٹیا سے گھٹیا اسلامی حکومت بھی اس کفر وارتداد کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیت اور انگریز بہادر کے مفادات باہم متحد ہیں۔ قادیانیت کی ترقی انگریزی حکومت کے استحکام کی ضامن ہے اور انگریزی استعمار کی توسیع قادیانیت کے پھلنے پھولنے کی کفیل ہے۔ [۱]

---

[۱] خلیفہ قادیان کا ایک اعلان جو ان کے اخبار الفضل میں ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء کو شائع ہوا۔ ان کے اس مشن کی صحیح نمائندگی کرتا ہے۔ اس کا ایک جملہ درج ذیل ہے:

سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقع ہے اور اس کو خدانخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس صدمے سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔

(الفضل قادیان ج ۶ نمبر ۸ ص ۱، ۲۷ر جولائی ۱۹۱۸ء)

تاج برطانیہ کا خود کاشتہ پودا

مرزا قادیانی اور ان کی امت نے جس طرح خود کو تاج برطانیہ کا خود کاشتہ پودا۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۲۱) بتایا۔ ملکہ برطانیہ اور دیگر اعلیٰ وادنیٰ حکام کے حضور میں جس طرح نیاز مندانہ خطوط لکھے۔ ان کے مراحم خسروانہ کے حصول کی خاطر تملق اور خوشامد کا جو پست اور گھٹیا انداز اختیار کیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں مسلمانوں کی رائے کو ہموار کرنے کے لئے فتویٰ حرمت جہاد کی پچاس پچاس الماریوں کے جو حوالے دیئے۔ وہ آج بھی ان کی مطبوعہ کتابوں میں محفوظ ہیں۔ یہاں ان کے نقل کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت ہے۔

قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ

الغرض قادیانی جہاں جاتے اور جس ملک میں ہوتے وہ انگریز کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے۔ کیونکہ دونوں کے مفادات متحد تھے اور ان مفادات کا تحفظ جبھی ممکن تھا جبکہ ان کا الگ قومی تشخص ہو۔ اس لئے وہ انگریزی دور میں بھی مسلمانوں سے الگ اپنے قومی تشخص پر زور دیتے تھے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت باؤنڈری کمیشن کے سامنے انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ وہ مسلمانوں سے الگ ایک قوم ہیں۔ اس لئے انہیں ایک الگ خطہ دیا جائے۔ لیکن ان کے اس موقف کا فائدہ ہندوستان کو ملا۔ کیونکہ ملک کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم کی بنیاد پر ہو رہی تھی اور جب مرزائیوں نے خود اپنے کو غیر مسلم ظاہر کر دیا تو جس خطے کا وہ مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ ہندوستان کا حق قرار پایا اور یوں مسلمانوں کے جو علاقے پاکستان کے حصہ میں آتے تھے۔ ہندوستان کا استحقاق ان پر ثابت ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد وہ اپنے روحانی مرکز کو چھوڑ کر پاکستان چلے آئے اور یہاں آکر انہوں نے طے کیا کہ:

الف…… پاکستان میں ایک عارضی مرکز[۱] قائم کیا جائے۔ چنانچہ ایک مستقل علاقہ پنجاب میں کوڑیوں کے مول لیا گیا اور وہاں ''ربوہ'' کے نام سے خالص مرزائی شہر آباد کیا گیا۔

---

[۱] عارضی اس لئے کہ ان کے نزدیک ملک کی تقسیم عارضی تھی اور خدا کا منشاء یہ تھا کہ بہت جلد دونوں حصوں کو پھر ایک کر دیا جائے۔ (الفضل قادیان ج ۲۵ نمبر ۸۱ ص ۳،۵ / اپریل ۱۹۴۷)
غالباً مشرقی پاکستان کا سقوط ان کے خیال میں خدا کی منشاء کی پہلی قسط ہے۔ مدیر!

وہاں سے ریلوے لائن چلائی گئی' دفاتر قائم کئے گئے۔ کالج اور اسکول کھولے گئے۔ اخبارات جاری ہوئے ''الفرقان'' کے نام سے ایک اسپیشل فوج تیار کی گئی۔ اب ''ربوہ'' پاکستان میں ایک مستقل ریاست کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہاں عملاً حکومت خلیفہ قادیان کی ہے۔ پاکستان کے ہر خطہ میں مرزائی آباد ہو سکتے ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ اس قادیانی ریاست میں کوئی مسلمان رہ سکے؟ حکومت پاکستان نے تمام اسلامی وغیر اسلامی اوقاف پر قبضہ کیا۔ لیکن ان کے کروڑوں کے اوقاف کو نہیں چھیڑا۔

ب...... خلیفہ ربوہ کی ہدایت کے مطابق سول سروس' فوج اور بیرونی سفارت خانوں میں زیادہ سے زیادہ مرزائیوں کو کھپانے اور کلیدی آسامیوں پر انہیں مسلط کرنے کی اسکیم تیار کی گئی۔ بدقسمتی سے پاکستان کا سب سے پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی ہوا۔ اس نے اپنے اثر ورسوخ سے اندرون وبیرون ملک قادیانیت کی جڑیں خوب مضبوط کیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کے ہر دور میں اس فتنہ کی آبیاری ہوتی رہی۔ آج اعداد وشمار ہی بتا سکتے ہیں کہ قادیانیوں کی کل تعداد کتنی ہے اور وہ تمام محکموں میں کتنے بڑے حصے پر قابض ہیں۔

ج...... مذہبی طور پر اگرچہ مرزائیوں نے اپنا الگ تشخص باقی رکھنا ضروری سمجھا۔ مگر مسلمانوں کو کافر کہنے کی پالیسی میں لچک پیدا کرلی اور ۱۹۵۳ء میں منیر عدالت میں مرزا محمود قادیانی نے اعلان کر دیا کہ ہم غیر احمدی مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۱۲) مگر یہ سب دجل اور نفاق تھا۔ دراصل ہوا کا مخالف رخ دیکھ کر مرزائیوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اب مسلمانوں کو کافر کہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا اور مسلمانوں میں شامل رہ کر جن کلیدی آسامیوں پر وہ فائز ہیں اس استحصال کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ یہ مرزائیوں کا ایسا دجل تھا جس نے گذشتہ دور کے سارے حکمرانوں کو تاریکی میں رکھا۔

د...... اندرون ملک مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوششیں تیز کر دی گئیں اور اپنی سیاسی طاقت پیدا کرنے کے لئے کم از کم بلوچستان کے صوبہ کو احمدی صوبہ بنانے کی خوفناک تحریک کی گئی۔ (الفضل ۱۳/۱۱ اگست ۱۹۴۸ء خلیفہ ربوہ کا خطبہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۲۱۳)

ہ...... انگریزوں کی ایجنٹی کا کام نہایت ہی منظم اور خفیہ طریقہ سے جاری رکھا اور مغربی ممالک کے علاوہ اسلامی اور عربی ممالک میں سازشیں پھیلانے کے لئے وہاں مشن کھولے۔ چنانچہ اسرائیل کے ساتھ پاکستان سمیت اسلامی ممالک کے تعلقات نہیں ہیں۔ مگر

قادیانیوں کے ان سے باقاعدہ روابط ہیں اور انگریزوں کو ان پر یہاں تک اعتماد ہے کہ ایک حکمران نے اس امر کا اظہار کیا کہ اگر فلاں قادیانی کو ہٹا دیا جائے تو ہماری بیرونی امداد بند ہو جائے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں کو قیام پاکستان سے لے کر اب تک کلیدی عہدوں پر تفوق حاصل رہا ہے۔ ایوب خان نے تمام سابق سیاست دانوں کو ملک کا غدار کہا۔ مگر بقول ان کے غداروں کے دور میں جو قادیانی جن بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ ایوب خان نے انہیں ان سے الگ نہیں کیا۔ بلکہ انہیں مزید ترقی دی اور مزید قادیانی بھرتی کئے۔ موجودہ دور میں ایوب خان کو جلی کٹی سنائی جاتی ہیں۔ لیکن قادیانی ایوبی دور سے بھی اب بلند عہدوں پر فائز ہیں۔

الغرض ہر دور میں اس فتنہ کی آبیاری ہوتی رہی۔ انہیں تبلیغ اسلام کے نام پر غیر ملکوں میں مشن کھولنے کے لئے زرمبادلہ کی خطیر رقمیں مہیا کی گئیں۔ لیبیا' انڈونیشیا وغیرہ۔ اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے نام سے قادیانی ڈاکٹر' انجینئر اور دیگر ماہرین بھیجے گئے اور اب تو پانی سر سے گزر گیا ہے اور تمام سابقہ ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں اور جب عربی اسلامی حکومتوں اور وہاں کے علماء و مشائخ کو اس مکروہ صورت حال کا علم ہوا تو وہ چیخ اٹھے۔ انہیں اس مہیب خطرے کا احساس ہوا تو انہوں نے علمائے ہندو پاک کی موافقت کی اور اس فرقہ کافرہ کی تکفیر کی۔ اس کے عقائد و نظریات اور عزائم و مقاصد پر رسالے لکھے اور مضامین و مقالات شائع کئے اور پہلی مرتبہ بین الاقوامی سطح پر ان حقائق سے پردہ اٹھا اور عالمی اسلامی تنظیموں نے تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ وہ عالم اسلام میں اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ یہ سب کچھ اخبارات و رسائل میں چھپ چکا ہے۔ تو اب مرزائیوں کے حوصلے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر نے الفضل میں پاکستان کی موجودہ حکومت کو بھی دھمکی دے ڈالی۔ یہ ملک کی بدنصیبی ہے کہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر ۱۳' ۱۴ مرزائی پہلی مرتبہ مرکزی اسمبلی کے لئے مسلمانوں کے ووٹوں سے منتخب ہوئے۔ اناللہ!

انسان ان دردناک حقائق کو کہاں تک شمار کرائے۔ بہرحال عالم اسلام میں بیداری کی کچھ لہر پیدا ہوئی تو امت مرزائیہ کو بھی اپنی فکر ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے دعویٰ نبوت میں تاویلات کرنے لگے۔ مرزائیوں کے طرز عمل سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ ظاہری سطح پر بدل رہے ہیں اور مرزا قادیانی آنجہانی کو مجدد ماننے کی طرف آ رہے ہیں۔ جس طرح لاہوری پارٹی ان کو مجدد مانتی ہے۔ پہلے بھی اسلامی ممالک میں جہاں ان کو ابتلاء پیش آیا تو

تقیہ کر کے مرزا قادیانی آنجہانی کی نبوت سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ان کی اس تبدیلی رخ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ان کے خلاف جو ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی ہے۔وہ ذرا دب جائے اور طوفان کا یہ ریلا نکل جائے۔اس لئے اس صورت حال کے پیش نظر چند گذارشات پیش کرنا ضروری ہے:

کفر وارتداد سے توبہ کا طریقہ

۱...... اگر کوئی کافر یا مرتد اپنے کفر وارتداد سے تائب ہو کر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اسلام کی وسیع اور عالمگیر رحمت کے دروازے اس کے لئے بند نہیں ہیں۔وہ صاف وصریح توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور اسلامی برادری کا معزز فرد بن سکتا ہے۔چشم ماروشن دل ماشاد۔مگر اسے اپنے تمام سابقہ کفریہ عقائد سے اجمالاً وتفصیلاً توبہ کرنا ہوگی اور اپنے سابقہ عقائد سے برأت کا اعلان کرنا ہوگا۔

۲...... جس شخص کا کفر وارتداد ثابت ہو جائے اور اس کے کفریہ عقائد میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو اس کو امام، مقتدا، مصلح اور مجدد ماننا بھی کفر ہے۔کیونکہ ایسے شخص کو امام اور مجدد ماننے کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص اس مرتد کے عقائد ونظریات اور اس کے تمام دعوؤں کو تسلیم کرتا ہے۔ایک مسلمان کو مسلمان کہنا اور سمجھنا جس طرح ضروری ہے۔ٹھیک اسی طرح ایک دجال کا فرومرتد کو کافر کہنا بھی ضروری اور فرض ہے۔چنانچہ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی مجدد تھے۔نبی نہیں تھے۔مگر علمائے امت نے اسی نکتہ کی بنیاد پر بھی ان کو کافر ہی سمجھا۔بلکہ انہیں قادیانی مرزائیوں سے بھی زیادہ خطرناک سمجھا گیا۔

۳...... مرزائیوں کو اگر واقعی اپنی گمراہی کا احساس ہو گیا ہے اور وہ تہہ دل سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں اور پاکستان کے سچے بہی خواہ بن کر اسلامی برداری میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو مرزائی امت کو (خواہ قادیانی، ربوی ہوں یا لاہوری) صاف صاف اپنے عقائد کفریہ سے توبہ کا اعلان کر دینا چاہئے اور اس امر کا اقرار واعتراف کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اپنے تمام دعاوی میں واقعتاً جھوٹا تھا۔مفتری تھا۔کذاب تھا۔دائرہ اسلام سے خارج تھا۔اگر وہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر اپنے نفاق اور تاویلات سے توبہ کرنے پر آمادہ ہیں تو ماشاء اللہ کیا کہنا۔وہ ہمارے بھائی ہوں گے اور اخوت اسلامیہ کی عالمگیر برداری میں شامل ہو جائیں گے۔

اپنے سالہا سال کے عقائد کو غلط کہنا اور باپ دادا کے مذہب کو خیر باد کہنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ آدمی اس میں طبعاً خفت محسوس کرتا ہے۔ مگر حق بات کا ماننا اگرچہ مشکل اور بے حد مشکل ہے۔ لیکن اس سے آدمی کی عزت و وقار کو ٹھیس نہیں لگتی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ ہم مرزائیوں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی آنجہانی کی سیاسی نبوت سے چپکے رہنے کے بجائے محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن نبوت سے وابستہ ہو جائیں۔ تو ان کے کسی سابقہ قول و فعل پر کوئی مسلمان نہیں عار نہیں دلائے گا۔ بلکہ تمام مسلمان انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہوں گے۔ نیز اگر وہ دین مرزائیت سے تائب ہونا چاہتے ہیں تو انہیں مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی تمام کتابوں سے دست کش ہو جانا چاہئے اور غلام احمد قادیانی کی احمدی نسبت ترک کر دینی چاہئے اور اندرون و بیرون ملک مرزائیت کے تمام اڈوں کو ختم کر دینا چاہئے۔

مرزائی امت تقریباً سو سال سے تاویل در تاویل کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔ عبداللہ آتھم عیسائی کی موت اور محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کی پیشگوئی ہو یا مرزا قادیانی آنجہانی کے عجیب و غریب دعوے ہوں۔ مرزائیت کی تو کوئی کل بھی سیدھی نہیں۔ مرزائی امت کے صنادید سو سال سے تاویل کے تیشوں سے اس کی تراش خراش میں مصروف ہیں۔ مگر جسے خدا نے ٹیڑھا پیدا کیا ہو اسے کون سیدھا کر سکتا ہے۔ ’’ولن یصلح العطار ما افسده الدھر ‘‘ یقیناً مرزائی دو سو سال تک مرزا قادیانی آنجہانی کے ہذیانات کی الٹی سیدھی تاویلیں کرتے کرتے تھک چکے ہوں گے۔ خود ان کا ضمیر بھی انہیں ملامت کرتا ہوگا کہ وہ صریح غلط بیانیوں کو خواہ مخواہ تاویل کے رندوں سے تراش تراش کر سچ ثابت کرنے کی عبث کوشش کیوں کر رہے ہیں؟۔ کاش! وہ جس جال میں پھنسے ہوئے ہیں ایک جھٹکا دے کر اسے توڑ ڈالتے اور حیص بیص اور گومگو کی جو کیفیت ان پر سو سال سے طاری ہے اس سے ان کی گلوخلاصی ہو جاتی۔

۴...... بہر حال اگر مرزائی صاحبان دین مرزائیت سے تائب ہونا چاہیں تو اسلام کی آغوش ان کے لئے اب بھی کشادہ ہے اور مسلمان انہیں گلے لگانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر انہیں اپنے عقائد پر اصرار ہے اور وہ مرزا قادیانی آنجہانی کو بدستور مسیح موعود اور مہدی معہود یا مصلح اور مجدد مانتے ہیں اور صرف ہوا کا رخ دیکھ کر از راہ تقیہ اپنے نظریات کو تاویلات کے نئے غلاف میں پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو انہیں یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دینی چاہئے کہ وہ دجل و تلبیس کے راستہ سے مسلمانوں کی صفوں میں ایک بار پھر گھس آئیں گے۔ من جرب المجرب حلّت به الندامة!

کتے‘ خنزیر‘ کافر‘ جہنمی اور ولد الحرام کے وہ سینکڑوں خطابات مسلمانوں کو اب تک بھی خوب یاد ہیں اور ہمیشہ یاد رہیں گے۔ جن سے مرزائے آنجہانی نے مسلمانوں کو نوازا تھا۔ مسلمانوں کو مرزائیوں کے خلیفہ دوم کے وہ بیسیوں اعلانات بھی خوب یاد ہیں جن میں بڑے غرور اور تحدی سے کہا جاتا تھا کہ:

’’کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔‘‘

(آئینہ صداقت ص ۳۵ مصنفہ مرزا محمود)

’’حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا یعنی مسلمانوں کا اسلام اور ہے ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے اور ان کا اور۔ اسی طرح ہر بات میں ان سے اختلاف ہے۔‘‘ (الفضل قادیان ج ۵ نمبر ۱۵ ص ۸ مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء)

یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے (مرزا قادیانی) فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ کی ذات‘ رسول کریم ﷺ‘ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ‘ غرض آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔‘‘ (تقریر مرزا محمود الفضل قادیان ج ۱۹ نمبر ۱۳ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

کیا ان واضح اعلانات کے بعد بھی اس کا امکان ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے واضح کفریات کی تصدیق کرنے کے باوجود مرزائیوں کو مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کی اجازت دی جائے گی؟۔ مرزائی امت نے مسلمانوں کو آخر ایسا بے حس کیوں سمجھ لیا ہے کہ وہ مرزائیوں کی صد سالہ تاریخ کو یکسر بھول جائیں گے۔ مرزائی آنحضرت ﷺ کی عزت وحرمت پر حملہ کریں مرزا قادیانی آنجہانی کو نہ صرف آنحضرت ﷺ کی جگہ لا کھڑا کریں۔ بلکہ آپ سے بھی اونچا مقام دیں۔ انبیاء کرام کی توہین وتذلیل کریں۔ مسلمانوں کو جنگل کے سور اور ذریۃ البغایا! جیسی غلیظ گالیاں دیں۔ مگر مسلمان ان تمام چیزوں کے باوجود انہیں امت اسلامیہ کی صف میں جگہ دیں؟۔

۵...... الغرض مرزائیوں کے لئے صرف دو ہی راستے ہیں یا تو اپنے عقائد کفریہ سے ہاتھ جھاڑ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کا سودائے خام اپنے ذہن سے نکال دیں۔ انہیں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ وہ مرزا قادیانی آنجہانی کی نبوت کو ہزار ظل وبروز

کے پردوں میں لپیٹیں یا مجدد و مہدی کے رنگ میں پیش کریں۔ لیکن امت اسلامیہ کا معدہ اسے کبھی ہضم نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں مرزائی صاحبان کو اپنے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی وصیت یاد رکھنی چاہئے کہ:

''تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑے گا۔

(اربعین نمبر۳ص ۷۵، خزائن ج ۱۷ص ۴۱۷)

خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔ پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ (الحکم ۷، فروری ۱۹۰۳ء)

ہم بھی مرزائی صاحبان سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ انہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا اور مسلمانوں میں گھس کر انہیں منشاء الٰہی کی مخالفت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ الا یہ کو وہ اپنے دین مرزائیت سے تائب ہو کر نئے سرے سے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

۶...... ہم اپنی حکومت سے بھی گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ ۲۶ سال تک پاکستان میں مرزائیت نوازی کی سرکاری مہم جاری رہی۔ انہیں مسلمانوں کے حقوق دیئے گئے اور ان کو مصنوعی طور پر مسلمان بنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوا؟۔ یہی کہ انہیں اندرون وبیرون ملک سازشوں کا موقعہ ملتا رہا۔ مگر اب یہ صورت حال تبدیل ہو جانی چاہیے۔ مستقبل میں موقف کی نزاکت کا احساس کریں۔ اسلامی ممالک جو پاکستان کے تحفظ کا ذریعہ ہیں اور جن سے صحیح ہمدردی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ صرف ارباب کفر کی خوشنودی کے پیش نظر ان کی ہمدردی اور دوستی وتعاون سے چشم پوشی نہ کریں۔ آخرت کے غضب الٰہی سے قبل دنیا کے عذاب اور ذلت سے بچنے کی تدبیر کریں اور بحالت موجودہ سیاسی واقتصادی مشیر اور ہوائی اور بری وبحری قیادت کی جو صورت حال ہے اس کو فوراً ختم کریں اور سابق حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے نتیجے میں جو تباہی نازل ہو چکی ہے اس سے کچھ تو عبرت حاصل کریں۔ اسلامی وعربی ممالک جن کے ساتھ ہمارے اخوت اسلامی کے مضبوط رشتے ہیں اور جو ہر آڑے وقت میں پاکستان کے بہترین دوست ثابت ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ انہیں بھی ہماری اس داخلی کمزوری اور ارتدادنوازی کا علم ہو چکا ہے اور ان ممالک میں قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ اس کے اثرات ہمارے حق میں کیا ہوں گے؟۔ یہ دانشمندی کے ساتھ سوچنے کی بات ہے۔ یہاں ہم یہ شکایت بھی ارباب اقتدار کے نوٹس میں لانا چاہتے ہیں کہ ایک طرف تو یہ حالت کہ جب مسلمانوں کی جانب سے قادیانیوں ک

ذرا بھی تعاقب کیا جائے تو فوراً امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ فرقہ واریت کا جن بوتل سے باہر نکل آتا ہے اور قانون اپنے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے بڑی تیزی سے حرکت میں آجاتا ہے۔ زبانیں بند اور جلسہ جلوس اور اجتماع پر پابندی۔

اور دوسری طرف مرزائی ہیں کہ کھلے بندوں گلی گلی اور گھر گھر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا پرچار کررہے ہیں اور یہاں تک جرأت کہ مسلمانوں کی مسجدوں اور دینی اداروں میں جاکر بڑے معصومانہ انداز سے مرزائے آنجہانی کی رسالت ونبوت کی تشریح کرتے ہیں۔ ہم صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ مرزا قادیانی آنجہانی کے ہفوات وہذیانات کے تیروں سے مسلمانوں کے سینے چھلنی ہو چکے ہیں۔ وہ اس ملک پاک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے غداروں کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے تاج ختم نبوت پر ہاتھ ڈال کر اشتعال دلانے سے روکا جائے اور ان کی تحریک ارتداد پر پابندی عائد کی جائے اور اگر اصرار ہو کہ مرزائی بھی امت اسلامیہ کا ایک حصہ ہیں۔ تو ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ واقعتاً یہ امت کا ایک ایسا گلا سڑا حصہ ہے جسے جسم امت سے الگ کر دینا ہی اس کا صحیح علاج ہے۔ ورنہ اس ناسور کا زہر ملت اسلامیہ کے پورے دھڑ میں سرایت کر جائے گا اور اس کا نتیجہ موت اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کا حل کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ ایک معمولی اقلیت کی خوشنودی کے لئے ایک بڑی اکثریت کو ناراض کرنا آخر کون سی سیاست ہے؟۔ حق تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے۔

وصلی الله علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد واله واصحابه واتباعه اجمعین!

(رجب شعبان ۱۳۹۳ھ...... ستمبر/اکتوبر ۱۹۷۳ء)

پاکستان اور مرزائی امت

ماضی قریب میں اسلامی آئین بنایا گیا اور عالم اسلام میں اس کا چرچا کیا گیا۔ لیکن خدارا بتائیں کہ کاغذی کاروائی سے کیا اب تک ایک قدم بھی آگے بڑھ سکا؟۔ مرزائی امت جو اسلام کے نام سے اسلام کی بدترین دشمن ہے جو برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ یہ وہ غدار اسلام تحریک ہے جس کے ذریعہ تمام عالم اسلام کی فضا کو مسموم کیا جارہا ہے۔ جو تحریک صیہونیت کی ترقی

یافتہ شکل ہے۔ جس نے پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کر رکھا ہے۔ جو ریاست اندر ریاست ہے۔ جو اسلام میں نقب زنی کرتی ہے۔ جو مسلمانوں کی دنیا و آخرت پر ڈاکہ ڈالتی ہے۔ جو براہ راست سیدالانبیاء حضرت خاتم النبیین ﷺ کی حریف ہے۔ جس کی بنیاد ہی اسلام سے غداری و بے وفائی اور مسلمانوں سے عداوت و دشمنی پر رکھی گئی ہے۔ جس کا مشن ہی اوّل سے آخر تک مسلمانوں کی جاسوسی رہا ہے۔ اگر یہاں کے حکمرانوں کو خدا کا، رسول کا، اسلام کا اور خود اپنے بلند بانگ دعوؤں اور وعدوں کا کچھ پاس و لحاظ ہوتا تو کیا پاکستان میں ہاں! محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر حاصل کئے گئے پاکستان میں، اس انگریز کی تحریک اور اس مرزائی امت کا سکہ چل سکتا تھا؟۔ ہرگز نہیں۔ لیکن حکمرانوں کے نفاق کی اندھیر نگری میں اس کفر خالص کا اسلام کے نام پر جعلی سکہ ربع صدی تک پھیلتا رہا۔ مسلمان قوم نے بسی کے عالم میں چیختی چلاتی رہی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ سیاست پر مرزائیوں کا تسلط رہا۔ اقتصادیات پر ان کا قبضہ رہا۔ دفاع کی پالیسی ان کے سپرد رہی۔ تعلقات خارجہ ان کے زیر اثر اندرونی نظم و نسق پر حاوی رہے۔ اونچی اونچی ملازمتیں ان کے حصہ میں آئیں۔ قوم نے بار بار احتجاج کئے۔ التجائیں کیں۔ تحریکیں چلائیں۔ مطالبات کئے۔ مگر سب کچھ صدا بصحرا ثابت ہوا۔ آخر لاہور کے تاریخی اجتماع میں قوم کو اعلان کرنا پڑا کہ اگر وزیراعظم قادیانی مسئلہ میں عوام کی رائے کو درخور اعتنا نہیں سمجھیں گے تو وہ پاکستان کے نہیں بلکہ ربوہ کے وزیراعظم ہوں گے۔ خدا خدا کر کے ۷ ستمبر (۱۹۷۴ء) کو پہلی بار کم از کم کاغذی سطح پر قوم کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا کہ امت مرزائیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ قادیانی اوقاف حکومت کی تحویل میں لئے جائیں۔ کلیدی مناسب سے انکو نکالا جائے۔ تمام بری ’بحری‘ اور ہوائی فوج سے ان کو ہٹایا جائے۔ ان کے الگ تشخص اور امتیاز کے لئے شناختی کارڈ جلد سے جلد جاری کئے جائیں اور غیر مسلم مردم شماری میں ان کا اندراج کیا جائے۔ ان کی عبادت گاہوں کے نام تبدیل کرائے جائیں۔ مرزائیوں کی عبادت گاہوں کو مسجد نہ کہا جائے۔ انہیں اسلامی اصطلاحات کے غلط استعمال سے روکا جائے۔ نبی‘ نبوت‘ صلوٰۃ و سلام‘ وحی الٰہی‘ مسیح‘ مہدی‘ ام المومنین‘ خلیفہ‘ امیر المومنین وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے مقدس الفاظ ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے گرد و پیش کے لوگوں کے لئے ان کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ!

ہمیں اس اعتراف میں ذرا بخل نہیں کہ حکومت نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مسلمانوں کے مطالبات آئینی طور پر تسلیم کر لئے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ گذشتہ

حکومتوں کی طرح مسلمانوں کے مطالبات مگر آخر حکومت نے عاقبت نا اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔مگر افسوس صد افسوس کہ آئینی فیصلہ کے بعد حکومت یہ سوچ کر بے فکر ہوگئی کہ مسلمانوں کو مطمئن کر دیا گیا اور ان کے مطالبات تسلیم کر لئے گئے۔لیکن خدارا بتایئے کہ حکومت نے اس کاغذی فیصلہ کی تعمیل کے لئے کیا قدم اٹھایا اور ان مطالبات اور وعدوں کو کس طرح پورا کیا گیا؟۔گذشتہ اشاعت میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ مرزائی آئین کے واضح فیصلہ کو صاف صاف ٹھکرا رہے ہیں۔مگر حکومت نے ان کے اس باغیانہ اعلان کے خلاف کیا کاروائی کی۔اس سے بڑھ کر قول وعمل کے تضاد کی کیا مثال ہوگی۔

مرزائی بدستور مسلمانوں کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔اسلام کی مقدس اصطلاحات کو ناپاک کر رہے ہیں۔مسلمانوں کے نام سے حج پر جاتے ہیں۔اسلامی ممالک میں ملازمتیں کر رہے ہیں۔اندرون ملک بڑی بڑی آسامیوں پر قابض ہوکر مسلمانوں سے مذہبی جنون کا انتقام لے رہے ہیں۔پاکستان کو زک پہنچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر بروئے کار لا رہے ہیں۔قوم کے مختلف طبقات میں طبقاتی خلفشار برپا کر رہے ہیں۔لیکن ان کے انسداد کے لئے ابھی تک کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔اس کا نتیجہ کیا نکلا؟۔مرزائیوں کو اور ان کے آقایان مغرب کو مسلمانوں کی نفسیاتی کمزوری کا احساس ہونے لگا کہ موجودہ دور کے مسلمان صرف کہنا جانتے ہیں۔کرنا نہیں جانتے۔وہ قول کے ہیرو ہیں۔مگر عمل کے پھسڈی ہیں۔چنانچہ اب وہ بڑی شدومد کے ساتھ اور بڑے امن وسکون سے اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے نئے تانے بانے بننے میں مصروف ہیں اور ریاست ربوہ کا خلیفہ چند سالوں تک مرزائیت کے غلبہ واقتدار کی پیش خبریاں سنا رہا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

بحمدللہ! ہم باطل کے حربوں سے مرعوب نہیں۔ہمیں یقین ہے کہ ملت اسلامیہ کے بدخواہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے غدار جو کنواں کھودیں گے۔وہ سب سے پہلے خود انہی کا مدفن ثابت ہوگا۔لیکن ہمیں اپنے حکمرانوں سے شکایت ہے کہ وہ آئین کے واضح فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے سے کیوں ہچکچاتے ہیں؟۔کیا ان کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب ایک نیا طوفان برپا ہوگا؟۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔امت اسلامیہ کی حفاظت فرمائے اور انہیں طاغوتی طاقتوں کی شر وفساد سے محفوظ رکھے۔آمین۔وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ صفوۃ البریۃ محمد وآلہ وأصحابہ وأتباعہ اجمعین!

(جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ،جون ۱۹۷۵ء)

تعارف!

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان!

کتاب ''خاتم النبیین'' میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا تعارف شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مسلمانوں کی ایک خالص غیر سیاسی، مذہبی وملی اور تبلیغی تنظیم ہے۔ جس کا مقصد وحید اسلامیان عالم کا اتفاق واتحاد ناموس رسالت وختم نبوت کی پاسبانی اور منکرین ختم نبوت کا ردوتعاقب رہا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد خطیب العصر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تمام سیاسی جھمیلوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے رفقاء سمیت دعوت اسلام تبلیغ دین اور رد قادیانیت کے لئے زندگی وقف کر دی اور اس پاکیزہ مقصد کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈالی۔ بحمد اللہ! ان کے اخلاص کی برکت سے مجلس کا فیضان دور دور تک پھیل چکا ہے۔ پاکستان اور دوسرے بہت سے اسلامی ممالک میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ بعض بیرونی ممالک میں بھی مجلس کے دفاتر اور فاضل مبلغ کام کر رہے ہیں۔ قادیانیوں کے عالمی مرکز ربوہ میں ریلوے کی جامع مسجد محمدیہ تعمیر ہو چکی ہے۔ جس میں ختم نبوت کے مبلغ اور مدرس خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مجلس کے صرف شعبہ تبلیغ پر قریباً ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ صرف ہو رہا ہے۔

نئے تقاضے اور نئے منصوبے

قادیانیوں کے بارے میں پاکستان قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلہ نے قادیانیت کو موت وحیات کی کشمکش میں ڈال دیا ہے۔ ہزاروں سعادت مند افراد قادیانی ارتداد کے جال سے نکل کر حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ جس سے قادیانیوں کی کمر ٹوٹ گئی اور انہوں نے زندگی اور

موت کی آخری جنگ لڑنے کے لئے اپنی پوری قوت اور اثاثہ جھونک دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ ادھر اندرون ملک ان کی سازشوں کے جال وسیع تر ہو گئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے بہت سے مقدمے عدالتوں میں چل رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کئی نئی اسکیمیں شروع کر چکے ہیں ادھر بیرونی ممالک میں انہوں نے تحریک ارتداد کو تیز سے تیز تر کر دیا ہے اور کروڑوں روپیہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے خرچ کیا جارہا ہے۔ قادیانیوں کی یہ تمام کوششیں انشاءاللہ! رائیگاں جائیں گی اور سازشوں کے جو کنوئیں وہ مسلمانوں کے لئے کھود رہے ہیں انشاءاللہ! ان میں خود ہی گر کر تباہ و برباد ہوں گے۔

تاہم اس میں شک نہیں کہ ان حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا کام بجائے سمٹنے کے اور بھی پھیل گیا ہے اور اس کی ذمہ داریوں میں کمی ہونے کے بجائے کئی گناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ پہلے جہاں ہزاروں روپے اس کے اخراجات کے لئے کافی تھے۔ اب وہاں لاکھوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ قادیانیت کے خلاف مسلمانان عالم کی عام بیداری کی وجہ سے قریباً ان تمام ممالک سے جہاں قادیانی اپنی مرتدانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ مسلمانوں کی جانب سے تقاضے آرہے ہیں کہ وہاں ختم نبوت کے پاسبان بھیجے جائیں جو قادیانیوں کے دانت کھٹے کریں۔ مجلس بیرونی ممالک میں وفود بھیجنے کا انتظام کرتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ سال ایک وفد افریقی ممالک گیا۔ ایک انڈونیشیا کی دعوت پر بھیجا گیا۔ ایک متحدہ عرب امارات کے مطالبہ پر روانہ کیا گیا۔ لیکن اس سے بڑھ کر ضرورت اس بات کی ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے اس کام کو جو ساری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ مزید مستحکم اور وسیع بنیادوں پر منظم کیا جائے۔ جس کی تدابیر حسب ذیل ہیں:

۱...... بیرونی ممالک کے نمائندوں کو پاکستان بلایا جائے۔ انہیں یہاں کچھ عرصہ رکھ کر انہیں قادیانیت کے تمام اسرار و رموز سے واقف کرایا جائے اور وہ اپنے علاقوں میں جا کر مستقل طور پر تحفظ ختم نبوت کے لائحہ عمل کے مطابق قادیانیوں کا تعاقب کریں۔ اس منصوبے پر لاگت کا ابتدائی تخمینہ ایک لاکھ روپے سالانہ ہے۔ بحمداللہ! رمضان المبارک کے بعد اس کا آغاز کیا جارہا ہے۔

۲...... ختم نبوت کی دعوت کے لئے نئے علمائے کرام شریک مجلس کئے جائیں اور انہیں تربیت دے کر اندرون و بیرون ملک تبلیغی خدمات اور رد قادیانیت کے لئے تیار کیا جائے۔

اس تربیتی کورس کے لئے فی الحال پندرہ افراد کا انتخاب تجویز کیا جا رہا ہے۔اس منصوبے پر جماعت کا ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہوگا۔

۳...... مجلس کی ضروریات اور اس کا کام اتنا پھیل چکا ہے کہ اس کے لئے مرکزی دفتر کی موجودہ عمارت کافی نہیں۔اس لئے ملتان ہی میں ایک اچھے موقع پر قطعہ اراضی اڑھائی لاکھ روپے کے مصارف سے خرید لیا گیا ہے۔اس کی سہ منزلہ عمارت کا نقشہ منظور ہو چکا ہے اور تعمیر کا آغاز کر دیا گیا ہے۔یہ عالمی تبلیغی مرکز ایک عالی شان جامع مسجد، دارالاقامہ دارالضیوف پریس اور دفاتر کی عمارت پر مشتمل ہوگا۔اس عظیم ترین منصوبہ کے مصارف کا ابتدائی تخمینہ چالیس لاکھ کے قریب ہے۔

۴...... قادیانیوں کے عالمی مرکز ربوہ میں جہاں ۱۹۷۴ء سے پہلے کسی مسلمان کا گزر بھی ممکن نہیں تھا۔وہاں اب مسلمانوں کی آبادی کی صورت کی سکیم تیار کی جا رہی ہے۔وہاں مسلمانوں کیلئے سب سے اہم تر مسئلہ یہ ہے کہ ان کی معاش کے لئے صنعتی کاروبار کا انتظام کیا جائے اور وہاں مسلمانوں کے لئے مکانات کی تعمیر کا بندوبست کیا جائے۔

۵...... بحمد اللہ! مجلس تحفظ ختم نبوت کو ربوہ میں قریباً نو کنال رقبہ حاصل ہو گیا ہے۔اس میں جامع مسجد مدرسہ دارالاقامہ پریس دفاتر عملہ کے لئے کواٹرز کی تعمیرات کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔چنانچہ یہ علاقہ (مرزائیوں کے دل کی طرح) بالکل بنجر ہے۔نہ پانی ہے۔نہ بجلی۔نہ سڑک۔اس لئے اس بنجر زمین میں جو کفر کی نحوست سے بالکل شور ہے۔ختم نبوت کا پودا لگانا بہت ہی جفاکشی اور کثیر سرمائے کا محتاج ہے۔

یہ مجلس کے کام کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا۔جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کسی خاص فرد یا جماعت کا ادارہ نہیں۔بلکہ مسلمانان عالم کا ایک اجتماعی ملی ادارہ ہے اور ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت و پاسداری کا فریضہ تمام مسلمانوں کا اجتماعی فریضہ ہے۔

اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق کام کریں۔(یہ تحریر خاتم النبیین اردو کے اخیر میں ملحق ہے۔)

عقیدہ ختم نبوت

☆ کتاب خاتم النبیین فارسی کا مقدمہ

☆ تعارف ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین

☆ فیصلہ جیمس آباد کا تعارف

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف!

۱...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی آخری تصنیف ''خاتم النبیین'' فارسی کا اردو میں ترجمہ کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس وقت کے شعبہ نشر واشاعت کے سربراہ حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو حکم فرمایا۔ آپ نے اس کے ترجمہ کی تکمیل فرمائی تو حضرت بنوریؒ نے اس پر مقدمہ تحریر فرمایا جو کتاب کے علاوہ بینات کراچی جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ میں بھی شائع ہوا۔

۲...... اسی طرح مجلس نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کی عربی میں کتاب ھدیۃ المھدیین فی تفسیر آیت خاتم النبیین شائع کی۔ اس کے لئے بھی بینات کی اسی اشاعت میں حضرت نے ایک نوٹ تحریر فرمایا جو بینات کی مذکورہ اشاعت میں شائع ہوئے۔

۳...... علاوہ ازیں ۱۹۷۰ء میں جیکس آباد کے سول جج جناب محمد رفیق گوریجہ (جو بعد میں سیشن جج بنے۔ پھر ہائی کورٹ لاہور کے رجسٹرار بنے) نے قادیانیت کے خلاف تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ کا فیصلہ دیا۔ اس پر حضرت شیخ بنوریؒ نے جاندار تبصرہ شائع فرمایا جو بینات کی اشاعت شعبان ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ ان تینوں تحریروں کو بصائر وعبر کے حصہ اوّل ۳۹۴ سے ۴۲۱ تک کے صفحات پر عنوان بالا سے شائع کیا گیا۔ احتساب کی اس جلد میں اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد الله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد نا محمد خاتم النبيين وعلى آله الطاهرين وصحبه اجمعين ۰ امابعد!

دین اسلام کی اساسی خشت ختم نبوت کا عقیدہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اس کائنات کی ہدایت کے لئے رشد وہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ہے۔ اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے اور اس عمارت کی تکمیل کی آخری خشت حضرت سید العالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود با جود اور ظہور پرنور ہے۔

اللهم صل عليه صلاة تكرم بها مثوه وتشرف بها عقباه وتبلغ بها يوم القيامة مناه ورضاه وبارك وسلم!

ختم نبوت کے اس عقیدہ پر خدا تعالیٰ کی سب سے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کی بے شمار تصریحات موجود ہیں اور جس طرح یہ ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے۔ اسی طرح دلالت کے لحاظ سے بھی قطعی اور ہر شک وشبہ سے پاک ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ بھی اگر قطعی الدلالۃ ہو تو مضمون کی قطعیت کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس قطعیت کی نظیر قرآن کریم میں بھی کم ملے گی۔ اسی طرح عقیدہ ختم نبوت پر احادیث نبویہ بھی تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور تواتر بھی ایسا ہے کہ جس کی نظیر احادیث متواترہ کے ذخیرہ میں نہیں۔ دوصد احادیث سے یہ عقیدہ ثابت ہوا ہے۔ گویا قرآن واحادیث میں اس قطعیت کی نظیر کسی اور مسئلہ میں نہیں ملے گی۔ پھر امت محمدیہ کا اس پر اجماع بھی ہے اور نہ صرف امت محمدیہ کا اجماع۔ بلکہ تمام کتب سماویہ کا اس پر اجماع ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اس پر اجماع ہے۔ عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ عہد و پیمان ہے۔

پس جس طرح توحید الٰہی تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الٰہیہ، تمام انبیاء کرام اور تمام ادیان سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد ﷺ ہی ہوں گے اور سلسلہ نبوت ورسالت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔ اصولی واعتقادی مسائل میں انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ہر دور میں متفق علیہ رہے ہیں۔

پس جس طرح دیگر عقائد دینیہ تمام نبوتوں میں مشترک ہیں۔ٹھیک اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا آخری نبی ہونا۔آپ ﷺ ہی کی نبوت پر دنیا کا خاتمہ ہونا۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلمات میں سے رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کتب سماویہ میں اس کی ان گنت پیش گوئیاں کی گئیں۔آپ ﷺ کا نام، آپ ﷺ کے القاب، آپ ﷺ کا خاندان' آپ ﷺ کا ملک' آپ ﷺ کی جائے ولادت۔آپ ﷺ کے دار ہجرت وغیرہ کی خبریں دی گئیں۔غرض اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اور تمام اقوام عالم پر اپنی حجت پوری کر دی۔

اور اسلام کی پوری تاریخ میں اس اجماعی عقیدے کا ظہور اس طرح ہوتا رہا کہ جب بھی کوئی مدعی نبوت کھڑا ہوا اس کا سر قلم کر دیا گیا۔یہ اس عقیدے کا عملی ثبوت تھا جو اسلام کے ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور جس پر امت کا تعامل مسلسل جاری رہا۔حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں اسلامی جہاد کا آغاز ہی مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ یمامہ سے ہوا۔جس میں سات سو صرف حفاظ قرآن شہید ہوئے جو صحابہ کرامؓ میں اہل القرآن کے لقب سے مشہور تھے۔گویا اسی عقیدے کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ صحابہ شہید ہوئے اور اسی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خون کی قربانیاں پیش کیں۔معرکہ حق و باطل سب سے پہلے اسی عقیدہ کی خاطر برپا ہوا اور اصحاب رسول ﷺ کے مقدس خون سے اس باغیچہ کو سیراب کیا گیا۔یہ حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ تھی کہ خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے فتنہ کی سرکوبی کر کے قیامت تک آنے والی امت کو دوٹوک اور غیرمبہم انداز میں بتا دیا گیا کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد جو لوگ دعوائے نبوت کے ساتھ اٹھیں امت کو ان سے کیا سلوک کرنا ہوگا۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

الغرض یہ عقیدہ اتنا بنیادی اور اتنا اہم ہے کہ اسے عالم ارواح سے لے کر آج تک ہر آسمانی دین میں مسلسل دہرایا جاتا رہا اور قولاً عملاً' اعتقاداً اس کی مسلسل تاکید و تلقین کی جاتی رہی۔بدقسمتی سے برطانوی اقتدار میں جھوٹی نبوت کا فتنہ کھڑا کیا گیا اور یہ سمجھ کر کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس کے متزلزل ہو جانے سے اسلام کی عمارت منہدم ہو جائے گی۔اس پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی گئی۔اس کے لئے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ کا انتخاب کیا گیا۔متحدہ ہندوستان اسلامی حکومت کے سائے سے محروم تھا۔ورنہ مرزا قادیانی کا حشر بھی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب وغیرہ سے مختلف نہ ہوتا۔اس لئے مسلمان سوائے دینی بحثوں اور مناظروں

کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ برطانوی حکومت اپنے تمام لامحدود وسائل سے اس فتنہ کی پرورش اور اپنے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی حفاظت کرتی رہی۔

قادیانیت کے خلاف علامہ کشمیریؒ کا جہاد

امت کے جن اکابر نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے محنتیں کی ہیں۔ان میں سب سے زیادہ امتیازی شان حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندیؒ کو حاصل تھی اور دارالعلوم دیوبند کا پورا اسلامی اور دینی مرکز انہی کے انفاس مبارکہ سے اس شجرہ خبیثہ کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف رہا۔قادیانیوں کے شیطانی وساوس اور زندیقانہ وسائس کا جس طرح حضرت امام العصرؒ نے تجزیہ کر کے ان پر تنقید کی۔اس کی نظیر تمام عالم اسلام میں نہیں ملتی۔حضرت مرحوم نے خود بھی گراں قدر علوم وحقائق سے لبریز تصانیف رقم فرمائیں اور اپنے تلامذہ مدرسین دیوبند سے بھی کتابیں لکھوائیں اور ان کی پوری نگرانی واعانت فرماتے رہے۔میں نے خود حضرت سے سنا کہ جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰة والسلام کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے۔فرمایا چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہو گیا کہ انشاء اللہ! دین باقی رہے گا اور یہ فتنہ مضمحل ہو جائے گا۔میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس فتنے پر اتنا دردمند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصرؒ کو۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہو گیا ہے جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے۔جب مرزا قادیانی کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے کہ لعین ابن لعین، لعین قادیان اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی۔فرماتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے۔فرمایا کہ ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی درد دل کا اظہار کیسے کریں؟۔ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ وغضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں۔ورنہ محض تردید وتنقید سے لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔مرض موت میں جب تمام قوتیں جواب دے چکی تھیں اور چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے ایک دن (یہ جمعہ کا دن تھا) جامع مسجد (دیوبند) میں ڈولی میں لائے گئے اور اپنے شاگردوں اور علماء اور اہل دیوبند کو آخری وصیت فرمائی کہ دین اسلام کی حفاظت کی خاطر اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے پوری کوشش کریں اور فرمایا میرے تلامذہ کی تعداد جنہوں نے مجھ سے حدیث پڑھی ہے دو ہزار ہوگی۔ان سب کو میں وصیت کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے خلاف پوری

جدوجہد کریں۔ حضرت کی یہ وصیت دعوت حفظ ایمان کے نام سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوگئی تھی۔

حضرت امام العصرؒ نے اپنی آخری زندگی میں مسلمانان کشمیر کو اس فتنے سے بچانے کیلئے آخری تصنیف فارسی زبان میں تالیف فرمائی۔ کشمیر میں فارسی زبان عام تھی اور وہاں کی علمی زبان فارسی ہی تھی۔ اس لئے آیت خاتم النبیین کی شرح فرمائی۔ حضرت مرحوم کا دل ودماغ جس طرح علوم ومعارف سے بھرا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ قلم سے اسی انداز کے علوم وحقائق نکلیں گے۔ زبان فارسی ہو یا اردو۔ علوم انوری کے جواہرات اپنی پوری تابانی کے ساتھ ظاہر ہوں گے۔ ہر شخص نہ اس کی تہوں تک پہنچ سکتا تھا اور نہ یہ علوم اس کے قبضہ میں آسکتے تھے۔ اس کے لئے حسب ذیل امور کی ضرورت تھی:

۱...... عام فہم شستہ اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

۲...... مترجم ذکی ومحقق عالم ہوکر علمی اشارات ولطائف کو بخوبی سمجھتا ہو۔

۳...... حضرت امام العصرؒ کے طرز تحریر سے مناسبت رکھتا ہو اور اس کے سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

۴...... قادیانیت کے موضوع سے دلچسپی رکھتا ہو اور قادیانی مذہب کے لٹریچر سے پوری طرح باخبر ہو۔

۵...... علمی دقائق کی تشریح پر اردو میں قادر ہو اور قلمی افادات سے عوام کو مستفید بنانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

۶...... تالیفی ذوق رکھتا ہو۔ تصنیفی ملکہ حاصل ہو۔ تاکہ مناسب عنوانات سے مضمون کو آسان کر سکے۔

۷...... حضرت امام العصرؒ سے انتہائی عقیدت ومحبت ہو کہ مشکلات حل کرنے میں گھبرا نہ جائے، اور غور وخوض سے اکتا نہ جائے۔

۸...... محنت وعرق ریزی کا عادی ہو دل کا درد رکھتا ہو قادیانیت سے بغض ہو۔

۹...... اپنے علمی کاموں میں محض رضائے حق کا طالب ہو۔ حب جاہ وثناء سے بالاتر ہو۔

۱۰...... عام علمی مہارت اور دینی ذوق کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ عربیت

وبلاغت کے سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور معانی و بلاغت کی نکتہ سنجیوں سے واقف ہو۔

یہ دس امور تھے جو ارتجالاً زبان قلم پر آ گئے۔ عشرہ کاملہ کے بعد اب مترجم صحیح ترجمہ پر قدرت پا سکتا ہے۔ مجھے کسی سے توقع نہ تھی کہ یہ خدمت صحیح طور پر انجام دے سکے گا۔ میری خود بھی ہمت نہ تھی کہ اس لق و دق صحراء میں قدم رکھوں۔ اگرچہ عرصہ دراز سے احساس تھا کہ اس کے ترجمہ وتشریح کی ضرورت ہے۔ جس وقت شباب تھا اور فرصت بھی تھی دماغ میں تازگی تھی اور عہد انوری کی صحبتوں کی یاد تازی تھی اس وقت توجہ نہ کر سکا اور اس سعادت سے محروم رہا۔ حالانکہ نفحۃ العنبر میں ۴۵ برس پہلے چکا تھا کہ خدا کی قسم! انوری علوم کے باغ و بہار اور وہبی علوم کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو رسالہ خاتم النبیین ملاحظہ کیا جائے۔ [1]

الحمد للہ کہ یہ سعادت میرے ہم نام اور میرے ہم کام میرے مخلص رفیق کار مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ (شہید ختم نبوت) کے حصہ میں آئی۔ جو اس عشرہ کاملہ سے متصف تھے۔ باکمال تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کہ وہ اس کے ترجمہ وتشریح کے فرض سے نہایت کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے اور اس علمی و دینی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بارگاہ قدس میں قبول فرمائے اور مترجم کے لئے سعادت دارین کا وسیلہ بنائے اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی شفاعت مقبولہ کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

---

[1] نفحۃ العنبر کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے کہ:

أودع الشيخ فيها نكات و أسرار اوهبية ما يرهف الألباب والبصائر ويروح القلوب والخواطر احتوت علىٰ حقائق سامية ربانية وبدائع حكم الهيه يبهت لها الخيال وتحارلها العقول · ستحس أوان مطالعتها أنّ المن نة السحاء يهطل بديمها · أو أن البحر الذاخر يسمع بعبه · وائم الله ان محاسنها الجليلة تأخذ بالقلوب لا أدرى بأى وصف أصفها · دررفاق بهاؤها وغرر شاع ضوء ها وسناؤها وزهرفاح أريحها وراق زهاؤ نهاء لله من حكم يمانية سمح بهاصدره ولله من معارف عالية نثرت من سنى قلمه ·
نفحة العنبر ص ۱۲۹ مطبوعه الملتبة البنوريه کراچی!

''حضرت شیخ نے اس میں وہ وہبی اسرار و نکات درج کئے ہیں جن سے فہم بصیرت کو جلا ملتی ہے اور روح وقلب کو وجد آ جاتا ہے۔..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

هدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین

حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ بانی دارالعلوم کراچی کا عربی رسالہ ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین شائع کیا گیا جو موصوف نے حضرت الاستاذ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم سے اور انہی کی نگرانی میں مرتب فرمایا تھا۔ اس میں مسئلہ ختم نبوت پر ۳۳ آیات' ۱۶۵ احادیث' صحابہ تابعین کے آثار علمائے امت کے ارشادات اور کتب سابقہ کی شہادتوں کا بے نظیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے جس پر حضرت امام العصرؒ نے حضرت مؤلف کو بہت داد دی تھی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اس کی اشاعت اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ نہ صرف اندرون ملک ہر عالم اور عربی داں اس سے مستفید ہو۔ بلکہ ایشیاء افریقہ اور یورپ کے ان تمام ممالک کے اہل علم تک یہ کتاب پہنچائی جائے۔ جہاں قادیانی فتنہ ارتداد کے اثرات ہیں اور جہاں عالمی زبانوں میں مستند اور ٹھوس لٹریچر کا تقاضا شدت سے ہو رہا ہے۔ ارادہ ہے کہ سردست اس کتاب کا ایک لاکھ نسخہ بھجوانے کا بندوبست کیا جائے اور اس کی شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ تمام اہل خیر جنہیں دین اور اس کے عالمی تقاضوں کا احساس ہے۔ انہیں اس صدقہ جاریہ کی طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ حسب استطاعت اس کے سوسو، ہزار ہزار نسخے خرید کر خود بھجوائیں یا یہ کام مجلس تحفظ ختم نبوت کے سپرد کر دیں جو حضرات اس صدقہ جاریہ کی تحریک میں حصہ لیں گے انہیں کتاب اصل لاگت پر مہیا کی جا رہی ہے۔ یعنی فی سینکڑہ ۳۰۰/۰۰ تین صد روپے اور فی ہزار ۲۴۰۰/۰۰ چوبیس سو روپے۔ اس چھوٹی سی کتاب کے ایک لاکھ نسخے بھجوا دینا قومی سطح پر معمولی بات

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)..... یہ رسالہ ان بلند پایہ حقائق ربانیہ اور حکمت الٰہیہ کے نوادر پر مشتمل ہے جن سے خیال مبہوت اور عقل ششدر رہ جاتی ہے۔ اس کے مطالعہ کے وقت ایسا محسوس ہوگا کہ گویا ابر باراں موسلا دھار برس رہا ہے۔ یا بحر محیط ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم اس کے محاسن دلوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ سے اس کی تعریف و توصیف کروں۔ یہ وہ موتی ہیں جن کی رونق سب پر فائق ہے۔ یہ وہ گوہر ہیں جن کی تابانی و درخشانی شہرۂ آفاق ہے۔ یہ وہ کلیاں ہیں جن کی خوشبو مہک رہی ہے۔ سبحان اللہ! کیا یمانی حکمتیں ہیں جو سینۂ انور سے نکلیں اور ماشاء اللہ! کیا ہی اعلیٰ معارف ہیں جو آپ کی نوک قلم سے بکھرے۔

ہے۔ مگر اس کے اثرات انشاء اللہ دنیا و آخرت میں خیر و برکات کا موجب ہوں گے۔ میں تمام احباب و مخلصین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قومی و ملی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں اور اس تحریک میں بیش از بیش حصہ لیں۔ واللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ!

(جمادی الثانیہ ۱۳۹۷ھ ..... جون ۱۹۷۷ء)

دنیائے اسلام کا سب سے بڑا شعار عقیدہ ختم نبوت

ختم نبوت کا عقیدہ دین اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام عمارت اسی عقیدہ پر قائم ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول ہیں اور سلسلہ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آپ ﷺ پر ختم ہوا ہے۔ اول انبیاء حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اب کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں۔ یہ قطعی اعلان آسمانی وحی نے قرآن کریم کی سورہ احزاب میں کیا ہے اور واضح رہے کہ وحی آسمانی کا یہ اعلان ۵ ہجری میں حضرت ام المومنین زینب بنت جحشؓ کے آسمانی نکاح کے موقع پر ہوا ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل بھی یہ عقیدہ اٹھارہ سال پہلے اسلام کا اساسی عقیدہ تھا۔ اسی طرح تمام اسلامی عقائد کو قرآن کریم کے نزول سے پہلے ہی حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشاد پر امت نے تسلیم کیا ہے اور ان پر ایمان لائی ہے۔ بعد میں قرآن کریم میں موقع بہ موقع ان کا ذکر واعلان ہوتا رہا۔ تاکہ اسلامی دستور و اسلامی آئین دین اسلام کے مہمات خالی نہ ہو۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، وضو، غسل وغیرہ وغیرہ تمام اسلامی فرائض کو امت نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر تسلیم کیا ہے آنحضرت ﷺ کا ہر حکم امت کے لئے واجب الاطاعت اور واجب الایمان ہے۔ قرآن کریم میں ان کا ذکر ہو یا نہ ہو اور یہ عقائد اور یہ شریعت اور اس کے تمام بنیادی احکام امت محمدیہ کو تعامل و توارث و تواتر کے ذریعہ پہنچے ہیں۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اساسی ہے اور قطعی ہے اور ہر دور میں امت محمدیہ کا اس پر اجماع رہا ہے جس طرح یہ عقیدہ بنیادی اور اہم ترین عقیدہ ہے۔ اسی طرح اس عقیدے کے مخالف عقیدہ امت میں سب سے بڑا فتنہ ہوگا اور سب سے بڑا کفر ہوگا۔ چنانچہ شیطان نے سب سے پہلے حملہ اسی عقیدہ پر کیا ہے۔ تاکہ اسلامی بنیاد متزلزل ہو سکے۔ یمامہ کا مسیلمہ کذاب یمن کا اسود عنسی اور سجاح۔ یہ کذابین و دجالین کے سرفہرست ہیں اور اسی لئے جھوٹی نبوت کے مدعی کو ہر دور میں کافر سمجھا گیا اور اس دعوے کو دین محمدی کے خلاف بغاوت کے مترادف سمجھا گیا اور اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے صاف اعلان فرمایا کہ:

''میری اس امت میں تیس دجال وکذاب پیدا ہوں گے جن سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا اور یہ سب جھوٹے ہیں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میں آخری نبی ہوں۔''

جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح کی گئی ہے۔ بہر حال عقیدہ ختم نبوت دین اسلامی کا قطعی عقیدہ ہے۔ قرآن کریم اس پر ناطق ہے۔ احادیث نبویہ کا اس پر تواتر ہے اور امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے۔ اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ امت محمدیہ کی تمام کوششیں اور علماء اسلام کی تمام محنتیں اور یہ تمام اسلامی ادارے' دینی درس گاہیں اور اسلامی انجمنیں اور احادیث نبویہ کی تدریس اور کتب حدیث کی تالیف وتصنیف واشاعت یہ سب کچھ اسی عقیدے کی حفاظت وصیانت کی مختلف صورتیں ہیں اور متعدد مظاہر ہیں۔ اگر یہ عقیدہ درمیان سے ختم ہو جائے تو یہ تمام دینی جدوجہد بالکل لایعنی ہے۔ نہ قرآن کریم کی عظمت واہمیت باقی رہتی ہے۔ نہ صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ احادیث نبویہ کی حاجت باقی رہتی ہے۔ جب دوسرا نبی ورسول آسکتا ہے اور وحی الٰہی کا سلسلہ جاری ہے۔ نئی شریعت بھی آسکتی ہے۔ جدید احکام بھی نازل ہو سکتے ہیں۔ جہاد اسلامی بھی منسوخ ہوسکتا ہے۔ حج وزکوٰۃ اور تمام عبادات میں جو ترمیم چاہیں ہوسکتی ہے۔ تو قرآن وحدیث کی وقعت واہمیت کیا باقی رہ جاتی ہے؟۔ حفاظت اسلام کا قوی ترین ومستحکم قلعہ یہی ختم نبوت ہے۔ اس لئے شیاطین الانس وشیاطین الجن کا سب سے پہلا حملہ اس قلعہ پر ہوا۔ اس لئے کہ اس مورچہ کو ختم کر کے تمام معاملات حسب خواہش طے ہو سکتے ہیں۔ لہذا کسی بھی اسلامی حکومت کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ اس قلعہ کی حفاظت کرے۔ اسلامی دستور' اسلامی آئین کی بنیاد بھی یہی عقیدہ ہے۔

اسلام کے خلاف برطانوی سازش

الغرض دین اسلام کا سب سے بڑا شعار عقیدہ ختم نبوت ہے بدقسمتی سے متحدہ ہندوستان پر جب فرنگی استعمار کا پنجہ مضبوط ہوگیا اور ۱۸۵۷ء میں روح فرسا مظالم کر کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود انگریز اسلام کو ختم نہ کر سکا۔ تب اسلام کے خلاف جن موثر تدابیر کو انگریز نے اختیار کیا۔ ان میں سب سے مؤثر نسخہ یہی ہاتھ آیا کہ اسلام کے اس عقیدہ پر کاری ضرب لگائے۔ انگریزی نفسیات کے بارے میں مسولینی کا مقولہ مشہور ہے کہ یہ قوم صدیوں پہلے انجام کار کا اندازہ لگا لیتی ہے۔ بلاشبہ شیطنت وتلبیس میں یہ قوم اعداء اسلام میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے شیخ المشائخ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو

بندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں کہیں اسلام کے خلاف سازش نظر آئے۔ اگر کھوج لگاؤ گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا سرچشمہ انگریز ہے۔اس لئے انگریزی حکمران کی نگاہ نے ایک صوبے پنجاب کے ضلع گورداسپور کے گاؤں قادیان میں ایک منشی مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کر لیا۔ مسلمانوں میں مہدیت کے دعوے دار بہت سے مختلف ادوار میں پیدا ہو چکے تھے۔لہذا یہ دعویٰ زیادہ انوکھا نہ تھا اس لئے اوّل مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تا کہ آسانی سے ہضم ہو سکے۔ رفتہ رفتہ مثیل مسیح موعود کا دعویٰ کیا۔اس کو بھی چند لوگوں نے قبول کرلیا۔ پھر مسیح موعود ہونے کو دعویٰ کیا۔ پھر نبی غیر تشریعی یعنی بلا شریعت پیغمبر ہونے کا مدعی ہوا۔ آخر صراحۃً نبوت کا دعویٰ کر ڈالا اور یہ بھی ساتھ دعویٰ کیا کہ ان کی شریعت میں امر و نہی بھی ہے۔ جدید احکام بھی ہیں اور بالآخر جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ الغرض ترتیب و تدریج کے ساتھ جو پہلے مرحلہ پر سوچ چکا تھا اسی مرحلے پر آخر کار پہنچ گیا۔ تمام اطراف ہند میں شور و غوغا ہوا اور تکفیر پر مضامین آئے۔ کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن برطانیہ نے بہت ہوشیاری اور تدبیر کے ساتھ اس کی ترویج و تقویت اور پشت پناہی میں پورا زور صرف کر دیا اور آج اسی کے نتیجہ میں دنیا کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہا کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودے کے ثمرات وہاں نہ پہنچے ہوں۔ لندن میں تو اس کا مرکز ہی ہے۔ امریکہ، کینیڈا سے لے کر فلسطین تک بلکہ اسرائیل کی نام نہاد حکومت میں بھی اس کا مرکز ہے۔ اگر پاکستان کی موجودہ حکوت کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی حکومت ہے اور دستور کے اندر بھی یہ دفعہ آ گئی ہے کہ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا عقیدہ رکھے تو اس کو فوراً قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دینا چاہئے کہ یہ ایک اسلامی حکومت کا ادنیٰ ترین فرض ہے۔ مقام مسرت ہے کہ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر تمام اسلامی ممالک کی اسلامی جماعتوں کا اجتماع ہوا اور بالاتفاق یہ قرارداد پاس ہوئی کہ مرزائی قادیانی جہاں بھی ہوں غیر مسلم اقلیت ہیں۔ صرف پاکستان کے ایک نمائندے (افضل چیمہ سیکرٹری قانون) نے اتفاق نہیں کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

جس حکومت کے نمائندہ کو سب سے پہلے سبقت لے جانی چاہئے تھی وہی مخالف رہا۔

کہنا یہ ہے کہ حکومت پاکستان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس عقیدہ کی حفاظت کرے اور ملک کے جو باشندے اس عقیدہ کے خلاف ہیں۔ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے ساتھ بقیہ غیر مسلم اقلیتوں کا معاملہ کرے۔ حق تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور اس پر

چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ تاکہ قیامت کے روز سرخ روئی نصیب ہو اور دنیا میں بھی ہم مسلمانوں اور مسلمان حکومتوں کے سامنے رسوا نہ ہوں اور آنحضرت ﷺ کی ناموس کی حفاظت کر کے آپ کی شفاعت کبریٰ کے مستحق ہوں۔

تخلیق کائنات کا مقصد

قرآن مجید میں بہت سی جگہ عقیدہ آخرت کے اثبات کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ اگر اس کائنات کی تخلیق کا منشا صرف یہی ہوتا کہ اس دنیا کا نقشہ وجود میں آ جائے اور اس کا کوئی نتیجہ نہ ہو تو یہ محض ایک فعل عبث اور کھیل تماشا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدسی صفات کھیل تماشے سے بلند و بالا اور عبث ولایعنی سے پاک اور منزہ ہے۔

افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون ۰ مومنون: ۱۱۵ ﴿پس کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔﴾

یہ کارخانہ عالم بے نتیجہ و بے مقصد نہیں۔ بلکہ ذریعہ ووسیلہ ہے ایک بڑے مقصد کا۔ یہ عبوری و عارضی اور امتحانی وابتلائی زندگی خود مقصد نہیں۔ بلکہ یہ تمہید ہے آخرت کی۔ جہاں کی زندگی ابدلآباد کی زندگی ہوگی۔ سورہ فاتحہ سے سورہ الناس تک بے شمار مقامات پر محیر العقول معجزانہ اسلوب اور عجیب مؤثر انداز میں یہ حقیقت بار بار ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ سورہ فاتحہ میں جسے ایک مسلمان کم از کم ۳۲ مرتبہ روزانہ پڑھتا یا سنتا ہے۔ حق تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت عامہ کے فوراً بعد یوم الدین کی ملکیت اور بادشاہی کا اعلان کیا گیا ہے۔ تاکہ ہر لحظہ یہ عقیدہ پیش نظر رہے کہ دنیا خود مقصد نہیں۔ اصل منزل مقصود آخرت اور صرف آخرت ہے۔

پاکستان کا مقصد

ٹھیک اسی طرح یہ سمجھنا چاہیئے کہ مملکت خداداد پاکستان جسے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کی طویل اور صبر آزما جنگ آزادی کے بعد حاصل کیا گیا جس کے لئے جان و مال اور عزت و آبرو کی بے مثال قربانیاں دی گئیں۔ جس کی خاطر لاکھوں خاندانوں کو ترک وطن کی وہ صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ شرمندہ ہے اور جس کو خدا اور رسول کے مقدس نام پر اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ! کا واسطہ دے کر حاصل کیا گیا۔ اگر اس کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ آزادی مل جائے۔ کافروں کی جگہ بڑے بڑے مسلمان سرمایہ دار وجود میں آ جائیں۔

بڑے بڑے کارخانے ہوں۔ فلک بوس عمارتیں اور خوشنما بلڈنگیں ہوں۔ فراخ سڑکیں اور عمدہ کاریں ہوں۔ سینما تھیٹر ہوں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہوں۔ شاندار ہوٹل اور کلب گھر ہوں۔ رقص وسرود کی محفلیں۔ مخلوط دعوتیں اور حیا سوز مناظر ہوں۔ سود اور رشوت کا بازار گرم ہو۔ ظلم وناانصافی کا دور دورہ ہو۔ لاقانونیت کی فضا ہو۔ نہ خدا کا خوف ہو نہ قانون کا ڈر۔ نہ حاکم کو احساس فرض ہو نہ محکوم کو۔ نہ کسی کی جان محفوظ ہو نہ مال۔ نہ پولیس اپنے منصب کی پرواہ کرے۔ نہ عدالت سے دادخواہی غریب آدمی کے لئے ممکن ہو۔ ایک طرف کارخانوں پر کارخانے کھلتے جائیں اور دوسری طرف ملک کا نادار طبقہ نان جویں کا محتاج ہو۔ الحاد ودہریت کی کھلی چھٹی ہو۔ کوئی کسی کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔ ایمانی عقائد پر حملہ کرے۔ اخلاق کو تباہ کرے۔ معاشرہ کو متعفن کرے۔ مگر قانون اسے روکنے میں کامیاب نہ ہو۔

الغرض یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اگر یہ ملک اسی کے لیے بنا تھا۔ آزادی اسی کے لئے حاصل کی گئی تھی۔ خدا اور رسول کے مقدس نام کا استعمال انہیں مقاصد کے لئے ہوا تھا۔ پاکستان کی تفسیر کلمہ طیبہ سے اسی لئے کی گئی تھی [1] تو ہم نے خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم کیا اور بھری دنیا کو کتنا بڑا دھوکا دیا؟۔ یہ سارے کام تو امریکہ ویورپ اور بے دین ممالک میں بھی بڑے وسیع پیمانے پر انجام دیئے جا رہے تھے۔

الغرض حق تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اگر تخلیق دنیا کا منشاء آخرت نہ ہو۔ روز جزا میں میزان عدل قائم نہ ہو۔ جزا وسزا کا دفتر نہ کھلے۔ مجرمین کو سزا اور صالحین کو جنت نہ ملے تو عالم کا تمام نقشہ بے کار ہے۔ محض کھیل اور تماشا ہے۔ اسی طرح اگر پاکستان کا مقصد اسلامی حکومت اسلامی دستور اور اسلامی قانون نہ ہو تو یہ تمام نقشہ بے کار اور کھیل تماشے سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

تاسیس پاکستان کا اصل مقصد

پاکستان کی تاسیس کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو۔ ایک صالح معاشرے کی تشکیل ہو۔ فواحش ومنکرات کا قلع قمع کیا جائے۔ بے حیائی وعریانی کا جو سیلاب

---

[1] پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! تحریک پاکستان کے دوران بچے بچے کی زبان پر تھا۔ ان بچوں کو جواب پیرانہ سالی میں قدم رکھ رہے ہیں یہ نعرہ اب بھی یاد ہوگا۔

خدا فراموش ملکوں سے آ رہا ہے اس سے محفوظ رہا جائے۔ ظلم و عدوان کو مٹایا جائے۔ اسلام کے عدل وانصاف کے سائے میں ہر شخص اطمینان وسکون کی زندگی بسر کر سکے۔ قوم کے نادار افراد کی دستگیری کی جائے۔ کس قدر حیرت وافسوس کا مقام ہے کہ تیئس سال کے طویل عرصہ کے بعد بھی ہم اسلامی قانون کے سایہ رحمت سے محروم ہیں۔ ملک اسلام اور مسلمانوں کا ہے۔ حکومت مسلمانوں کی ہے۔ حکومت کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ مگر نہ اسلامی دستور ہے نہ اسلامی قانون۔ قوم بار بار مارشل لاء کے سائے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اسلامی ملک میں کوئی اسلامی حکومت آج تک مسلم اور غیر مسلم کے درمیان سرکاری طور پر کوئی حد فاصل قائم نہیں کر سکی۔ گذشتہ دور حکومت میں یہ سستا اصول بنالیا گیا تھا کہ جو شخص بھی اسلام کا ادّعا کرے وہ مسلمان ہے۔ ایک شخص حکومت کے سرکاری مذہب سے بغاوت کر کے حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرے۔ ارشادات نبوت کو جھٹلائے۔ الحاد وتحریف کے ذریعہ دین کی ساری جڑوں کو کھوکھلا کر کے مرزائی بنے' پرویزی بنے' ملحد بنے' نماز' روزہ کا مذاق اڑائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کرے۔ مگر یہاں اس کے اسلام پر کوئی آنچ نہیں آتی اور وہ جوں کا توں مسلمان رہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مسلمان ملک میں اسلام کے حقوق محفوظ نہ ہوں۔

قادیانیوں کے بارے میں عدالت کے فیصلے

تاہم اس پر آشوب اور تاریک فضا میں بھی روشنی کی کرن کبھی کبھار پھوٹ نکلتی ہے۔ مرزائی امت کی شرعی اور قانونی حیثیت کیا ہے؟۔ اس نکتہ پر سابق ریاست بہاول پور کے جج جناب محمد اکبر صاحب کا تاریخی فیصلہ [1]۔ ایک مسلمان جج کے ایمان کا شاہکار تھا۔ قیام پاکستان کے بعد جناب شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے ان کے کفر کا فیصلہ دیا [2] اور اب یہ تیسرا

---

[1] بمقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش بنام عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد یہ مقدمہ کئی سال تک زیر سماعت رہا اور فاضل جج نے ۷رفروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳رذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کو فیصلہ سنادیا۔ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے نام سے طبع ہو چکا ہے اور نہایت قیمتی دستاویز ہے۔

[2] بمقدمہ امتہ الکریم بنت کرم الٰہی بنام لیفٹیننٹ نذیر الدین پسر ماسٹر محمد دین یہ فیصلہ جون ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت تغلق روڈ ملتان سے شائع ہو چکا ہے۔

فیصلہ ہے جو جیمس آباد کے سول جج جناب محمد رفیق گوریجہ پی سی ایس نے جنہیں فیملی کورٹ جج کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ ایک قادیانی مرد کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہوئے صادر فرمایا ہے۔[1] یہ فیصلہ بے حد لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہے۔ جہاں ہم محترم جج کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ وہاں موجودہ مارشل لاء حکومت کے دور میں عدلیہ کی آزادی بھی قابل صد تبریک ہے۔ جس کی وجہ سے ایک سول جج اس جرأت ایمانی کا مظاہرہ کر سکتا ہے کہ وہ شرعی اور اسلامی قانون کے مطابق مدلل اور مفصل فیصلہ کر سکے چونکہ قادیانی مسلمان نہیں۔ اس لئے کسی مسلمان عورت اور قادیانی مرد کے درمیان عقد نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

فیصلے کا پورا متن ملک کے بہت سے اخبارات و جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں ہم اس فیصلے کے چند اہم نکات کا مطالعہ کرانا چاہتے ہیں۔

فیصلہ جیمس آباد کے اہم نکات

نکتہ اوّل... مسلمان کسے کہتے ہیں

سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کی تعریف کیا ہے؟۔ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل کیا ہے؟ اور وہ کون سی چیز ہے جو ایک مسلمان کو غیر مسلم سے ممیز کرتی ہے؟۔ اس نکتہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج امیر علی کی کتاب محمڈن لاء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدانیت اور محمد ﷺ کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلمان اور مسلم لاء کے تابع ہے۔''

(فیصلہ جیمس آباد اردو ص ۲۵)

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''ہر وہ شخص جو خدا کی وحدانیت اور رسول عربی کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے۔ دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۶)

نیز سر عبدالرحیم کی کتاب محمڈن جورسپروڈنس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ''اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد عربی ﷺ کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے۔'' (ایضاً)

---

[1] بمقدمہ امتہ الہادی بنت سردار خاں بنام حکیم نذیر احمد برق قادیانی یہ فیصلہ ۱۳؍ جولائی ۱۹۷۰ء کو پڑھ کر سنایا گیا۔

یہ دونوں تعریفیں جو اپنے مفہوم میں متحد ہیں۔ اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں۔ مگر تشریح طلب ہیں۔ اسلام دراصل انسان کے اس عہد کا نام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اس پورے دین کو جو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بھیجا گیا دل و جان سے تسلیم کرتا ہے۔ اس عہد میں چند اصولی چیزیں آپ سے آپ آ جاتی ہیں۔

اوّل: اس عہد کی رو سے لازم ہوگا کہ دین کے تمام اجزاء کے ایک ایک کر کے تسلیم کیا جائے۔ اگر کوئی شخص دین کی کسی ایسی بات کو جس کا ثبوت قطعی ہے[1] نہیں مانتا تو چاہے باقی سارے دین کو مانتا ہو تب بھی وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ معاہدہ کی ایک شق سے انحراف معاہدہ کی پوری دستاویز سے انحراف سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ: ''افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ۰ فما جزاء من یفعل ذالك منكم الا خزی فی الحیاة الدنیا ۰ ویوم القیامة یردون الیٰ اشد العذاب ۰ وما الله بغافل عما تعملون ۰ بقرہ: ۸۵''

﴿پھر کیا (ایسا نہیں کہ) تم کتاب کے ایک حصے پر تو ایمان لاتے ہو اور اس کے ایک حصے سے مکر جاتے ہو؟ تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے گا اس کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے دنیا میں رسوائی نصیب ہو اور قیامت کے دن انہیں سخت ترین عذاب کے حوالے کیا جائے گا اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔﴾

---

[1] دین کی ایسی باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے اور جن کا دین محمدی میں داخل ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہے۔ ضروریات دین کہلاتی ہیں۔ ضروریات ضروری کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں بدیہی واضح بالکل ظاہر ضروریات دین کے معنی ہوئے۔ وہ امور جن کو جزو دین ہونا بالکل ظاہر واضح اور قطعی ہو۔ ان کے ثبوت میں کوئی خفا نہیں۔ نہ شک وشبہ کی گنجائش ہے۔

ضروریات دین کے ذیل میں وہ ساری چیزیں آ جاتی ہیں۔ جن کا ثبوت قرآن کریم حدیث متواتر اور اجماع امت سے ہوا۔ ان تمام امور کا ماننا ایمان کہلاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کر دینا بھی صریح کفر ہے اور ان کو توڑ مروڑ کر غلط معنی پر محمول کرنا الحاد اور زندقہ کہلاتا ہے جو کفر کی بدترین صورت ہے۔ اس موضوع پر جامع ترین تحقیقی کتاب امام العصر مولانا محمد انور شاہؒ کی تصنیف اکفار الملحدین ہے۔ جس کا اردو ترجمہ بھی مجلس علمی کراچی نے شائع کر دیا ہے۔ قابل دید ہے۔ خصوصاً علماء و محققین کے استفادہ کے لائق ہے۔

دوم: اس عہد کا دوسرا تقاضا ہے کہ تمام دینی حقائق کو من وعن تسلیم کیا جائے اور ان کے معنی ومفہوم وہی لئے جائیں جو خدااور رسول کی مراد ہیں اور جو صحابہؓ کے دور سے آج تک اپنے صحیح تسلسل کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچے ہیں۔ اگرایک شخص الفاظ کی حد تک تو دین کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لیکن وہ دین کے بنیادی حقائق کی من مانی تاویل کر کے ان کی اصل روح کو کچل دیتا ہے اور انہیں ایسے من گھڑت اور عجیب وغریب معنی پہناتا ہے جو نہ خدااور رسول کی مراد ہیں نہ صحابہؓ وتابعینؒ کے زمانہ میں ان کا کبھی تصور کیا گیا۔ نہ اسلام کے بعد کی صدیوں کے علماء ان سے آشنا ہوئے۔ تو یہ شریعت کی اصطلاح میں تحریف، الحاد اور زندقہ ہوگا اور یہ کفر کی خبیث ترین قسم ہے۔ یہ شخص دین کو مانتا نہیں بلکہ دین سے کھیلتا ہے۔ اسی قماش کے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

''ان الذین یلحدون فی آیتنا لایخفون علینا ۰ افمن یلقی فی النار خیرام من یأتی آمنا یوم القیامه ۰ اعملو اماشئتم ۰ انه بما تعملون بصیر ۰ حم السجده: ٤٠'' ﴿یقیناً جو لوگ ہمارے احکام میں کجروی اختیار کرتے ہیں۔ وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے۔ پس کیا وہ شخص جسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا۔ تم جو چاہو کرلو۔ وہ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔﴾

سوم: اس عہد کا تیسرا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس عہد وپیان کے بعد اس سے کوئی ایسا قول وفعل سرزد نہ ہو جو اس عہد کی نفی کرتا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اسلام کا عہد باندھ لینے کے بعد دوسرے تمام مذاہب وملل کے عقائد وافکار اور نظریئے حیات سے کنارہ کشی کرے۔ اگر ایک شخص اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر عملاً بت کو سجدہ کرتا ہے۔ ہندوؤں کے مذہبی مراسم بجالاتا ہے۔ عیسائیوں کی صلیب لٹکاتا ہے یا معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں گستاخی کرتا ہے۔ کسی نبی کی تنقیص کرتا ہے۔ قرآن مجید سے ہتک آمیز سلوک کرتا ہے۔ شعائر دین کی بے ادبی کرتا ہے۔ کسی حکم شرعی کا مذاق اڑاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے دعوائے ایمان میں مخلص نہیں۔ بلکہ منافق ہے اور محض اسلام اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اسلام کا ادّعا کرتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ''ومن الناس من یقول آمنا بالله وبالیوم

الآخر وماهم بمؤمنين ۰ يخادعون الله والذين آمنوا ۰ بقره ۹ ’’ ﴿اور بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ حالانکہ وہ قطعاً مومن نہیں۔ وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔﴾

الغرض اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ:

۱...... دین کے وہ تمام حقائق جن کا علم ہمیں یقینی ذرائع سے پہنچا ہے۔ ان سب کو تسلیم کرے۔

۲...... ان کو بغیر کسی تاویل و تحریف کے من وعن قبول کرے۔

۳...... اور اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے اس کے دعوائے ایمان کی نفی ہوتی ہو۔ کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ! اس معاہدہ ایمان کا مختصر متن ہے جو دین کی تمام تفصیلات کو شامل ہے۔ یہ ہے اسلام کی میزان عدل جس سے کسی کے اسلام اور کفر کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

نکتہ دوم... مسلمان اور غیر مسلم کے الگ الگ دائرہ عمل

فاضل جج نے اس نکتہ پر بھی بحث کی ہے کہ آیا عدالت یہ تعین کرسکتی ہے کہ قادیانی (مرزائی) مسلمان ہیں یا نہیں؟۔ انہوں نے عدالت عالیہ کے فاضل ججوں کے مشاہدات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ قرار دیا ہے کہ بعض صورتوں میں عدالت کے لئے یہ تصفیہ ناگزیر ہے۔ مثلاً وراثت' جائداد' منصب کسی خانقاہ کی سجادہ نشینی' کسی مذہبی ادارے کی سربراہی یا پاکستان کے صدارتی انتخابات کی امیدواری کا سوال ہو وغیرہ۔ تو عدالت کو یہ تعین کرنا ہوگا کہ قادیانی (مرزائی) مسلمان ہیں یا نہیں؟۔

جہاں تک ہماری عدالتوں کے دائرہ اختیار کا تعلق ہے۔ اس کی تشریح تو عدالت عالیہ ہی بہتر کرسکتی ہے۔ لیکن جہاں تک شریعت اسلامیہ کے فیصلے کا سوال ہے۔ اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور کفر کی لائنیں اپنے نقطہ آغاز ہی سے جدا ہو جاتی ہیں۔ ہماری شریعت میں ایک لحہ کے لئے نہ کسی مسلمان سے غیر مسلم کا سا سلوک کیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کے حقوق دیئے جاسکتے ہیں۔

کوئی غیر مسلم [1] سلام ودعا اور مسلمانوں کی دوستی اور موالات کا مستحق نہیں۔ وہ مرجائے تو اسلامی طریقہ کے مطابق اس کا کفن دفن اور جنازہ جائز نہیں۔ وہ کسی عزت وتکریم کا مستحق نہیں۔ وہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔ نہ مسلمان اس کا وارث ہوسکتا ہے۔ وہ اسلامی عدالت کا جج نہیں بن سکتا۔ نہ اسلامی آئین کی تدوین میں اسے شریک کیا جاسکتا ہے۔ نہ اسے کسی کلیدی آسامی پر مسلط کیا جاسکتا ہے۔ نہ وہ مسلمانوں کے کسی مذہبی ادارے کے لئے موزوں ہے۔ نہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔ نہ کسی مسلمان لڑکی کا ولی بن کر اس کا نکاح کراسکتا ہے۔ نہ کسی مسلمان یتیم بچے کا متولی ہوسکتا ہے۔ وغیر ذلك!

ظاہر ہے کہ یہ وہ احکام ہیں جن کی قدم قدم پر ضرورت واقع ہوگی اور ایک مسلمان کو خدااور رسول کے حکم کے مطابق ان احکام کا ہر لحہ خیال رکھنا ہوگا۔ اس لئے ایک مسلمان کے لئے یہ تعین ہر وقت ضروری ہے کہ فلاں شخص اپنے نظریات وعقائد کے ساتھ مسلمان ہے یا نہیں؟۔

اور یہ تو خیر عام غیر مسلموں کا حکم ہے۔ مرتد کی نوعیت اس سے زیادہ سنگین ہے۔ اسلام لانے کے بعد اس سے پھر جانا یا اسلام کے کسی قطعی حکم کا انکار کردینا یا ضروریات دین کو توڑ موڑ کر من گھڑت معنی پہنانا شروع کردینا یا شریعت کے کسی حکم کو طنز وتعریض کا نشانہ بنانا ارتداد کہلاتا ہے۔ ارتداد اسلام کی نظر میں کفر اور شرک سے کہیں بڑھ کر انتہائی درجے کا سنگین جرم ہے۔ اسلام نے جرائم کی جو فہرست مرتب کی ہے ان میں صرف تین جرائم ایسے ہیں جن کے لئے سزائے موت تجویز کی ہے۔

معاشرتی جرائم میں قتل عمد سب سے بدتر جرم ہے اور سزائے موت کا موجب۔ اخلاقی جرائم میں زنا سب سے گھناؤنی چیز ہے اور اس کے لئے رجم (سنگساری) کی سزا ہے اور نظریاتی جرائم میں ارتداد کفر وطغیان کی آخری حد ہے اور اس کے لئے سزائے موت کا حکم ہے۔

---

[1] غیر مسلم سے مراد یہاں وہ تمام لوگ ہیں۔ جنہوں نے نکتہ اولیٰ کی تشریح کے مطابق اسلام قبول نہیں کیا۔ ایسے لوگ خواہ اپنے آپ کو ہزار بار مسلمان کہیں۔ لیکن جب تک وہ اپنے غلط نظریات سے توبہ کرکے سیدھے طریقے سے اسلام کو قبول نہیں کرتے شریعت کی نظر میں وہ مسلمان نہیں۔ نہ ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''من بدل دینه فاقتلوه'' ﴿جو شخص بھی اپنے دین کو بدل کر مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔﴾ (صحیح بخاری ج۱ ص۴۲۳ باب لایعذب بعذاب اللہ)

یہی وجہ ہے کہ اسلام صلح و جزیہ کے شرائط پر کفر و شرک سے تو مصالحت کر سکتا ہے۔ لیکن ارتداد سے مصالحت کرنے کے لئے کسی قیمت پر آمادہ نہیں۔ مرتد کے بارے میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے۔ اس کے شبہات کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ اسلام کی طرف پلٹ آئے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی۔ ورنہ اس پر سزائے موت جاری کر دی جائے گی۔ [1] مرتد کو مہلت کے ان تین دنوں میں بھی آزاد نہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ نظر بند رکھا جائے گا اور اس سے **مکمل** معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) ضروری ہوگا اور اسے آزادانہ تصرفات کی اجازت نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کا کفر یا ارتداد معروف ہو شریعت اسلام کے مطابق اس کے ساتھ ایک لحہ کے لئے بھی مسلمانوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جا سکتا۔ اسے مسلمانوں کی جماعت میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ نہ اسے اسلامی برادری کے حقوق سے نفع اندوزی کا موقع دیا جا سکتا ہے۔

نکتہ سوم... قادیانی کافر و مرتد ہیں اس کے وجوہ و اسباب

فاضل جج نے قرآن مجید' احادیث نبویہ اور اجماع امت سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروؤں کے جو عقائد و نظریات ان ہی کے لٹریچر سے پیش کئے ہیں اور جن کو سامنے رکھ کر فاضل جج نے مرزائیوں کے کفر و ارتداد کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ سے انحراف کیا ہے۔

۲...... انہوں نے بہت سے مقامات پر خود نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

---

[1] امام شافعیؒ اور دوسرے آئمہ کے نزدیک مرتد مرد یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ صرف مرد کا حکم ہے۔ عورت کے لئے حبس دوام کا حکم ہے۔ جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔

۳...... مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت سی ان آیات کو جن میں آنحضرت ﷺ کا ذکر ہے خود اپنی ذات پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔

۴...... مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۵...... مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب پر طعن کیا ہے اور ان کی دادیوں اور نانیوں کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے۔

۶...... مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت ﷺ اور ان کے صحابہؓ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔

۷...... انہوں نے اپنے لئے نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔

۸...... انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو دیدہ و دانستہ مسخ کیا ہے۔

۹...... مرزا غلام احمد قادیانی نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے اسلامی عقیدہ کا انکار کیا ہے اور اس کی من مانی تاویلیں کی ہیں۔

۱۰...... مرزا غلام احمد قادیانی نے ان تمام مسلمانوں کو جو ان پر ایمان نہیں لائے کافر قرار دیا ہے۔

۱۱...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پیروؤں کو مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔

۱۲...... انہوں نے مرزائیوں کو مسلمانوں کے نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۱۳...... مرزا غلام احمد قادیانی نے مرزائیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے نکاح میں اپنی بیٹیاں نہ دیں۔ کیونکہ وہ کافر ہیں۔

۱۴...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ایک خواب کے حوالے سے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور آسمانوں کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۵......مرزائیوں نے الفضل (۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء) میں دعویٰ کیا ہے کہ ہر شخص بڑے سے بڑا مرتبہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔

۱۶...... مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا وہی مرتبہ ہے جو صحابہ رسول ﷺ کا تھا۔

۱۷...... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت پر ظل وبروز کا پردہ ڈالا ہے اور یہ بقول علامہ اقبال مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔

۱۸...... انہوں نے تنسیخ جہاد کا دعویٰ کیا ہے۔ (ملخص فیصلہ جیمس آباد اردو ص ۲۷ تا ۴۰)

فاضل جج نے مرزائی لٹریچر کے ان اقتباسات سے جو مشتے نمونہ از خروارے کا مصداق ہیں۔ یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروؤں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ فاضل جج نے اس سلسلے میں جو ریمارکس دیئے ہیں۔ ان کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: ''قرآن پاک اور رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ (مرزائی) نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے ممدوح مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اپنے پیغمبر اور نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بالکل مختلف تصور پیش کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے یکسر منافی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے متصادم ہے۔'' (ایضاً ص ۳۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''لیگل اتھارٹی کے پورے احترام کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نہ صرف یہ کہ بنیادی اور نظریاتی اختلاف موجود ہے۔ بلکہ ان میں عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول' قرآن پاک کی آیات کو مسخ کرنا' میری رائے میں کسی شخص کو بھی مرتد قرار دینے کے لئے کافی ہیں۔'' (ایضاً ص ۳۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''رسول پاک ﷺ کی اس سے زیادہ اور کوئی توہین نہیں ہوسکتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسا شخص یا مدعا علیہ یا کوئی اور خود کو پیغمبران کرام علیہم السلام کی صف میں کھڑا کرنے کی جسارت کرے۔ کوئی مسلمان کسی شخص کی طرف سے ایسا دعویٰ برداشت نہیں کر سکتا اور نہ قرآن وحدیث سے اس طرح کے دعوے کی تائید لائی جاسکتی ہے۔'' (ایضاً ص ۳۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی

آیات خود سے منسوب کی ہیں اور انہیں خود ساختہ معنی پہنائے ہیں۔ تاکہ وہ دوسروں کو گمراہ کر سکیں اور یہ بے خبر اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایسی سنگین غلط بیانی ہے جو جان بوجھ کر روا رکھی گئی ہے اور جو اسلام کی نظر میں گناہ کبیرہ ہے۔'' (ایضاً ص ۳۴، ۳۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''پیغمبران کرام کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا استعمال ہی کسی کے ارتداد کے رجحان کی غمازی کرنے کے لئے کافی ہے۔'' (ایضاً ص ۳۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی یا مدعا علیہ کی نام نہاد نبوت پر ایمان حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی کھلی تنقیص ہے۔ جس کی وضاحت خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول پاک ﷺ نے احادیث میں کر دی ہے۔ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے امتی نبی یا رسول یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے۔ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ اس کی کوئی سند قرآن اور حدیث سے نہیں ملتی اور نہ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے تصور کی تائید کسی اور ذریعہ سے ہوتی ہے۔ امتی نبی کا تصور انتہائی غیر اسلامی ہے۔ اور یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مدعا علیہ کی من گھڑت تصنیف ہے۔ (ایضاً ص ۳۶، ۳۷)

فاضل جج آگے چل کر اپنے فیصلے میں مزید لکھتے ہیں کہ: ''مندرجہ بالا امور کے پیش نظر میں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور ان کے ممدوح مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کے جھوٹے مدعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات وصول کرنے کے متعلق بھی ان کے دعوے باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے سے منافی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔'' (ایضاً ص ۴۰)

مسلمانوں میں اس بارے میں اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے تو وہ صریحاً کافر اور مرتد ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اس طرح انہوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعت محمدی میں تحریف کی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ نیز مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی نبوت پر ایمان کا اعلان کیا

ہے۔ بلا کسی تردد کے کافر اور مرتد قرار دیا جا سکتا ہے۔ (ایضاً ص ۴۰، ۴۱)

قادیانی مسئلہ میں فاضل عدالت کا فیصلہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ فیصلہ جو قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اجماع امت کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ پوری ملت اسلامیہ کے احساسات وعقائد کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی ہے۔ اس فیصلے کا اطلاق جس طرح قادیانی مرزائیوں پر ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح لاہوری مرزائیوں کے موقف کو بھی واضح کر دیتا ہے۔

بعض ناواقف اور جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کی قادیانی پارٹی تو بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتی ہے۔ لیکن لاہوری پارٹی مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ اس لئے انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا مشکل ہے۔ یہ موقف شریعت اسلام اور لاہوری پارٹی دونوں کی حقیقت سے بیک وقت جہالت اور ناواقفی کی دلیل ہے۔

اوّلاً: لاہوری پارٹی جس کی قیادت مسٹر محمد علی (مرید مرزا غلام احمد قادیانی) کے ہاتھ میں تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے خلیفہ اوّل حکیم نور الدین کے زمانہ تک ٹھیک ان عقائد ونظریات کی حامل تھی جو دوسرے قادیانیوں کے ہیں۔ مسٹر محمد علی اور ان کے ہمنواؤں کی اس وقت کی تحریریں شاہد ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے تھے اور اس کا برملا اعلان کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین سے ذاتی اور سیاسی اختلافات کی بنا پر انہوں نے اپنی الگ پارٹی بنالی اور یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی نہیں تھے۔ بلکہ مجدد اعظم تھے۔ پھر مجدد مان کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کو افضل مانتے ہیں۔ اب جب تک یہ پارٹی اپنے سابق موقف سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے تجدید اسلام کا اعلان نہیں کرتی اسے مسلمان تصور نہیں کیا جا سکتا۔ فقہائے امت کی تصریح کے مطابق کسی مرتد کا اسلام اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ وہ اپنے سابق نظریات سے مکمل برأت کا اعلان کرے۔

ثانیاً: لاہوری پارٹی اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بظاہر نبی نہیں مانتی۔ لیکن انہیں مسیح موعود اور مہدی موعود کے خطاب سے مشرف کرتی ہے۔ مسیح موعود کا خطاب نبوت ہی کی ایک تعبیر ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگوں کو مسیح موعود کہنا یقیناً کفر ہے۔

ثالثاً: جیسا کہ فاضل عدالت نے لکھا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا دعوائے نبوت

کرنا، خود کو انبیاء کرام کی صف میں لا کھڑا کرنا، قرآنی آیات کو مسخ کرنا، انبیاء کرام کی توہین کرنا، عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانیوں کے بارے میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا اظہر من الشمس ہے اور کسی تاویل کا متحمل نہیں۔ لاہوری پارٹی ان دعاوی باطلہ کے باوجود مرزا قادیانی کو نہ صرف یہ کہ کافر و مرتد نہیں سمجھتی بلکہ مہدی اور مجدد تسلیم کرتی ہے اور یہ خود کفر ہے۔ اگر اسلام میں ایسے مہدی اور مجددوں کا وجود تسلیم کرلیا جائے تو یہ دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ اسی بناء پر ہمارے شیخ امام العصر حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ:

''ومن ذب عنه اوتاول قوله يكفر قطعاً ليس فيه توان ۰ '' ﴿ اور جو شخص (کھلے کفر کے باوجود) مرزا قادیانی کی جانب سے مدافعت کرے گا یا اس کے اقوال کی تاویل کرے گا بغیر کسی جھجک کے اسے بھی قطعی کافر قرار دیا جائے گا۔ ﴾

''فشاني شان الانبياء مكفر ومن شك قل هذ الاول شان ۰ '' ﴿ انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی۔ اور جو اس میں شک کرے وہ بھی اسی کے پیچھے ہے۔ (اور کافر و مرتد ہے) ﴾

رابعاً: ان تمام امور سے قطع نظر لاہوری پارٹی کے سربراہ مسٹر محمد علی ایم اے نے اپنی تصانیف میں جن نظریات کا اظہار کیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی جس انداز سے کھلی تحریف کی ہے اور نصوص شرعیہ کو جس طرح مسخ کیا ہے۔ وہ ان کے الحاد و زندقہ کی کافی دلیل ہے۔ لاہوری پارٹی اپنے سربراہ کے نظریات سے متفق ہے۔ اس لئے بھی اس کا حکم مسلمانوں کا نہیں ہوسکتا۔

نکتہ چہارم... قادیانیوں کو ایک علیحدہ امت قرار دینے کا مطالبہ

فاضل جج مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تصریحات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اس سے ظاہر ہے کہ احمدی (مرزائی) مسلمانوں سے ایک الگ مذہب کے پیرو ہیں۔ اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومت ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ اس طبقے (احمدیوں) کو مسلمانوں سے یکسر مختلف تصور کیا جائے اور اگر انہیں علیحدہ حیثیت دے دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ اسی رواداری سے پیش آئیں گے۔ جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں۔ لیکن ایک الگ طبقے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ

احمدیوں کو بھی صرف اس لئے اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اپنے اوپر احمدی مسلم کا لیبل لگا رکھا ہے۔ (فیصلہ جیمس آباد اردو ص ۳۶ مطبوعہ مجلس ختم نبوت ملتان)

فاضل جج کا یہ ریمارک اور علامہ اقبال کا اس وقت کی انگلش گورنمنٹ کو مشورہ دینا کہ وہ مرزائی امت کو مسلمانوں سے ایک الگ اور جداگانہ اقلیت قرار دے۔ دراصل ان عقائد ونظریات اور طرز عمل کا فطری اور منطقی نتیجہ ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت نے اختیار کیا۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ انہوں نے اسلام کے قطعی اور مسلمہ عقیدہ ختم نبوت پر تاویل وتحریف کی ضرب لگا کر اپنے دعوائے نبوت کے لئے راستہ پیدا کیا۔ پھر قرآن مجید کی بے شمار آیات کی تحریف کر کے منصب نبوت پر سرفراز ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نئی نبوت کے نتیجہ میں ان تمام مسلمانوں کو جو اس نئی نبوت پر ایمان نہیں لائے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا اور ان سے تمام مذہبی ومعاشرتی تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا اور پھر یہ خالی دھمکی ہی نہیں بلکہ اس وقت سے آج تک مرزائی امت عملی طور پر بھی مذہب ومعاشرت میں مسلمانوں سے کٹی ہوئی ہے۔

اب جبکہ مرزائی امت کے بقول: ''ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا۔ اور ان کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔ اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔ (الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء تقریر میاں محمود ج ۵ نمبر ۱۵ ص ۸ کالم ۱)

''یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج غرض آپ نے تفصیل سے بتایا ایک ایک چیز میں ان سے ہمیں اختلاف ہے۔''

(الفضل قادیان/۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء ج ۱۹ نمبر ۱۳، تقریر مرزا محمود)

ان کا اور مسلمانوں کا جب ہر چیز میں اختلاف ہے۔ مذہب ان کا الگ، نبی ان کا الگ، نماز روزہ ان کا الگ، عقائد ان کے الگ، معاشرت ان کی الگ۔ تو آخر کیا وجہ ہے کہ سیاسی طور پر ان کی مردم شماری مسلمانوں سے الگ نہ کی جائے اور ان کو مسلمانوں سے ایک الگ اقلیت قرار نہ دیا جائے۔

''علامہ اقبال نے برٹش گورنمنٹ کو یہ حقیقت پسندانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک الگ اقلیت قرار دے۔ مگر برٹش گورنمنٹ کا مفاد اسی میں تھا کہ قادیانیوں کو

مسلمانوں میں گھل مل کر انہیں دسیسہ کاریوں کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ بقول فاضل جج :''مرزا غلام احمد قادیانی نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلانے کا کھلا لائسنس حاصل کرلیا تھا۔'' (ایضاً ص ۴۵)

اس لئے انگریز کسی قیمت پر بھی اپنے اس بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اب جبکہ انگریز کو رخصت ہوئے ربع صدی کا عرصہ گذر چکا ہے۔ پاکستان کی مسلمان حکومت سے کیوں توقع نہ رکھی جائے کہ وہ مرزائی امت کو مسلمانوں سے ایک الگ ملت قرار دے۔ ہماری مسلمان حکومت کو مسلمانوں اور مرزائیوں میں کون سی چیز قدر مشترک نظر آتی ہے؟ اور ملک وملت کی وہ کون سی مصلحت ہے۔ جس کی بنا پر مرزائیوں کے مسلمان ہونے پر اصرار کیا جائے؟ اور ملت اسلامیہ کا یہ معقول مطالبہ تسلیم نہ کیا جائے؟۔ خدا اور رسول کا وہ کون سا حکم ہے جو ہمیں مجبور کررہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے باغیوں کو ہم اپنی سر آنکھوں پر جگہ دیں؟۔ حقائق مفروضات کے تابع نہیں ہوتے۔ کوئی مانے نہ مانے مگر وہ اپنا وجود منوا کر چھوڑتے ہیں۔ مرزائی مسلمانوں سے ایک الگ امت ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ آفتاب نصف النہار کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ مگر اس کا انکار ممکن نہیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ حضرت ختمی مآب ﷺ کے مقابل ایک اور نبی لاکر کھڑا کیا جائے اور پھر اس پر اصرار کیا جائے کہ ہم انہیں مسلمان بھی کہیں۔

نکتہ پنجم... قادیانیوں کے غیر مسلم قرار پانے کے نتائج

فاضل عدالت نے قادیانی مدعا علیہ کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے جو آخری نتیجہ قلمبند کیا ہے وہ یہ ہے کہ:''اندریں حالات میں قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں۔ بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی ساٹھ سال کے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی ہے۔ لہٰذا یہ شادی غیر قانونی اور غیر مؤثر ہے۔'' (ایضاً ص ۴۴)

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پاتا ہے۔ غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔'' (ایضاً ص ۴۴)

عدالت کے زیر غور چونکہ صرف ایک شادی کا مقدمہ تھا۔ اس لئے فاضل عدالت نے

ایک قادیانی کو غیر مسلم (مرتد) قرار دیتے ہوئے اس کے ساتھ مسلمان لڑکی کے نکاح کو غیر منعقد قرار دیا۔ مگر اسی فیصلہ کی روشنی میں مسلمان یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ:

الف...... قادیانی چونکہ غیر مسلم (مرتد) ہیں۔ اس لئے انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

ب...... انہیں کلیدی آسامیوں پر فائز کر کے مسلمانوں کے سر پر مسلط نہ کیا جائے۔

ج...... انہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے سیاسی حقوق سے متمتع ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

د...... انہیں تبلیغ اسلام کے ڈھونگ سے غیر ممالک میں مرزائیت پھیلانے کے لئے زر مبادلہ نہ دیا جائے۔

ہ...... انہیں آئندہ مسلمانوں کو گمراہ اور مرتد کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

و...... انہیں اس بات کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ مسلمانوں کے بھیس میں حج کو جائیں اور مکہ مدینہ اور مقامات مقدسہ کو اپنے قدموں سے ملوث کریں۔

آخر میں ایک بات ہم مسلمانوں سے بھی کہنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کے عقائد ونظریات سے تمام مسلمان باخبر ہیں۔ ہمارے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ پنجاب کے بعض وکیل اور سیاست دان مرزائیوں کی پیروی اور حمایت کر رہے ہیں۔ تمام مسلمانوں کی دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی ایسے سیاسی لیڈر اور بیرسٹر کو منہ نہ لگائیں جو مرزائیوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہو اور نہ اس قسم کے شقی کو ووٹ دیں۔ رضا بالکفر کفر ہے۔ جو دل سے اس کفر کی تائید کرے اور دنیوی منافع کے لئے اس کو مسلمان ثابت کرے ایسا شخص خود اسلام کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں مسلمان حق بجانب ہوں گے کہ یہ اعلان کریں کہ اس قسم کے وکلاء کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ۰ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه صفوة البرية سيدنا محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعين!

(شعبان ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے تین امراء کی وفیات پر تعزیتی شذرات

☆ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

☆ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

☆ حضرت مولانا لال حسینؒ اختر

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر (خامس) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے امیر ثانی حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر ثالث حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر رابع حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کی وفیات پر انتہائی مختصر مگر جامع ماہنامہ بینات میں تعزیتی شذرات تحریر فرمائے جو یہ ہیں۔ (مرتب)

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

۱۲ رجب ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ رحلت فرما گئے۔ مرحوم وقت کے بہترین قادرالکلام خطیب تھے۔ نہایت پر اثر مقرر تھے۔ حاضر جواب تھے۔ بیک وقت منبر ومحراب اور مدرسہ کی رونق تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عرصہ تک صدر رہے۔ عرصہ دراز تک حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے رفیق کار رہے۔ حضرت شاہ صاحب بخاریؒ کی محیر العقول خطابت کی بعض خصوصیات کے صحیح وارث تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ وعلمبرداری نے ان کی زندگی میں وقار وعظمت اور عوام کے دلوں میں محبت پیدا کردی تھی۔ مدارس دینیہ کے سالانہ جلسے ان کے دم سے بارونق تھے۔ ایسے باکمال آتش فشاں خطیب کی رحلت بڑا سانحہ ہے۔ مرحوم کی وفات سے جلسے افسردہ اور دینی اجتماعات پژمردہ ہوگئے۔ گلستان مجلس ختم نبوت کی ہزار داستان خوش نوا بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ قاضی صاحبؒ کی خدمات کو خلعت قبول سے نوازے اور ان کو ترقی درجات کا وسیلہ بنائے۔ بعارضہ سرطان جگر بیمار رہے۔ آخر جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ مرحوم کے جنازے میں ملتان، بہاولپور، لاہور، فیصل آباد کے ہزاروں بندگان خدا شریک ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(محمد یوسف بنوریؒ، بینات شعبان ۱۳۸۶ھ)

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

۲۴ رصفر ۱۳۹۱ھ ۲۱ راپریل ۱۹۷۱ء بروز بدھ علمی و دینی دنیا کو ایک عظیم سانحہ پیش آیا۔ اس دن ظہر کے بعد چار بجے فون پر اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ۲ بج کر بیس منٹ پر ملتان میں داصل بحق ہو گئے۔ انا للہ و انا الیه راجعون!

حضرت مولانا جالندھری مرحوم دور حاضر کے علماء دین میں بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ عالم، عاقل، مدبر، ذکی، مجاہد، جفاکش، متواضع، باوقار اور انتھک جدوجہد کرنے والے انسان تھے۔ ان تمام علمی و دینی کمالات کے ساتھ نہایت منکسر المزاج اور خاموش طبع۔ لیکن بے مثل مقرر اور پرجوش خطیب تھے۔ جب کسی جلسہ گاہ کے اسٹیج پر تقریر شروع کرتے تو معلوم ہوتا کہ خاموش سمندر کی موجوں میں یکایک بلا کا تلاطم شروع ہو گیا۔ تقریر نہایت مدلل و مؤثر ہوتی۔ موضوع سے باہر کبھی نہ جاتے۔ مخاطبین و سامعین کو سمجھانے کی فوق العادۃ قوت حق تعالیٰ نے عطاء فرمائی تھی۔ ٹھوس علمی مسائل کی تشریح اور مثالوں سے ذہن نشین کرانے میں اپنے عصر میں بے نظیر تھے۔ اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے جانثار، ردقادیانیت کے امام اور رفض و تشیع اور بدعت والحاد کی تردید میں یکتا تھے۔ چار چار گھنٹے بے تکان بولتے تھے اور عوام و خواص میں یکساں مقبول تھے۔

مرحوم نے نصف صدی سے زیادہ بیش بہا دینی علمی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔ عرصہ دراز تک امام الخطباء حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفیق کار رہے اور اس سے پہلے عرصہ تک حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے خیر المدارس میں دست راست رہے۔ ملتان میں مرکزی دفتر ختم نبوت کی ایک لاکھ کی شاندار عمارت یادگار چھوڑی جو دعوت و ارشاد کا مرکز اور مبلغین ختم نبوت کی تربیت گاہ ہے۔ اس کے علاوہ مغربی پاکستان میں ختم نبوت کے مراکز قائم کئے اور ان میں دفتر، ٹیلیفون اور مبلغین کا انتظام کیا۔

مولانا مرحوم دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فارغ التحصیل امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ یاد پڑتا ہے کہ تیس سال قبل لاہور کی ایک کانفرنس میں جو جناب محمود خان لغاری کی کوشش سے ہو رہی تھی مولانا مرحوم کی تقریر پہلی بار سنی اور وہیں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تقریر سنی تھی۔

پاکستان بننے کے بعد مختلف مجالس میں اور مجلس ختم نبوت کی شوریٰ کے متعدد اجتماعات میں انہیں نہایت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بلاشبہ ان کی وفات موجودہ وقت میں جبکہ سر پر قادیانیت والحاد کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں امت اسلامیہ اور مسلمانان پاکستان کے لئے بڑا دردناک سانحہ ہے۔

مصائب شتی جمعت فی مصیبة
ولم یکفها حتی قفتها مصائب

﴿آپ کی موت کے حادثہ میں کئی مصیبتیں جمع ہوگئیں ہیں اور اس کے بعد تو گویا لگا تار مصائب پر مصائب شروع ہوگئے۔﴾

حق تعالیٰ کی مشیت ہر چیز پر غالب ہے۔ علمی و دینی دور ختم ہوتا رہا ہے اور جہل و بے دینی کا دور بڑی سرعت سے آرہا ہے۔ والی اللہ المشتکی! حق تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت ورضوان کے اعلیٰ مقام پر فائز فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ ان کی تمام زلات وسیئات معاف فرمائے اور جدید نسل اور ان کے اخلاف کو ان کی جانشینی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(محمد یوسف بنوریؒ، بینات ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ)

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ کو جناب مولانا لال حسین اخترؒ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کا انتقال ہوا۔ مرحوم نے نوعمری میں ہی مرزائیت سے تائب ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتیں ردمرزائیت میں نہایت اخلاص واستقلال سے صرف کیں۔

انگریزی، عربی، اردو تینوں زبانوں میں نہ صرف پاکستان میں بلکہ یورپ اور آسٹریلیا میں بھی بے نظیر خدمتیں انجام دیں اور مرزائیت اور عیسائیت کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اکابر کی دعاؤں نے ان کی خدمات میں مزید رنگ قبولیت عطا فرما دیا تھا۔

(محمد یوسف بنوری عفاء اللہ عنہ، بینات جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ)

تحریک ختم نبوت اور
اس کے بعد قادیانی فتنہ کی صورت حال

☆ مسئلہ ختم نبوت اور پاکستان
☆ حادثہ ربوہ
☆ قادیانیوں کا سوشل بائیکاٹ
☆ قادیانیت کے خلاف اہل پاکستان کا شدید ردعمل
☆ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا طریق کار
☆ کامیابی پر سپاس وتشکر
☆ دورہ انگلستان
☆ قادیانیوں کا غیر مسلم لکھوانے سے انکار
☆ قادیانیوں کی پاکستان کے خلاف سازشیں
☆ قادیانیت اور عالم اسلام
☆ انٹرویو

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف!

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ۱۹۷۳ء میں عالمی تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر تھے۔ آپ کی قیادت باسعادت میں پوری پاکستانی قوم نے فتنہ قادیانیت کے خلاف آئینی جدوجہد میں مثالی کامیابی حاصل کی۔ اس زمانہ میں ضرورت کے تحت گاہے بگاہے تحریک ختم نبوت کے حالات اور قادیانی فتنہ کے تعاقب میں آپ کے رشحات قلم ماہنامہ بینات کراچی میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ عنوان بالا سے ان سب کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ (مرتب)

مسئلہ ختم نبوت اور پاکستان

پاکستان کی بنیاد لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ! پر رکھی گئی تھی اور خدا تعالیٰ سے عہد اور قوم سے وعدہ کیا تھا کہ اس میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے گا۔ یہاں کی حکومت خلافت راشدہ کا نمونہ ہوگی۔ مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی اسلام کی جیتی جاگتی تصویر ہوگی۔ یہ ملک عالم اسلام کے لئے ایک مثالی نمونہ ہوگا اور اسلامی فلاحی مملکت قائم کر کے پوری دنیا پر واضح کیا جائے گا کہ اگر راحت وسکون کی زندگی مطلوب ہے تو خدا تعالیٰ کے آخری پیغام کو اپناؤ جو حضرت خاتم النبیین ﷺ لے کر آئے وغیرہ وغیرہ۔ مگر جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ عیاں راچہ بیان!

بدقسمتی سے آزادی کے بعد پے در پے ایسے حکمران آئے جنہوں نے ملت اسلامیہ کے احتیاجی ضمیر میں جھانکنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔ نئے اسلامی ملک اور نئی قوم کے تقاضے کیا ہیں؟۔ ملت اسلامیہ کی تشکیل کن عناصر سے ہوتی ہے؟۔ اس کے حقیقی خدوخال کیا ہوتے ہیں؟۔ جس قوم نے خدا اور رسول کے نام پر انہیں اسلامی ملک کی مسند اقتدار پر فائز کیا ہے۔ وہ ان سے کیا کیا توقعات رکھتی ہے؟۔ ان سوالات پر غور انہوں نے کبھی کیا ہی نہیں یا شاید وہ اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے سامنے دور غلامی کا پامال راستہ تھا۔ جس پر وہ رواں دواں

تھے۔ وہی آئین وقانون، وہی حکمرانی کے اصول اور پیمانے، وہی جبر واستبداد اور مطلق العنانی، وہی افسر شاہی کی نازک مزاجی جو لوگ انگریز دشمنی کی بناء پر دور غلامی میں خطرناک سمجھے گئے۔ وہ اپنے اخلاص وللہیت، قومی خدمات اور حب الوطنی کے باوجود ان نئے حکمرانوں کی لغت میں بھی خطرناک اور معتوب ہی رہے اور ان پر سی آئی ڈی کا پہرہ بدستور رہا اور جن لوگوں کی تخم ریزی اور نشوونما انگریز نے اپنے مخصوص مصالح کے لئے کی تھی۔ وہ اسلامی ملک میں بھی برسر اقتدار معزز اور معتمد علیہ رہے۔

اگر ان حکمرانوں میں معمولی سی بات، دینی حس یا کم از کم صحیح سیاسی بصیرت ہی موجود ہوتی تو دور غلامی کے نوکر شاہی ذہن کو بدل کر نئے ملک کے لئے نئے تقاضوں کو سمجھتے۔ امت مسلمہ کی نفسیات کا مطالعہ کرتے اور مسلمانوں کے وہ متفقہ اجتماعی وملی مسائل جنہیں شدید مطالبوں کے باوجود انگریز کی حکومت نے لائق توجہ نہیں سمجھا تھا۔ بغیر کسی تقاضے کے خود آگے بڑھ کر انہیں حل کرتے۔ اگر انہوں نے اس فہم وتدبر اور مسلمانوں سے ہمدردی وبہی خواہی کا مظاہرہ کیا ہوتا تو بے چینی کی فضاء ختم ہو جاتی۔ ملت کا شیرازہ مستحکم ہو جاتا اور دنیا کی نیک نامی کے ساتھ آخرت کی سعادت بھی ان کے حصہ میں آتی۔

مگر یہاں ہوا یہ کہ جب بھی مسلمانوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا تو دفع الوقتی سے کام لیا گیا اور شدت سے مطالبہ ہوا تو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا گیا۔ معاملہ بے قابو نظر آیا تو گولہ بارود سے جلیانوالہ باغ کی یاد تازہ کر ڈالی اور اپنی ہی قوم کو اقتدار کی طاقت سے کچل ڈالا گیا۔ نتیجہ یہ کہ حکمران خود تو بصد ذلت ورسوائی کیفر کردار کو پہنچے ہی۔ مگر ان کی غلط اندیشی اور کم ظرفی نے ملک کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ پاکستان کا مقصد وجود ظہور پذیر نہ ہو سکا۔ بلکہ ہم الٹی سمت سفر کرتے کرتے کہیں سے کہیں جا نکلے۔ چنانچہ ایک مدت سے ہم شک وتذبذب، افراتفری وبدامنی اور بے یقینی وبے چینی کے لق ودق بیابانوں میں بھٹک رہے ہیں۔ آج ہمارے سامنے مسائل کا جنگل ہے۔ مگر ہم میں سے ہر شخص جس کے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم ہے۔ وہ اپنے سوا ہر شخص کو وطن دشمن اور غدار کا خطاب دے کر یہ فرض کر لیتا ہے کہ مسائل کا یہ جنگل اس خطاب غداری کی چنگاری سے خود بخود بھسم ہو جائے گا۔ ملک دونیم ہو چکا ہے اور بقیۃ السلف پر بیرونی سازشوں کے کرگس منڈلا رہے ہیں۔ مگر ہمارے زعما باہم دست وگریباں ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ ان حالات میں اس ملک کا مستقبل کیا ہوگا؟۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

عقیدہ ختم نبوت کو تسلیم کئے بغیر پاکستان قائم نہیں رہ سکتا

کسی عمارت کی بنیادیں کھود کر انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ عمارت جوں کی توں قائم رہے گی ایک مجنونانہ حرکت ہے۔ ملت اسلامیہ کا شیرازہ حضرت ختمی مآب ﷺ کی ذات عالی سے قائم ہے اور یہی وجود پاکستان کا سنگ بنیاد ہے۔ جو شخص اس سے انحراف کرتا یا اسے منہدم کرتا ہے۔ وہ اسلام' ملت اسلامیہ اور پاکستان تینوں سے غداری کا مرتکب ہے۔ ایک ایسے شخص سے جو ملک وملت کی جڑوں پر تیشہ چلا رہا ہو۔ کسی مفید تعمیری خدمت کی توقع رکھنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔ جو شخص رحمت عالم ﷺ کا وفادار نہ ہو وہ ملک وملت کا وفادار کیونکر ہو سکتا ہے؟۔ تاریخ شاہد ہے کہ ملت اسلامیہ کا اجتماعی ضمیر کبھی برداشت نہیں کر سکا کہ آنحضرت ﷺ کے بجائے کسی اور شخص کو محمد رسول ﷺ اور رحمت اللعالمین کی حیثیت سے کھڑا کیا جائے اور اس کے لئے وہ تمام حقوق ومناسب اور آداب والقاب تجویز کئے جائیں ۔ جو مسلمانوں کے مرکز عقیدت ﷺ کے ساتھ مختص ہیں۔ بایں ہمہ یہ اصرار بھی کیا جائے کہ وہ مسلمان ہے۔ ملک وملت کا وفادار ہے اور مسلمانوں کو اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ایک ناگہانی حادثہ اور اس کے اثرات

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کا سانحہ قوم کے لئے ایک ناگہانی حادثہ تھا۔ جس نے قوم کو طویل خواب غفلت سے اچانک جگا دیا۔ جذبات کے سوتے ابل پڑے اور ملک بھر میں اس کا شدید ردعمل رونما ہوا۔ قومی جذبات کو نظم وضبط کا پابند رکھنے اور انہیں اجتماعیت کے دائرے میں لانے کے لئے ایک ایسی مجلس عمل کی تشکیل ناگزیر ہوئی جو ملک بھر کی دینی وسیاسی کی جماعتوں کی نمائندہ ہو۔ یہ بات بڑی خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ موجودہ عوامی حکومت نے بھی قوم کے ملی جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کے مطالبہ پر ہمدردانہ غور کا وعدہ کیا ہے اور اس کے لئے قومی اسمبلی کی ایک خصوصی کمیٹی تجویز کر دی گئی۔ توقع ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک کمیٹی کے غور وفکر کو کوئی واضح نتیجہ سامنے آ چکا ہوگا۔ کمیٹی کی کارروائی کے پیش نظر ملک میں قادیانی مسئلہ کے بارے میں اظہار خیال پر پابندی عائد ہے۔ اس لئے ہم بھی اس مسئلہ کے اعتقادی' مذہبی' سماجی ومعاشرتی اور سیاسی واقتصادی پہلوؤں سے تعرض نہیں کرتے۔ البتہ تمام اہل وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ بہت نازک وقت ہے۔ پوری قوم کے امتحان کا موقعہ ہے۔ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ نظم وضبط کو برقرار رکھیں اور ملک میں امن وامان کا مسئلہ ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔ بلکہ جائز حدود کے اندر رہتے

ہوئے اپنی آواز متعلقہ افراد تک مسلسل پہنچاتے رہیں۔ تا آنکہ مسئلہ کے اطمینان بخش حل کی صورت نکل آئے۔

ملک وملت کے بدخواہ قادیانی اس موقعہ پر نہ صرف خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ بلکہ اس کوشش میں بھی ہیں کہ اشتعال انگیزی کے ذریعے حالات مخدوش کر دیئے جائیں۔ مختلف ذرائع سے مطبوعہ لٹریچر مسلمانوں کے گھروں میں پہنچایا جا رہا ہے۔ گذشتہ دنوں لاکھوں روپے کے بڑے بڑے اشتہار قریباً تمام اخبارات میں مسلسل کئی دن تک شائع ہوتے رہے۔ جن کا مقصد اشتعال دلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کس دماغ کی اختراع تھے۔ ان کے لئے سرمایہ کس نے مہیا کیا اور جس انجمن کا فرضی نام غلط طور پر استعمال کیا گیا۔ ہم اس کے ارکان سے بھی متعارف ہیں۔ بہر حال ہماری اپیل یہی ہے کہ مسلمانوں کو پرامن رہنا چاہئے۔

غیر مسلموں سے مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ)

ان دنوں یہ شرعی مسئلہ خاص طور سے زیر بحث ہے اور اس سلسلہ میں بار بار سوال کیا جاتا ہے کہ کیا کسی غیر مسلم سے مقاطعہ جائز ہے؟۔ یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں۔ مختصر یہ کہ کسی کافر سے موالات اور دوستی کا برتاؤ تو کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ نہ انہیں ملی مشوروں میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ نہ ملک کی پالیسیوں میں انہیں دخیل بنایا جاسکتا ہے۔ نہ کسی کافر کو کسی کلیدی اسامی پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ رہا لین دین اور میل جول کا سوال؟۔ تو کافر اگر حربی یا باغی ہو۔ مسلمانوں کے مقابلے میں برسر پیکار ہو اور اس سے لین دین کا معاملہ مسلمانوں کے حق میں مضر ہو تو اس سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر لینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ آنحضرت ﷺ کا قریش کی ناکہ بندی کرنا سیرت نبوی کا معروف واقعہ ہے۔ اسی طرح حضرت ثمامہؓ بن اثال کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے کافروں کی رسد روک کر ان کا ناطقہ بند کر دیا تھا اور جب تک کافروں نے بارگاہ اقدس ﷺ میں حاضر ہو کر معذرت اور منت وسماجت نہیں کی ان کی رسد بحال نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں اجمالاً اور بخاری شریف میں تفصیلاً حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے رفقاء کے مقاطعہ کا عبرت آموز قصہ بھی موجود ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ سنگین موقعہ پر تادیب اور سرزنش کے لئے بعض اوقات ایک مسلمان سے بھی مقاطعہ صحیح ہے۔ یہ تو کفار ہیں اور بعض اوقات مسلمانوں سے مقاطعہ کا مسئلہ تھا اور جو شخص دین اسلام سے العیاذ باللہ! منحرف ہو کر مرتد ہو گیا ہو۔ اس کے ساتھ تو کسی نوع کا بھی تعلق قطعاً جائز نہیں۔ یوں بھی اسلامی غیرت اس کو برداشت نہیں کرتی کہ باغیان اسلام کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ رکھا جائے۔ ایسے موقعوں پر عموماً انسانی ہمدردی اور

اسلامی رواداری کی اپیل کی جاتی ہے۔ مگر کون نہیں جانتا کہ انسانی ہمدردی اور رواداری کی بھی کچھ حدود ہوتی ہیں۔ بعض اوقات جرم کی نوعیت ہی کچھ اتنی سنگین ہوتی ہے کہ انسانی ہمدردی اور رواداری کے سب پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں اور رحم کی اپیل مسترد کر دی جاتی ہیں۔ یہ ہمارے سامنے روزمرہ کے واقعات ہیں۔ ارتداد اسلام کی نظر میں بدترین جرم ہے۔ کیونکہ وہ بغاوت کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے مرتد کے معاملہ میں انسانی ہمدردی اور رحم کی کوئی اپیل اسلام کی عدالت میں لائق التفات نہیں۔ تاوقتیکہ مجرم اپنے جرم بغاوت سے باز نہ آ جائے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عکل اور عرینہ کے چند افراد نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ مرتد ہو کر انہوں نے صدقات کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور راعی کو قتل کر ڈالا تھا۔ پکڑے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے قصاص میں ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر انہیں چلچلاتی دھوپ میں ڈلوایا۔ وہ پیاس کی شکایت کرتے تو پانی تک نہ دیا جاتا۔ بالآخر اسی طرح تڑپ تڑپ کر اپنے انجام کو پہنچے۔ سوال ہوگا کہ ان کے معصوم بچوں کا کیا قصور ہے؟ مگر اس کا خود رسول اللہ ﷺ جواب دے چکے ہیں۔ چنانچہ عرض کیا گیا کہ کافروں کی بستی پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا جائے تو ان کے بچے بھی اس کی زد میں آ جاتے ہیں۔ فرمایا (ھم من آبائھم) وہ بھی تو کافروں کے ہی بچے ہیں۔ یعنی جو حکم کافروں کا ہے وہی کافروں کے بچوں کا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں کی جانب سے یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے کہ مجلس عمل میں چونکہ دینی وسیاسی جماعتیں شریک ہیں۔ لہذا یہ سیاست بازی ہے۔ حالانکہ ملک بھر کی جماعتوں کا کسی ایمانی مسئلہ پر متفق ہو جانا صرف ایمانی تقاضہ ہے۔ اسے سیاست سے کیا تعلق؟۔ بلاشبہ یہ تمام امت مسلمہ کا مشترک سرمایہ ہے۔ جس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی تفریق ہی غلط ہے۔ خود وزیراعظم برملا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ ذمہ داری تو سب سے بڑھ کر بااقتدار جماعت پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے ایک قطعی اور بنیادی مسئلہ میں مسلمانوں کو مطمئن کرے۔ اندریں صورت اس مسئلہ کے تقدس کو سیاسی الزام سے مجروح کرنا نہایت افسوسناک بے انصافی ہے۔ (رجب المرجب ۱۳۹۴ھ، اگست ۱۹۷۴ء)

قادیانیت کے خلاف اہل پاکستان کا شدید ردعمل

کسے کیا معلوم تھا کہ ربوہ (چناب نگر) کا واقعہ ایک عظیم انقلاب کا ذریعہ بن جائے گا اور انتہائی ناکامیوں اور مایوسیوں کے بعد پاکستان کی سرزمین ایک عظیم نعمت سے مالا مال ہوگی اور

ںکام ستائیس (۲۷) برس میں نہ ہوسکا وہ تین ماہ کے قلیل عرصہ میں انجام پذیر ہوگا۔

برطانیہ کی اسلام دشمنی

برطانیہ کی اسلام دشمنی ضرب المثل ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کو جب شکستوں پر شکستیں ہونے لگیں اور اسے شدید خطرہ لاحق ہو گیا کہ انگلستان کے بچانے کے لئے اگر پوری طاقت جمع نہ کی گئی تو صفحۂ عالم سے مٹ جائے گا۔ ان حالات کی وجہ سے وہ متحدہ ہندوستان کی تقسیم پر آمادہ ہو گیا۔ جبکہ مسلمانوں کی عظیم الشان اکثریت تقسیم ملک کا مطالبہ کر رہی تھی۔ انگریز کو برصغیر سے بوریا بستر لپیٹنا پڑا تو جاتے جاتے پاکستان کو لنگڑا لولا بنانے کے لئے ایک سازش کر گیا۔ صوبہ بنگال مسلم اکثریت کا صوبہ تھا اور پنجاب میں بھی مسلم اکثریت تھی۔ تقسیم ہند کے طے شدہ اصول کے مطابق یہ دونوں صوبے پورے کے پورے پاکستان کے حصے میں آتے تھے۔ لیکن انگریز نے ان دونوں کی تقسیم کی شکل نکالی۔ چنانچہ دونوں صوبوں کی تقسیم ضلعی اکثریت کی حیثیت سے وجود میں لائی گئی۔ یہ برطانیہ کی مسلمانوں کے ساتھ پہلی غداری تھی۔ ہندو کو خوش کیا اور مسلمانوں پر ظلم کیا۔ اس موقعہ پر چاہئے تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی طاقت اس جدید منطق کو ٹھکرا دیتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا اور ہماری غفلت یا تغافل سے دشمن نے فائدہ اٹھایا۔ پھر بنگال اور پنجاب دونوں کو تقسیم کرنے کے بجائے مناسب صورت یہ تھی کہ مشرقی بنگال کے بدلے پاکستان کو مشرقی پنجاب دے دیا جاتا۔ تاکہ روز روز کے جھگڑے نہ ہوتے اور پاکستان کے دونوں حصوں میں ایک ہزار میل کا غیر فطری فاصلہ حائل نہ ہوتا جس کی وجہ سے ہمیں ۱۹۷۱ء میں روز بد دیکھنا پڑا۔ لیکن افسوس یہ بھی نہ ہوسکا اور یہ انگریز کی دوسری غداری ومکاری تھی۔ پھر جو کمیشن تقسیم پنجاب کے لئے مقرر ہوا اس میں بھی برطانوی کمیشن نے غداری کی کہ مشرقی پنجاب کے وہ حصے جو پاکستان میں آنے والے تھے اور جو پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ہندوستان کے نقشے میں لائے گئے۔ چنانچہ قادیان، پٹھان کوٹ وغیرہ کے خطے پاکستان کا حق تھے۔ مگر برطانیہ اوران کے گماشتوں (قادیانی) کی سازش سے بھارت میں چلے گئے۔ جس کی وجہ سے کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور آج تک عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے۔ یہ مسلمانوں کے ساتھ برطانیہ کی تیسری غداری اور سازش تھی۔ پھر برطانیہ نے سر ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کرانے پر اصرار کیا۔ اس نے سات سال کے عرصۂ وزارت میں پاکستان کے اندر اور باہر قادیانیوں کی جڑوں کو خوب مضبوط کیا۔ اس کے دور وزارت میں پاکستان کے بیرونی سفارت خانوں میں چن چن کر قادیانی بھیجے گئے اور وہ قادیانی مشن کے طور پر کام کرتے رہے اور

یہ چوتھا خنجر تھا جو انگریز نے مسلمانوں کے سینے میں ایسا گھونپا کہ اس کا نکالنا مشکل ہو گیا۔

ربوہ ایک نیا قادیان

پاکستان میں ایک نیا قادیان بسانے کے لئے ایک علیحدہ خطہ ربوہ کے نام سے پاکستان میں حاصل کیا گیا اور اس کے لئے اس وقت کے انگریز گورنر پنجاب نے خاص کارنامہ یہ انجام دیا کہ پاکستان کے قلب میں ایک وسیع خطہ قادیانی ریاست کے لئے مخصوص کر دیا اور ربوہ کے قادیانیوں کو ایسی آزادی دی گئی کہ عملاً پاکستان کی حکومت وہاں نہیں تھی۔ گویا پنجاب میں اس کو ایک آزاد ریاست کی حیثیت حاصل تھی۔ جسے ریاست در ریاست کہنا صحیح ہوگا۔ تبلیغ اسلام کے نام پر دو لاکھ سالانہ زرمبادلہ قادیانی وصول کرتے رہے جس کے ذریعہ مشرقی افریقی ممالک میں وسیع پیمانے پر مرزائیوں نے اپنے مبلغ بھیجے اور ارتداد کا جال پھیلایا۔ یہاں تک کہ اسرائیل کی یہودی حکومت سے حکومت پاکستان کا کوئی تعلق اور رابطہ نہیں تھا۔ مگر مرزائیوں نے ان کے مرکز تل ابیب اور حیفہ میں مراکز قائم کئے اور اس طرح برطانیہ کا خود کاشتہ پودا نہ صرف پاکستان میں بلکہ تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں بھی ایک تن آور درخت بن گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سکندر مرزا اور ایوب کی غفلتوں یا غداری کی وجہ سے پاکستان کے کلیدی مناصب پر مرزائی چھا گئے۔ اس طرح مٹھی بھر مرزائی پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ حکومت نے محکمہ اوقاف کے ذریعہ سے مسلمانوں کے تمام اوقاف وقف ایکٹ کے ماتحت قبضہ میں لے لئے۔ لیکن قادیانی مرزائیوں کے اوقاف کو ہاتھ نہیں لگایا گیا جس کے ذریعہ نہ صرف ان کی مالی حیثیت اور قوی ہوگئی۔ بلکہ ان میں خود مختار ریاست کا تصور شدت سے ابھرا۔ علاوہ اس کے بین الاقوامی سطح پر دشمنان اسلام اسرائیل و برطانیہ وغیرہ کی جانب سے ان کی جو مخفی اعانت ہوتی رہی اور سر ظفر اللہ نے تین سالہ زندگی میں اقوام متحدہ کی نمائندگی کے دوران باہر کی دنیا میں مرزائیت کی جڑوں کو جو مضبوط کیا وہ اس پر مستزاد ہے۔ جس سے مرزائیوں کو اپنی بین الاقوامی پوزیشن کے مضبوط ہونے کا گھمنڈ ہونے لگا۔ الغرض ان متعدد عوامل کے تحت یہ فتنہ روز بروز قوی تر ہوتا گیا۔ جس کی تفصیلات حیرت ناک بھی ہیں اور دردناک بھی۔

تحریک ختم نبوت

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ خواجہ ناظم الدین جیسے دیندار اور حاجی، نمازی کے زمانے میں مسلمانوں کی یہ مقدس تحریک سیاست کی بھینٹ چڑھ گئی۔ سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔ ان کی لاشوں کو نذر آتش کیا گیا۔ دریائے راوی

کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے جو رنجیت سنگھ کے زمانے میں نہیں ہوئے تھے اور اس طرح مسلمان حکمرانوں کے ذریعہ مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور تحریک کو کچل کر رکھ دیا گیا۔ لیکن ان شہدائے ختم نبوت کی روحیں تڑپتی ہوئی بارگاہ الٰہی میں پہنچیں اور انہوں نے رحمت الٰہی کے دروازے کھٹکھٹائے۔ آخر ربوہ کا حادثہ پیش آیا اور انجام وہی ہوا جس کی ضرورت تھی اور اگر روز اوّل سے یہ صورت اختیار کی جاتی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کا قصہ پاک کر دیا جاتا تو یہ خونچکاں صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

حادثہ ربوہ اور اس کے نتائج

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ کا حادثہ پیش آیا اور حالات نے نازک صورت اختیار کی۔ مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور حکومت نے بر وقت صحیح قدم نہیں اٹھایا۔ ۳ جون ۱۹۷۴ء کو پنڈی میں علماء کرام اور مختلف فرقوں کا نمائندہ اجتماع ہوا۔ اس کو بھی ناکام بنانے کے لئے تین مندوبین مولانا مفتی زین العابدینؒ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ اور مولانا تاج محمودؒ کو لالہ موسیٰ کے اسٹیشن پر روک کر ٹرین سے اتار لیا گیا۔ ۳ جون کے اجتماع کو ناکافی سمجھ کر ۹ جون کو راقم الحروف کی طرف سے لاہور میں اجتماع رکھا گیا اور تمام اسلامی فرقوں اور جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے تمام فرقے اور جماعتیں دیوبندی، بریلوی، اہل سنت، شیعہ، اہلحدیث، مسلم لیگ، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اسلامی وغیرہ وغیرہ شریک ہوئیں۔ بیس (۲۰) جماعتوں کا نمائندہ اجتماع ہوا راقم الحروف نے مختصر سی تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا یہ اجتماع اس وقت صرف ایک دینی عقیدہ کی حفاظت کے لئے ہے۔ یہ اجتماع ختم نبوت کے مسئلہ پر ہے۔ اس کا دائرہ آخر تک محض دینی رہے گا۔ سیاسی آمیزشوں سے اس کا دامن پاک رہنا چاہئے جو سیاسی حضرات اس میں شامل ہیں ان کا مطمع نظر دین ہی ہوگا اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کی کش مکش سے بالاتر ہوگا۔

تحریک ختم نبوت کا طریق کار

ختم نبوت کی تحریک کا طریق کار نہایت پر امن ہوگا اور اسے تشدد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اگر کوئی مزاحمت ہوئی یا تکلیف پیش آئی تو دین کے لئے اس کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر کرنا ہوگا۔ مظلوم بن کر رہنا ہوگا اور ہمارے مدمقابل صرف مرزائی امت ہوگی۔ حکومت نہ ہوگی۔ ہم حکومت کو ہدف بنانا نہیں چاہتے۔ اگر حکومت نے ان کی حفاظت یا ان کی حمایت میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو اس وقت مجلس عمل کوئی مناسب فیصلہ کرے گی۔ ابھی قبل از وقت کچھ کہنا درست نہیں۔ اس

کے بعد مولانا مفتی محمودؒ نے تائیدی تقریر فرمائی۔ پھر جناب نوابزادہ نصر اللہ خانؒ اور دیگر مختلف نمائندوں نے تقریریں کیں۔تحریک کو نظم وضبط کے تحت رکھنے کے لئے ایک مجلس عمل وجود میں آئی اور راقم الحروف کو عارضی طور پر اس کا صدر منتخب کیا گیا۔میری آرزو اور خواہش یہی تھی کہ آئندہ اجتماع میں مجھے اس بوجھ سے سبکدوش کر دیا جائے گا۔ پریس کانفرنس کی گئی اور ۱۴ر جون ۷۴ء کو ملک میں مکمل ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔اسی کے ساتھ امت مرزائیہ سے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔اس دوران وزیراعظم بقصد مذاکرات لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔مجلس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر وزیراعظم کی جانب سے ملاقات اور مذاکرات کی دعوت دی گئی۔خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اسے قبول کر لینا چاہئے کہ شاید افہام وتفہیم سے کوئی راستہ نکل آئے۔

۱۱جون ۷۴ء کو وزیراعظم بھٹو نے مجھے ملاقات کے لئے بلایا اور بعد میں مجلس عمل کے دیگر افراد کو یکے بعد دیگرے فرداً فرداً بلایا۔راقم الحروف نے بہت صفائی اور سادگی کے ساتھ واضح اور غیر مبہم الفاظ میں جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ تھا کہ:

’’قادیانی مسئلہ بلا شبہ پاکستان کے روز اوّل سے موجود ہے۔پہلی غلطی اس وقت ہوئی جب ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ مقرر کیا گیا۔شہید ملت (خان لیاقت علی خان مرحوم) کو اس خطرناک غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا عزم کر لیا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ شہید کر دئے گئے اور ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ عزم ہی ان کی شہادت کا سبب ہوا ہو۔اس وقت جو جرأت مرزائیوں کو ہوئی ہے اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا اور وہ غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دئے گئے۔تو مسلمانوں کے جذبات بھڑکیں گے اور ان کی جان ومال کی حفاظت حکومت کے لئے مشکل ہوگی۔اقلیت قرار دئے جانے کے بعد اس ملک میں ان کی حیثیت ذمی کی ہوگی اور ان کی جان ومال کی حفاظت شرعی قانون کی رو سے مسلمانوں پر ضروری ہوگی۔اس طرح ملک میں امن قائم ہو جائے گا۔ میں مانتا ہوں کہ آپ پر خارجی غیر اسلامی حکومتوں کا دباؤ ہوگا۔لیکن اس کے بالمقابل ان اسلامی ممالک کا تقاضا بھی ہے کہ ان کو جلد غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔جن ممالک سے ہمارے اسلامی تعلقات بھی ہیں اور ہر قسم کے مفادات بھی وابستہ ہیں۔خارجی دنیا میں غیر اسلامی حکومتوں کے بجائے اسلامی مملکتوں کو مطمئن اور خوش کرنا زیادہ ضروری ہے۔نیز ایک معمولی سی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اتنی بڑی اکثریت کو غیر مطمئن کرنا دانشمندی نہیں۔اگر آپ حق تعالیٰ پر توکل واعتماد کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ فرمائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں

کرسکتی اوراس راستہ میں موت بھی سعادت ہے۔غلام محمد، سکندر مرزا اور ایوب خان کا جو حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے اور شہید ملت شہید ملت ہو گئے۔"

الغرض گفتگو بہت طویل تھی ۔ میں ٹھیک ۴۲ منٹ تک بولتا رہا۔ درمیان میں ایک آدھ سوال وزیراعظم صاحب نے کیا جس کا جواب شافی فوراً دے دیا گیا اور ان کو خاموش ہونا پڑا۔ بقیہ حضرات نے بھی فرداً فرداً ملاقات کی اور اپنے تأثرات پیش کئے ۔۱۳ جون کو وزیراعظم صاحب نے اردو میں لمبی تقریر کی جو ریڈیو پر نشر ہوئی۔ جس میں حادثہ ربوہ پر ایک حرف بھی نہیں فرمایا۔ البتہ ختم نبوت پر اپنا ایمان ظاہر فرمایا کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ بہت پرانا ہے۔ اتنا جلد کیسے حل ہو سکتا ہے؟ ۔۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو درہ خیبر سے کراچی تک اور لاہور سے کوئٹہ تک ایسی مکمل ہڑتال ہوئی جس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔

۱۶ رجون کو راقم الحروف نے فیصل آباد میں اجتماع رکھا تھا جس میں وزیراعظم صاحب کی تقریر پر تبصرہ ہوا اور تنقید کی گئی کہ وزیراعظم نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے مطالبہ سے کچھ زیادہ ہمدردی کا ثبوت نہیں دیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نیشنل اسمبلی میں صرف ایک قرارداد پیش کرنے کے خواہشمند ہیں۔ اور پھر اس قرارداد کو سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کے حوالے کر کے سردخانے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ قرارداد خواہ صوبائی اسمبلی کی ہو یا قومی اسمبلی کی۔ آئینی طور پر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی حیثیت صرف ایک مشورے اور سفارش کی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے ملی مطالبہ کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ جلد سے جلد آئین اور دستور میں واضح طور پر ختم نبوت پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔ اور جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے۔ اور نیشنل اسمبلی میں ترمیمی بل اس مقصد کے لئے پاس کرایا جائے۔ وزیراعظم صاحب چونکہ اکثریت کے لیڈر بھی ہیں اس لئے ان پر سب سے پہلے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے ارکان کو اس مسئلہ میں آزاد نہ چھوڑیں۔ بلکہ انہیں ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مامور و مجبور کریں۔ نیز مسئلہ کی اہمیت اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا تقاضا یہ ہے کہ بجٹ سیشن کو ملتوی کر کے سب سے پہلے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔

مجلس عمل کے لاہور کے اجلاس میں راقم الحروف کو مجلس کا عارضی صدر مقرر کیا گیا۔

میری خواہش تھی کہ اس نازک ذمہ داری کے لئے کسی اور موزوں شخصیت کو صدارت کے لئے منتخب کر لیا جائے گا مگر:

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

اب کہ مجلس عمل کا مستقل صدر پھر راقم الحروف کو باتفاق حاضرین منتخب کیا گیا۔ بہر حال یہ طے کیا گیا کہ پر امن طریقے پر تحریک کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے پوری جدوجہد کی جائے اور قادیانیوں کا بائیکاٹ جاری رکھا جائے۔ اور تحریک کو سول نافرمانی سے بہر قیمت بچایا جائے۔ ادھر مجلس عمل کی پالیسی تو یہ تھی کہ حکومت سے تصادم سے بہر صورت گریز کیا جائے۔ ادھر حکومت نے ملک کے چپے چپے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ پریس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ انتظامیہ نے اشتعال انگیز کارروائیوں سے کام لیا اور مسلمانوں کو گرفتار کرنا شروع کیا چنانچہ سینکڑوں اہل علم اور طلبہ کو گرفتار کیا گیا انہیں ناروا ایذائیں دی گئیں۔ کبیر والا، اوکاڑہ، سرگودھا، فیصل آباد، کھاریاں ضلع گجرات وغیرہ میں دردناک واقعات رونما ہوئے۔ جن کو مظلومانہ صبر کے ساتھ برداشت کیا گیا۔ صرف ایک شہر اوکاڑہ میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کے طور پر بارہ دن مکمل اور مسلسل ہڑتال ہوئی۔ اسی سے اندازہ کیجئے کہ ملک بھر میں مجموعی طور پر کتنا ظلم اور اس کے خلاف احتجاج ہوا؟۔ جگہ جگہ لاٹھی چارج کیا گیا۔ اشک ریز گیس کا استعمال بڑی فراخدلی سے کیا گیا۔ مجلس عمل کی تلقین تمام مسلمانوں کو یہی تھی کہ صبر کریں اور مظلوم بن کر حق تعالیٰ کی رحمت اور غیبی تائید الٰہی کے منتظر رہیں۔ قریباً پورے سو دن تک ان حالات کا مقابلہ کیا گیا۔ اور تمام سختیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ جن کی تفصیل کی ان اوراق میں گنجائش نہیں۔

جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب مشرقی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کے دورے سے جب واپس آئے تو پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی کی حیثیت دے کر اس کے سامنے دو قراردادیں پیش کی گئیں۔ کہ اسمبلی بحیثیت خصوصی کمیٹی کے ان پر غور و فکر کرے۔

۱...... کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے پھر اس کے نتیجہ کے طور پر یہ فیصلہ کرنا سپریم کورٹ یا مشاورتی کونسل کا کام ہو گا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں یا نہیں۔

۲...... کہ مرزائیوں کو دستوری حیثیت سے غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر مسلم اقلیت کی فہرست میں ان کا نام درج کیا جائے پہلی قرارداد حزب اقتدار کی جانب سے جناب وزیر قانون نے پیش کی اور دوسری حزب اختلاف کے ارکان نے۔ یہ بھی طے کر دیا گیا کہ کمیٹی کے لئے چالیس اشخاص کا کورم ہو گا۔ ان میں سے ۳۰ ممبر حزب اقتدار کے اور ۱۰ حزب اختلاف کے لازماً

ہوں گے۔ گویا اصولی طور پر طے ہو گیا کہ جب تک حزب اختلاف کے دس ارکان، کمیٹی کے فیصلہ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ وہ فیصلہ کالعدم ہوگا۔ بہر حال ایک رہبر کمیٹی بنی۔ اور خوشی کی بات ہے کہ سفارشات کے تمام مراحل اتفاق رائے سے طے ہوتے چلے گئے۔ اس دوران حکومت نے مرزائیوں کو صفائی پیش کرنے کا موقع دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ مرزا ناصر نے ۱۹۲ صفحے کا صفائی نامہ پیش کیا اور مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے صدر صدر الدین نے تحریری بیان پیش کیا۔ گیارہ دن تک مرزا ناصر پر جرح ہوتی رہی اور تین دن صدر الدین پر جرح ہوئی۔ جرح کے دوران تمام اراکین اسمبلی کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ مرزا غلام احمد مدعی نبوت دجال ہے۔ اور نبی اور مجدد تو کیا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ دوسری قرارداد جو حزب اختلاف کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔ اس کی تشریح و توضیح کے لئے دو صد صفحے کی ایک کتاب ''موقف ملت اسلامیہ'' جو جدید طرز پر مرتب کی گئی تھی۔ ان ارکان کی جانب سے پیش کی گئی اور ایوان میں سنائی گئی۔ جس سے تمام ممبران اسمبلی کو مرزائیوں کی مذہبی حیثیت اور ان کے سیاسی عزائم سے آگاہی ہوئی اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

بہر حال مسلمانوں کی کوششیں نیشنل اسمبلی کی سطح پر اور باہر مسلمانوں کی عام سطح پر پر امن طریقے سے جاری رہیں۔ آخر جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء آخری فیصلہ کے اعلان کی تاریخ مقرر کر دی، حالات آ کر تک مایوس کن تھے۔ اور توقع نہ تھی کہ مطالبہ کا احترام کیا جائے گا۔ اس لئے کہ تین ماہ کے عرصہ میں تحریک کو کچلنے کی کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی۔ لیکن (واللہ غالب علی امرہ) حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ قلوب بھی حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور زبانیں بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ خوف و رجاء کے بہت سے مراحل آتے رہے۔ بالآخر جناب وزیر اعظم بھٹو صاحب نے چھ اور سات کی درمیانی رات کو رات کے بارہ بجے کے بعد مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کر لیا۔ اگلے دن ۷ ستمبر کو اڑھائی بجے رہبر کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ ساڑھے چار بجے نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہوا اور ساڑھے سات بجے ایوان اعلیٰ سینٹ کا اجلاس ہوا۔ تمام حاضر اراکین کے اتفاق سے مسلمانوں کا مطالبہ منظور ہو گیا۔ اور آخری اعلان آٹھ بجے شام کی خبروں میں ہو گیا۔ اور اس طرح الحمد للہ یہ مسئلہ بخیر و خوبی طے ہو گیا۔ جب سے پاکستان بنا ہے مسلمانوں کو کبھی اتنی مسرت اور خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ اس خبر سے ہوئی کہ اس سرزمین پاک میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر پاکستان کے مسلمانوں نے تاریخ اسلام میں ایک زریں باب کا اضافہ کیا۔ اب ان گذشتہ باتوں کو دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ چند اجمالی

اشارے دو وجہ سے ضروری سمجھے گئے۔ اوّل یہ کہ مسلمان یہ جاننے کے لئے بیتاب تھے کہ ان کی ملی تحریک کن مراحل سے گذری اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ دوم یہ کہ بعض حلقوں کی جانب سے یہ تأثر دیا گیا کہ مسلمان مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے خدانخواستہ ظلم کر رہے ہیں۔ حالانکہ تحریک کو اوّل سے آخر تک دیکھا جائے تو قدم قدم پر مسلمانوں کی مظلومیت کے نقوش ثبت ہیں۔ مظلوم کو فریاد کرنے کی بھی اجازت نہ دینا کہاں کا انصاف ہے؟۔

سپاس و تشکّر

اس موقعہ پر ہم سب کو اللہ پاک کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ محض اسی نے اپنے فضل و احسان سے اپنے حبیب پاک ﷺ کی ختم نبوت کی لاج رکھ لی اور اس تحریک کو کامیابی عطاء فرمائی۔ اسی نے اس کے فوق العادت اسباب مہیاء کئے۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں کو متحد اور مجتمع فرمایا اور اسی نے اراکین اسمبلی کے دل میں صحیح فیصلہ ڈالا۔ الحمد لله وحده لا الـه الا الله وحده انجزو عده، ونصر عبده (اعنى سيدنا محمد ﷺ) وهز م الاخراب وحــــــده! اللہ تعالیٰ کے بہت سے نیک بندوں نے اس موقع پر دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرمالیں جو کچھ ہوا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تکوینی طور پر ہوا۔ وہم و گمان سے بالاتر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا۔

مجلس عمل کے خادم کی حیثیت سے میں یہ فرض سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے رفقاء کو مبارکباد اور ہدیہ تشکر پیش کروں۔ اگر موصوف نے آخری مرحلہ میں تدبر سے کام نہ لیا ہوتا اور گذشتہ حکمرانوں کی طرح نشہ اقتدار میں مسلمانوں کے ملی مطالبہ کو خدانخواستہ ٹھکرا دیا جاتا تو شاید ہم سب غضب الٰہی کی لپیٹ میں آگئے ہوتے اور پاکستان میں پھر ۱۹۵۳ء کی یاد تازہ ہو جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے کہ یہ مسئلہ ان کے دور اقتدار میں حل ہوا۔ اگرچہ مسلمانوں کو ابتلاء سے گذرنا پڑا۔ لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ جناب وزیر اعظم صاحب کے دل میں صحیح بات ڈال دی۔ بہر حال وہ اس جرأت مندانہ اقدام عالم اسلام کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نیز قومی اسمبلی کے صدر اور معزز مسلمان اراکین کو تمام مسلمانوں کی جانب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے مرزائیت کے تمام مالہ و ماعلیہ کو بڑی محنت اور جانفشانی سے پڑھا اور پوری بصیرت سے صحیح فیصلہ صادر کیا۔

ملت اسلامیہ نے جس بے مثال اتحاد کا مظاہرہ کیا اور تمام مسلمانوں نے جس عزم واستقلال کے ساتھ تحفظ ناموس رسالت (علی صاحبھاالصلوٰۃ والسلام) کی خاطر ہر قسم کی گروہ بندیوں سے بالاتر ہو کر ایثار و قربانی کا نمونہ پیش کیا۔ اس کی تحسین کے لئے الفاظ کا دامن تنگ ہے۔ جن جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ اس میں حصہ لیا وہ اپنا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں پائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔ حق یہ ہے کہ اس موقعہ پر ملت اسلامیہ کا ایک ایک فرد مبارک باد کا مستحق ہے۔ اس حادثہ ربوہ کا آغاز عزیز طلبہ پر ظلم وستم سے ہوا اور انہوں نے ایک طرف تحریک کے لئے قربانیاں پیش کرنے کا عزم کیا اور دوسری طرف اپنے جوش وخروش کو مجلس عمل کی ہدایات کے مطابق بے جا استعمال کرنے سے حتی الوسع پرہیز کیا۔ ورنہ نوجوان طبقہ صبر وتحمل کی تلقین کو مشکل ہی سے سننے کا عادی ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے عزیز طلبہ دو گونہ مبارک باد کے مستحق ہیں اور کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ اگر ان نوجوانوں کی ہمت وارادہ کے دھارے صحیح رخ پر بہنے لگیں اور اس کی ایسی تربیت ہو کہ وہ اس پاکستان کی پاک سرزمین میں ہر قسم کی گروہ بندیوں اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر محنت کرنے والے بن جائیں۔ تو اس ملک کا نقشہ ہی بدل جائے۔ وما ذالك على الله بعزيز!

اس موقعہ پر حزب اختلاف کی جماعتوں کے کردار کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ سیاسی جماعتوں کا مزاج ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی مناسب موقعہ سے سیاسی فائدہ اٹھانے سے نہیں چوکتیں۔ ہماری تحریک بحمد اللہ خالص دینی تھی۔ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کی ختم نبوت کی آئینی حفاظت اس کا مشن تھا۔ اس لئے جو جماعتیں بھی مجلس عمل میں شامل ہوئیں انہوں نے پوری شدت کے ساتھ اس مقدس تحریک کو سیاسی آلائشوں سے پاک رکھنے کا عزم کیا اور عملی طور پر اس کا پورا پورا مظاہرہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

قومی پریس پر سخت پابندیاں عائد تھیں۔ تحریک کی خبروں کی اشاعت چھن چھن کر ہوتی تھی۔ اس کے باوجود قومی پریس نے مسلمانوں کی ملی تحریک سے حتی الامکان ہمدردی اور تعاون کا مظاہرہ کیا۔ خصوصیت کے ساتھ نوائے وقت لاہور نے بڑے بصیرت افروز ادارئے اور مقالے شائع کئے۔ انصاف یہ ہے کہ دیگر دینی جرائد کے ساتھ نوائے وقت کا اس مقدس تحریک میں بہت ہی بڑا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذمہ دار اصحاب کو بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائے اور دنیا وآخرت میں اس کا بہترین اجر عطاء فرمائے۔

ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس موقعہ پر عالم اسلام کی ان مایۂ ناز اور پر وقار شخصیتوں کا ذکر نہ

کریں جنہوں نے اس نازک موقعہ پر پاکستان کے مسلمانوں سے ہمدردی فرمائی اور ارباب حل وعقد کو اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید کیا۔ میں ان کی خدمت میں پاکستان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مسرت وشادمانی کے موقعہ پر ہمیں اپنے ان بزرگوں کی یاد آتی ہے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس کے لئے بے چینی میں گزاری۔ حضرت الاستاذ امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر بہت سے اکابر نے اپنے وقت میں مرزائی فتنہ کے استیصال کے لئے اپنی ہمتیں صرف فرمائیں۔ حق تعالیٰ ان کو بہترین درجات عطاء فرمائے کہ انہی کی جوتیوں کے طفیل آج مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ یہاں خصوصیت سے علامہ اقبال مرحوم کا تذکرہ ضروری ہے کہ سب سے اوّل انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ اٹھایا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں یا تحریک کے موجودہ مرحلے میں جن حضرات نے آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر اپنی جان نثار کی اور جام شہادت نوش فرمایا ہم ان کی ارواح طیبہ پر بھی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں رنگ لائیں۔ اور جس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی جان کا ہدیہ پیش کیا تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے وہ مقصد عطاء کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بلند درجے عطاء فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

آثار ونتائج

قوموں کی زندگی میں اس قسم کے تاریخ ساز واقعات ہمیشہ نہیں آتے۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ پاکستان کی تاریخ کے اس زریں واقعہ کے آثار ونتائج پر کچھ تفصیل سے لکھا جائے۔ مگر افسوس کہ اس کی نہ فرصت ہے نہ گنجائش، مختصراً یہ کہ ۱۹۷۱ء میں سقوط مشرقی پاکستان سے پاکستان کے مسلمانوں کو جو گہرا زخم پہنچا تھا۔ اس سے نہ صرف مسلمانوں کا وقار مجروح ہوا۔ بلکہ خود اسلام کے بارے میں بھی جو اس ملک کا سنگ بنیاد تھا۔ طاغوتی طاقتوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دئے تھے۔ الحمدللہ قومی اسمبلی کے ایمانی فیصلہ سے اس کی بڑی حد تک تلافی ہوگئی۔ عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا جس کا اندازہ ان تہنیتی تاروں سے ہو رہا ہے۔ جو وزیراعظم اور دیگر عمائد ملک کو موصول ہو رہے ہیں۔ بلکہ کافر ممالک کو بھی یہ احساس ہو گیا کہ اسلام ایک زندہ

طاقت ہے اور مسلمانوں میں ابھی ہمت وارادہ موجود ہے۔ اور وہ اپنے دین کی سربلندی کے لئے جرأت مندانہ اقدام کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔ اسلام کے صرف ایک مسئلہ اور بنیادی مسئلہ کو اپنانے کی یہ برکت ہے۔ اگر ہمارے حکمران کمال اخلاص کے ساتھ خداتعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے پورے کا پورا دین انفرادی اور حکومتی دونوں سطحوں پر اپنالیں تو آخرت میں تو جو اجر ملے گا ملے گا۔ انشاء اللہ دنیاء کی سرخروئی بھی مسلمانوں کو نصیب ہوسکتی ہے۔

پاکستان اور مسلمانوں کی بقاء اسلام سے وابستہ ہے

ہمارے ملک میں کچھ عرصے سے لادینی کمیونسٹ نظام کو لانے کے لئے اسلامی سوشلزم کی باتیں ہورہی ہیں۔ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان کے نعروں سے فریب دیا جارہا ہے۔ اور ذرائع ابلاغ سے ایسے مضامین شائع اور نشر کئے جارہے ہیں۔ قومی اسمبلی کا حالیہ تاریخی فیصلہ اس امر کی علامت ہے کہ جو شخص یہاں کے عوام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے کھیل کھیلتا ہے۔ وہ چند دنوں کے لئے فریب دے سکتا ہے۔ لیکن بالآخر اسے منہ کی کھانی ہوگی۔ پاکستان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور کلمہ طیبہ کے نام پر اور اسلام کی خاطر بنا ہے۔ جو لوگ یہاں کے مسلمانوں کے دل سے اسلام کی وقعت نکالنا چاہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاک طریقوں سے مسلمانوں کو ہٹاتے ہیں وہ دراصل پاکستان کے نقشہ کو مٹانے کے درپے ہیں۔ غرض ایک بار یہ حقیقت پھر ابھر کر سامنے آگئی کہ پاکستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی بقاء اسلام اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔

اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد مرزائیوں کی حیثیت

مرزائیوں کی حیثیت قبل ازیں کفار محاربین کی تھی۔ اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد اس کی حیثیت پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کی ہے جن کو ذمی کہا جاتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ بھی پاکستان میں بحیثیت غیر مسلم کے رہنا قبول کرلیں۔ اس لئے کہ عقد ذمہ دوطرفہ معاہدہ ہے) اور کسی ذمی کے جان و مال پر ہاتھ ڈالنا اتنا سنگین جرم ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں ایسے شخص کے خلاف نالش کریں گے۔ اس بناء پر تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کی جان و مال کی حفاظت کریں۔ مجلس عمل نے مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تھا۔ جو مسلمانوں کے دائرہ اختیار کی چیز تھی۔ لیکن جن مرزائیوں نے قومی اسمبلی کا فیصلہ تسلیم کرکے اپنے غیر مسلم شہری ہونے کا اقرار کرلیا ہو اب ان سے سوشل بائیکاٹ نہیں ہوگا۔ اور جو مرزائی اس فیصلہ کو قبول نہ کررہے ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں سے ترک محاربت پر آمادہ نہیں۔

مرزائیوں کو آئینی حیثیت سے غیر مسلم تسلیم کرنے کے بعد کچھ انتظامی اقدامات ہیں جو حکومت پاکستان سے متعلق ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت اس باب میں تغافل سے کام نہیں لے گی۔ اس سلسلہ میں زیادہ اہم یہ امر ہے کہ خفیہ ریشہ دوانیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اور کسی نئی سازش برپا کرنے کے امکانات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

مرزائیوں سے متعلق مسلمانوں اور حکومت کے کرنے کا اصل کام

حکومت اور عام مسلمانوں دونوں سے متعلق جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ہمارا مشن پورا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ یہ تو اس کا نقطۂ آغاز ہے۔ اصل کام جو ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی مادی غرض یا کسی غلط فہمی کی بناء پر اس مرزائیت سے وابستہ ہوئے انہیں آنحضرت ﷺ کے دامن ختم نبوت میں لانے کے لئے محنت کی جائے۔ ان کے کچھ شبہات ہوں تو ان کو زائل کیا جائے۔ ان کی کچھ مجبوریاں ہوں تو ان کو رفع کیا جائے۔ مرزائیوں نے عام طور پر مسلمانوں ہی کو شکار کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو پوری ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ جہنم سے نکالنے کی فکر کی جائے۔ پاکستان کے اندر اور باہر جس قدر لوگ مرتد ہوئے ہیں انہیں پھر سے اسلام کی دعوت دی جائے۔ غرض مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دینا اصل مقصد نہیں تھا۔ بلکہ انہیں داخل در اسلام کرنا اصل مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں انشاء اللہ ایک وسیع ارادہ ہے جو صالحین اس کے لئے قربانیاں دینے کو تیار ہوں گے۔ ان کے لئے انشاء اللہ بڑی ہی بشارتیں ہیں۔ راقم الحروف کے ایک نہایت مخلص دوست جناب شیخ محمود حافظ مدنی نے جو ان دنوں دمشق میں ہیں۔ ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کا ایک فقرہ یہاں نقل کرتا ہوں:

فانی ابشركم انی رأيتكم فی المنام ليلة ٣/شعبان ١٣٩٤ھ رویاً طيبة جداً، اهنئكم بها، واختصرها لكم، رايتكم مع جماعته عليهم سيما الصلاح والتقوای متقدمين فی السن، وكلهم يعملون فی جمع صفحات القرآن الذی كتبتموه بخطكم وقلمكم الجميل بمداد لو نه زعفرانی وقصد كم طباعته هذا القرآن ونشره بين الناس لتعميم الفائدة هكذا سمعت منكم وانتم تشيرون الی فی غاية من الفرح والسرورو الا بتهاج، وعند ما تيقظت لصلاة الفجر قمت متضائلاً والفرحة تملاء قلبی وايقنت بان الله تعالیٰ كل اعمالكم بالفوز والنجاح، والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، انتهی باختصار!

﴿میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ میں نے ۳ شعبان ۱۳۹۴ھ کی رات کو آپ کے بارے میں بہت عمدہ اور مبارک خواب دیکھا ہے۔ جس کی آپ کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ اس کو یہاں مختصراً نقل کرتا ہوں میں نے آپ کو ایسے شیوخ کی جماعت کے ہمراہ دیکھا جو سن رسیدہ ہیں اور جن پر صلاح وتقویٰ کی علامات نمایاں ہیں۔ یہ سب حضرات اس قرآن کریم کے صفحات جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ جو آپ نے اپنے قلم سے سنہری زعفرانی رنگ کی روشنائی سے خود تحریر کیا ہے اور آپ کا قصد یہ ہے کہ اس کو عام فائدہ کے واسطے لوگوں میں شائع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اس قصد کا اظہار نہایت مسرت وشادمانی اور سرور کی حالت میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ صبح کو نماز فجر کے لئے اٹھا تو قلب فرحت سے لبریز تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے اعمال کو حق تعالیٰ نے کامیابی وکامرانی کا تاج پہنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس کی نعمت سے تمام خوبیاں تکمیل پذیر ہوئی ہیں۔ خواب مختصر الفاظ میں ختم ہوا۔﴾

اہل فہم جانتے ہیں کہ ملاحدہ نے قرآن کریم کی آیات کو جس طرح مسخ کیا اور ان میں تاویل وتحریف کر کے ان کے مفہومات کو بگاڑا ہے۔ قرآن کو سنہری حروف میں لکھ کر تمام عالم میں شائع کرنے کی تعبیر اس کے سوا کیا کی جائے کہ ان ملاحدہ کی تحریفات دنیا کے جس جس خطے تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے اثرات وہاں سے مٹائے جائیں۔ اور قرآن کریم کی سنہری تعلیمات کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمزور، نالائق اور پست ہمت بندوں سے بھی اس سلسلہ میں کچھ خدمت لے لیں۔ وماذلك على الله بعزيز! اب دیکھئے وہ کون خوش قسمت لوگ ہیں جو قرآن کے ان سنہری صفحات کو جمع کرنے کے لئے میدان میں آتے ہیں۔

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیدان در نمے آید، سواراں راچہ شد

والحمدلله اولا وآخراً والصلاة والسلام على خير خلقه صفوة البرية سيدنا محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعين!

(رمضان المبارک وشوال المکرّم ۱۳۹۴ھ، اکتوبر ۱۹۷۴ء)

دورۂ انگلستان

الحمدللہ! ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ میں کچھ لمحات حرمین شریفین میں نصیب ہوئے۔ انگلستان کی دینی دعوت آئی تھی۔ اگرچہ صحت اچھی نہیں تھی۔ اور ڈاکٹروں کی حتمی رائے سفر نہ کرنے

کی تھی۔ اور خود مجھے بھی تردد ضرور تھا۔ لیکن استخارہ کر کے اللہ کا نام لے کر میں جدہ سے ۲۲ نومبر ۱۹۷۴ء کو روانہ ہوگیا۔ ہڈرس فیلڈ میں جاتے ہی ایک جدید حادثہ سے دوچار ہوا۔ ڈاکٹروں نے تین روز سکونت اور ایک ہفتہ آرام کا مشورہ دیا۔ لیکن بیانات کا نظم بن چکا تھا۔ اور اس کا اعلان ہوگیا تھا۔ اس لئے بادل ناخواستہ ڈاکٹروں کے مشورے کے خلاف کرنا پڑا۔ الحمدللہ کہ تقریباً تمام پروگرام حق تعالیٰ شانہ نے پورا کردیا۔ متعدد مقامات پر جانا ہوا اور جن دینی اہم مسائل کی ضرورت سمجھی ان پر بیانات ہوئے۔ ہڈرس فیلڈ، بولٹن، ڈیوزبری، بلیک برن، پرسٹن، بریڈفورڈ، گلسٹر، والسال، برمنگھم، ولوز ہملٹن، کونٹری، لسٹر، نیمی ٹن اور خود لندن کے مختلف مقامات میں پروگرام بن چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود صحت کی خرابی وطبعیت کی ناسازی کے محض اپنے فضل وکرم سے توفیق نصیب فرمائی۔ متعدد دینی موضوعات پر بیان ہوا۔ مثلاً:

۱...... دین اسلام حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

۲...... اسلام اور بقیہ مذاہب کا موازنہ۔

۳...... دنیا اور آخرت کی نعمتوں کا موازنہ۔

۴...... دنیا کی زندگی کی حقیقت۔

۵...... طمانیت قلب دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور اس کا ذریعہ حقیقی سلام ہے۔

۶...... ذکر اللہ جس طرح حیات قلوب کا ذریعہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح بقاء عالم اذریعہ بھی ہے۔

۷...... لندن وانگلستان میں مسلمانوں کی زندگی کا نقشہ۔

۸...... دنیا کی زندگی میں انہماک اور آخرت سے دردناک غفلت۔

۹...... انگلستان میں مسلمانوں نے اگر دینی انقلاب اختیار نہ کیا تو ان کا مستقبل ہایت تاریک ہے۔

۱۰...... انگلستان کی پرازشہوات زندگی میں اصلاح نفوس کی تدبیر۔

۱۱...... مخلوط تعلیم کے دردناک نتائج اور اس سے بچنے کے لئے لائحہ عمل۔

۱۲...... محبت رسول کی روشنی میں سنت وبدعت کا مقام۔

۱۳...... حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت اور صحابہ کرامؓ کا مقام۔

۱۴...... انگلستان میں عالم دین کی زندگی کیسی ہو؟۔

۱۵...... رؤیت ہلال وغیرہ بعض مسائل میں علماء کا اختلاف اور اتحاد کے لئے لائحہ عمل۔

۱۶...... قادیانی مسئلہ اور اس کا اتفاقی حل۔

الغرض اس قسم کے بیانات ہوئے۔ مجالس اور سوالات کے جوابات میں دارالحرب، دارالاسلام اور ان کے احکام کے اختلافات۔ غلاموں اور لونڈیوں کی اسلام میں اجازت اور اس کے مصالح وحکم وغیرہ وغیرہ بے شمار مسائل زیر بحث آئے اور اپنی مقدور کے مطابق ان مشکلات کے حل کرنے کی کوشش کی گئی۔

انگلستان کے اس سفر میں جہاں یہ خوشی ہوئی کہ دینی فضاء مسلمانوں میں بنتی جارہی ہے۔ اور ہر ہر شہر میں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہے۔ جماعت خانے اور مسجدیں بھی کثرت سے بنتی جارہی ہیں۔ مکتب اور اسکول قائم کئے جارہے ہیں۔ تبلیغی جماعت کی نقل وحرکت سے بھی الحمدللہ نوجوانوں میں دینی رجحانات بڑھتے جارہے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ احساس شدت سے پیدا ہو رہا ہے کہ ہم مسلمان خصوصاً اہل علم فریضہ دعوت وتبلیغ میں انتہائی مقصر ہیں۔ مسلمانوں کو بے انتہا اصلاح کی ضرورت ہے اور اگر سلیقہ ونظم کے ساتھ مؤثر انداز سے ارباب کفر کو بھی دعوت پیش کی جائے تو قبول کرنے کی بڑی توقع ہے۔ کافروں کا خصوصاً نوجوان طبقہ دور حاضر کی تہذیب ومعاشرت کی وجہ سے سکون قلب کی نعمت سے محروم ہے۔ اور طرح طرح کی تدبیریں سکون دل اور آرام جان کے لئے اختیار کر رہے ہیں۔ اگر ان کو اسلام کا نسخہ شفا معلوم ہو جائے کہ اطمینان قلب اور سکون روح کے لئے اس سے زیادہ مؤثر کوئی نسخہ نہیں ہے۔ تو بدل وجان اس کے ماننے کے لئے تیار ہے۔ من حیث القوم اونچا طبقہ تو اسلام سے قدیمی عداوت کی وجہ سے شاید آمادہ نہ ہو۔ لیکن جدید نسل کو تو سکون قلب کی ضرورت ہے۔ عقول پختہ ہوچکی ہیں۔ قدیمی تاریخ عداوت نہ ان کے پیش نظر ہے نہ اس کو وقعت دیتے ہیں۔ اگر ان کو پاکیزہ زندگی کی لذت معلوم ہو جائے تو اپنی گندی اور ملوث زندگی سے تائب ہونے کے لئے فوراً تیار ہو جائیں۔

یورپ کے ملکوں میں اگر مسلمانوں کی زندگی صحیح اسلامی زندگی ہوتی۔ سر سے پیر تک مجسمۂ اسلام ہوتے۔ اور اخلاق وملکات تمام مسلمانوں کے سے ہوتے۔ ان کی صورت ان کی سیرت صحابہ کرامؓ کی ہوتی۔ تو ان کے وجود سے خاموش تبلیغ ہوتی۔ بغیر زبان ہلائے ارباب کفر کو تبلیغ ہوتی۔ اسلامی اخلاق اور اسلامی صورت وسیرت میں غضب کی جاذبیت ہے۔ بلاشبہ کبھی جدید نسل

کو بعض شبہات عقلی پیدا ہوتے ہیں۔اور بسا اوقات مسیحی پادری اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔تا کہ عیسائی اسلام سے نفرت کریں۔اس وقت صحیح انداز اور مؤثر طریقے پر افہام وتفہیم کی ضرورت پڑتی ہے۔اگر اسلامی علوم کے ساتھ صورت و اسلامی سیرت مل جائے تو ہر ایک شخص سراپا دعوت بن جائے۔بہر حال مؤثر ترین چیز کردار عمل ہے۔اگر علم بہت بھی ہے۔لیکن زندگی غیر اسلامی ہے تو فطرۃ اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔دعوت وتبلیغ کی تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ عمل وکردار قول وبیان کی تکذیب نہ کرے۔اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب ۰ افلا تعقلون ۰ بقرہ ٤٤'' ﴿کیا غضب ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کرنے کا کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے ؟۔حالانکہ تم تلاوت کرتے ہو کتاب کی۔تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔﴾

لیکن افسوس کہ یہ ہو رہا ہے۔کہ مسلمان اور کافر کے درمیان نہ صورت میں کوئی فرق، نہ سیرت میں، نہ تہذیب میں، نہ معاشرت میں، نہ اعمال میں، نہ اخلاق میں، تو کافر کس چیز سے تأثر لے؟۔ بلاشبہ مسلمان کے دل میں عقیدہ اسلامی ہے۔لیکن اگر یہ عقیدہ دل میں راسخ ہے تو سیرت کی تخلیق میں اس کو مؤثر ہونا چاہیئے۔مگر اس کے برعکس ہو رہا ہے کہ مسلمان معاملات میں کافروں سے زیادہ گئے گذرے ہیں۔جھوٹ، دھوکہ، وعدہ خلافی، خیانت، بے رحمی اور ظلم وعدوان ایسی بلاؤں میں اس طرح مبتلا نظر آتے ہیں کہ الامان والحفیظ!

کتنے شرم کی بات ہے کہ مسلمان اسلام کو عملی اور اخلاقی وتہذیبی نمونہ پیش کرنے کے بجائے ایسے کردار کے حامل ہوں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود، کافروں کے تمام ظاہری اخلاق واعمال کی بنیاد محض خود ساختہ عقلی ضوابط پر ہے یا دنیوی مصالح ان کے پیش نظر ہیں۔لیکن نیت اور باطن کو کون دیکھتا ہے۔دنیا ظاہر کو دیکھتی ہے۔دنیا دیکھتی ہے کہ مسلمان وعدہ خلافی، خیانت اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کرتا ہے۔جبکہ کافر بھی ان گھناؤنے امور سے پرہیز کرتے ہیں۔الغرض اسلام کی تبلیغ میں سب سے زبردست رکاوٹ خود مسلمانوں کی عملی زبوں حالی ہے اور جن لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کا درد ہے۔ان کے لئے یہ بات بے چین وبے تاب کردینے والی ہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر مبشرات

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا بہت ہی عظیم برکات کا کارنامہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے منکروں کا مسلمانوں سے خلا ملا نہ صرف مسلمانوں کے حق میں

ایک ناسور تھا۔ بلکہ اس سے آنحضرت ﷺ کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ قادیانی مسئلہ کے حل پر جہاں تمام ممالک کی جانب سے تہنیت ومبارک باد کے پیغامات آئے وہاں منامات ومبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابرامت اور خود آنحضرت ﷺ کی مسرت وبہجت بھی محسوس ہوئی۔ آنحضرت ﷺ سے متعلق مبشرات ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ تاہم اہل ایمان کی خوشخبری کے لئے اپنے دو بزرگوں سے متعلق بشارات منامیہ بعض مخلصین کے اصرار پر ذکر کرتا ہوں۔

جمعہ ۳؍رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ صبح کی نماز کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت امام العصر مولانا محمد انورشاہ صاحب کشمیریؒ گویا سفر سے تشریف لائے ہیں۔ اور خیر مقدم کے طور پر لوگوں کا بہت ہجوم ہے۔ لوگ مصافحے کر رہے ہیں۔ جب ہجوم ختم ہو گیا اور تنہا شیخ رہ گئے۔ تو دیکھتا ہوں کہ بہت وسیع چبوترہ ہے۔ جیسے اسٹیج بنا ہوا ہو۔ اس پر فرش ہے اور اوپر جیسے شامیانہ ہو۔ بالکل درمیان میں شیخ تنہا تشریف فرما ہیں۔ دو تین سیڑھیوں پر چڑھ کر ملاقات کے لئے پہنچا۔ حضرت شیخ اٹھے اور گلے لگالیا۔ میں ان کی ریش مبارک اور چہرہ مبارک کو بوسے دے رہا ہوں۔ حضرت شیخ میری داڑھی اور چہرے کو بوسے دے رہے ہیں۔ دیر تک یہ ہوتا رہا۔ چہرہ وبدن کی تندرستی زندگی کے آخری ایام سے بہت زیادہ ہے۔ بے حد خوش اور مسرور ہیں۔ بعد ازاں میں دوزانوں ہو کر فاصلہ سے باادب بیٹھ گیا اور آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض کیا کہ بھول گیا کہ ''معارف السنن'' حاضر کرتا۔ فرمایا کہ میں نے بہت خوشی اور مسرت کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اب چھٹی جلد کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس تو علم نہیں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ بس اس کی تشریح وتوضیح وخدمت کی ہے۔ بہت مسرت کے لہجے میں فرمایا کہ بہت عمدہ ہے۔

شوال المکرم ۱۳۹۴ھ میں لندن کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع مکان ہے۔ گویا ختم نبوت کا دفتر ہے۔ بہت سے لوگوں کا مجمع ہے۔ میں ایک طرف جا کر سفید چادر جس طرح کہ احرام کی چادر ہو باندھ رہا ہوں۔ بدن کا اوپر کا حصہ برہنہ ہے۔ کوئی چادر یا کپڑا نہیں۔ اتنے میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اسی ہیئت میں کہ احرام والی سفید چادر کی لنگی باندھی ہوئی ہے اور اوپر کا بدن مبارک بغیر کپڑے کے ہے۔ میرے داہنے کندھے کی جانب سے تشریف لائے اور آتے ہی مجھ سے چمٹ گئے۔ پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ واہ میرے پھول! پھر دیر تک معانقہ فرمایا۔ میں خواب ہی کی حالت میں خیال کرتا ہوں کہ مبارک باد کے لئے تشریف

لائے ہیں۔انتہی منامات کی حیثیت مبشرات کی ہے۔اس سے زیادہ ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ بہر حال قادیانی ناسور کے علاج سے نہ صرف زندہ بزرگوں کو مسرت ہوئی۔ بلکہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس سے بے حد و پایاں خوشی ہوئی ہے۔ فالحمدللّٰہ!

(ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ، دسمبر ۱۹۷۴ء)

لفظ غیر مسلم لکھوانے سے قادیانیوں کا انکار

مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کی حیثیت آئین میں متعین کر دی گئی ہے اور مرزائی فرقہ کو غیر مسلم اقلیتوں کی فہرست میں شامل کیا جا چکا ہے۔ لیکن مرزائی فرقہ کے آرگن روزنامہ الفضل ربوہ نے اعلان کیا ہے کہ ہم شناختی کارڈ اور دوسرے کاغذات میں غیر مسلم لکھنا برداشت نہیں کریں گے۔ مرزائیوں کا یہ اعلان آئین کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اور اس کا نوٹس لینا آئین کے محافظوں کا فرض ہے۔ تاہم یہ امر واضح ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے جو آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔ اگر وہ اس حفاظتی بند کو خود توڑنے کی جسارت کریں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ انہوں نے یہ آئینی معاہدہ خود منسوخ کر دیا ہے۔ اس کے بعد ان کی حیثیت شرعاً حربی کافروں کی ہوگی اور مسلمان اسی بات پر شرعاً و اخلاقاً مجبور ہوں گے کہ مرزائیوں سے کم از کم سوشل بائیکاٹ کریں۔

دین اسلام اور رنگ و نسل و علاقائیت

خدا جانے ہمارے ارباب اقتدار کو کیا ہو گیا کہ عبرت انگیز حقائق و واقعات سے عبرت نہیں ہوتی؟ غفلت کی انتہا ہو گئی کہ آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اسلامی اتحاد اور اسلامی اخوت کی عالمگیر نعمت کی قدر دانی نہیں اور ملکی، لسانی اور مقامی تہذیب و ثقافت کے محدود ترین دائرہ میں سوچتے ہیں اور اس کے احیاء کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مراکش سے لے کر انڈونیشیاء تک وحدت اسلامی کی سلک مروارید کو چھوڑ کر سندھی، پنجابی اور بلوچی تہذیبوں کے احیاء کی کوشش فرماتے ہیں۔ جس کے ذریعے نہ صرف وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ بلکہ پاکستانی حبل متین کے اتحاد کو بھی پارہ پارہ کر کے مشرقی پاکستان کی دردناک وحسرت ناک اور شرمناک صورت حال کو دعوت دے رہے ہیں۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

اسلام نے پہلے قدم پر رنگ و نسل اور وطن کے تمام بتوں کو توڑ کر بے نظیر روحانی رشتہ میں سب روئے زمین کے مسلمانوں کو پرو دیا تھا۔ پاکستان بنانے کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی

کہ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی حکومت وجود میں آئے گی۔ اور اس کے ذریعہ تمام عالم اسلام کے اتحاد کا روح پرور منظر وجود میں آئے گا۔

اسلام ہی وہ عالم گیر مذہب ہے جس نے جاہلیت قدیمہ و جاہلیت جدیدہ کی لعنتوں کو ختم کیا تھا۔ اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں روحانی حبل اللہ المتین کا وہ رشتہ قائم کیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ وہ طاقت تھی کہ دشمنان اسلام اس سے لرزہ براندام تھے۔ اور اس رشتہ کی برکت سے ایک ہزار برس تک اسلام کا علم لہراتا رہا۔ دشمنان اسلام نے صدیوں محنتیں کر کے اور کروڑوں روپیہ خرچ کر کے اس کو تباہ کرنے کی ریشہ دوانیاں کیں۔ یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دم لیا۔ اور عرب دنیا کو تر کی بھوت سے ڈرا کر اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کیا۔ پھر عرب اتحاد کے خوف سے ان کے سینوں پر ملعون یہودی حکومت قائم کرادی۔ تا کہ دوبارہ قیامت تک متحد نہ ہوسکیں۔ اور آج جو کچھ نقشہ آپ کے سامنے ہے یہ صدیوں کی سوچی سمجھی ہوئی اسکیم تھی جس کا ظہور ہو گیا۔

اعدائے اسلام کی امید کے خلاف مسلمانوں کی ایک بہت بڑی قوت پاکستان کی صورت میں دنیا کے نقشے پر نمودار ہو گئی۔ تو سر ظفر اللہ مرزائی قادیانی کو اس کا وزیر خارجہ بنوا کر پاکستان اور عالم عرب کو پارہ پارہ کرنے کا بیج ڈال دیا گیا۔ سب سے پہلے افغان حکومت کو ناراض کر کے دشمن بنا دیا گیا۔ اور پھر ایسے مہرے آگے آتے رہے کہ رہی سہی توقعات سب کی سب ختم ہو گئیں۔ نہ اسلامی قانون و آئین جاری کرایا۔ نہ اسلامی اخوت کا پرچار کیا۔ نہ اسلامی اتحاد کی قدر کی۔

اعدائے اسلام کو بنگلہ دیش بنانے کا موقع مل گیا۔ روس امریکہ اور ہندوستان تینوں نے مل کر وحدت اسلامی پر پہلا وار کر کے پاکستان کو دو ٹکڑے کرایا۔ اب وہ اس پر صبر و قناعت نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ان کی خواہش ہے کہ سندھو دیش بھی قائم ہو۔ بلوچستان بھی الگ کیا جائے اور سرحد کو بھی کاٹ دیا جائے۔ پنجاب میں مرزائیوں کے بل بوتے پر دوبارہ نئی حکومت ایسی قائم کی جائے جس کے ذریعہ عرب دنیا کو ڈائنامیٹ لگایا جا سکے۔

سندھ صدیوں کے آئینہ میں

ان نازک ترین حالات میں سندھ صدیوں کے آئینہ میں سیمینار قائم کیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ امریکن فاونڈیشن کی اعانت سے قائم کیا گیا تھا۔ تو آغاز ہی سے اس کے انجام کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس مبارک سیمینار کا اختتام یوں ہوا کہ جمعہ مبارک کی شام کو آرٹس کونسل کراچی

میں سندھی موسیقی و رقص کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ جس میں وزیروں کی بیگمات نے بھی حصہ لیا اور کیا کیا نغمہ سرائی اور ہو جمالو کی دھن پر رقص کے فتیح وقبیح مناظر کے ذریعہ بین الاقوامی سیمینار کے نمائندگان عالم کے سامنے سامان تفریح پیش کیا گیا۔ انا للہ وانا علیہ راجعون ! یہ ہمارا پاکستان ہے اور یہ ہمارا اتحاد اسلامی کا منظر ہے۔ سنا ہے کہ ایک بیچارے ترکی نمائندہ نے سچ کہا ہے کہ پاکستان کو سنا کرتے تھے۔ مگر آج دیکھ لیا۔ اس نقار خانے میں جو آواز سنجیدہ اور متانت کی اٹھی۔ وہ جناب اے کے بروہی کی تھی۔ جس نے اسلامی تہذیب اور عربی زبان پر زور دیا۔ کاش طوطی خوش الحان کی یہ آواز نقار خانے میں سنی جائے۔

خدارا! اس رب سے پاکستان پر رحم کرو۔ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں سے بچو۔ ان دیشوں بدیشوں سے پناہ مانگو۔ جلد سے جلد اسلامی آئین و قانون کو نافذ کرو اور حق تعالیٰ کے غضب کو مزید دعوت مت دو۔ فیاللاسف نہ معلوم عقلوں پر کیا پردے پڑ گئے۔ دماغوں کو کیسا کلوروفارم سونگھایا گیا کہ ہوش نہیں آتا۔ اے اللہ! ہم پر رحم فرما اور اپنے غضب سے بچا۔ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۰ آمین!

(ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ، مئی ۱۹۷۵ء)

برطانیہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کا مقولہ اپنے اساتذہ سے سنا تھا کہ اسلام کے خلاف دنیا میں کہیں بھی کوئی سازش کی گئی ہو اس میں برطانیہ کا ہاتھ ضرور ہوگا۔ واقعہ یہ کہ برصغیر پر غاصبانہ تسلط کے دوران اسلام کو جتنا نقصان حکومت برطانیہ نے پہنچایا اتنا شدید نقصان شاید تمام طاغوتی طاقتوں کی مجموعی قوت سے بھی نہیں پہنچا۔ ماضی قریب میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن سب سے بڑا حریف اور سب سے بڑا مجرم انگریز رہا ہے۔ اسلامی تہذیب و معاشرت، اسلامی قلب و قالب اور اسلام کی روح و معنویت کو اس سفید دشمن نے جیسا مسخ کیا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہی دشمن ہے جس نے خلافت عثمانیہ کے عظیم و وسیع اسلامی قلعہ کو مسمار کر کے عالم اسلام کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر ڈالا۔ جس نے اسلامی ممالک کے درمیان شقاق و نفاق کے کانٹے بوئے۔ جس نے اسلام کے مقامات مقدسہ کی حرمت کو پامال کیا۔ جس نے اسلامی شعائر کو مغربیت کی کند چھری سے ذبح کیا۔ جس نے مسلمانوں کی اسلامی و ملی غیرت کو کچل ڈالا۔ جس نے انسانیت کو بہیمیت و درندگی اور مکاری و عیاری کا درس دیا۔ جس نے خواتین اسلام کے سر سے ردائے عفت چھین لی۔ جس نے صنف نازک کو بازار فسق کا بکاؤ مال بنا ڈالا۔

ہاں! یہی طاغوت ہے جس نے لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا۔ جس نے ہزاروں اولیاء اللہ کو تختہ دار پر کھینچا۔ جس نے معصوم بچوں کے خاک وخون میں تڑپنے کا تماشہ دیکھا۔ جس نے پردہ نشینان اسلام کو درندگی و بہیمیت کا نشانہ بنایا۔ جس کی سازش نے عالم اسلام کے جگر میں اسرائیل کا صہیونی خنجر گھونپا۔ جس نے لاکھوں فلسطینیوں کو خانہ بدوشی کی سزا دی۔ خدا کی زمین میں کون سی جگہ ہے جہاں انگریز کے جور وستم اور سازشوں کے نقش ثبت نہیں؟۔ عالم اسلام کے چپے چپے پر اس کے دندان حرص وآز کے زخم موجود ہیں۔

جانشین ہوں گے تو اس سے دوہرا مقصد حاصل ہوگا۔ ایک طرف انگریزی و برطانوی حکومت کے حق میں ظل اللہ الارض کا قادیانی تصور قائم رہے گا اور دوسری طرف قادیانی نبوت انگریزی داشتہ کی حیثیت سے کام کرے گی۔ برطانیہ کو جہاد کے خطرہ سے نجات ملے گی اور اسلام کی جگہ قادیانیت کو پنپنے کا موقعہ ملے گا۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

اس مقصد کے لئے افریقی ممالک میں جس طرح عیسائیوں کے لئے سکول، ہسپتال اور گرجے قائم کئے گئے۔ ٹھیک اسی طرح قادیانیوں کے ہسپتال اسکول اور نئے گرجے بنائے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں مسلمانوں کو عیسائیت اور مرزائیت کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پیس ڈالا گیا۔ اور حیرت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے ان ممالک کے سادہ لوح عوام کو یہ تأثر دیا کہ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہے۔ ربوہ دارالخلافہ ہے۔ اور پاکستان کا امیر المومنین خلیفہ ربوہ ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس نئے حربے سے بھولے مسلمانوں کو کتنی آسانی سے شکار کیا گیا ہوگا؟۔ اس لئے شدید ضرورت ہے کہ ان شیاطینی تدابیر کا توڑ کیا جائے اور ختم نبوت کے جھنڈے تلے حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے دین کی صحیح نشر واشاعت کی جائے۔ یہ مسئلہ تمام اسلامی ممالک کی توجہ کا اولین مستحق ہے۔ خصوصاً پاکستان کی حکومت پر اس کی سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس کے لئے بہترین صلاحیتوں کے مخلص پر عزم اور باہمت نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو پرچم اسلام کو سر بلند کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کرسکیں۔

قادیانیوں کی پاکستان کے خلاف سازشیں

یہ دیکھ کر بے حد صدمہ ہوا کہ قادیانی گروہ جو انگریز کی اطاعت وفرماں برداری اور خوشامد وتملق کا خوگر ہے۔ اس نے ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد پاکستان کے خلاف زہر اگلنا شروع

کر دیا ہے۔ بیرونی ممالک میں قادیانیوں پر حکومت پاکستان کے مظالم کی فرضی داستانیں تراش تراش کر پوری دنیا میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ قادیانی افسانہ سازوں کی ان حرکات کا نوٹس لینا اور ان کے مکروہ پروپیگنڈا کا جواب دینا حکومت کا فرض تھا۔ اور پاکستانی سفارت خانوں کو اس کا توڑ کرنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس طرف توجہ نہیں کی گئی اور اس فیصلہ کے مضمرات کی کما حقہ تشہیر و اشاعت سے غفلت روا رکھی گئی۔ اس لئے مجبوراً یہ خدمت بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کو انجام دینا پڑی۔ الحمدللہ! اسلامی ممالک کے علاوہ افریقی ممالک میں بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کی جارہی ہیں اور مجلس کے مبلغین اپنے محدود وسائل کی حد تک قادیانیوں کے گمراہ کن اثرات کو زائل کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ بہر حال پاکستان کی حکومت اور پبلک کے لئے قادیانی مسئلہ کا یہ پہلو بھی خاص طور سے توجہ طلب ہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے تقاضے

ستمبر ۱۹۷۴ء کے آئینی فیصلے کے تقاضے ابھی تشنہ ہیں اور مسلمان ان کی تکمیل و تعمیل کے لئے مضطرب اسی سلسلہ میں روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ر جنوری ۱۹۷۶ء کا اداریہ مسلمانوں کے جذبات کا صحیح ترجمان ہے۔ ہم اسے ذیل میں نقل کر کے ملک کے ارباب حل وعقد کو اس اہم ترین فریضہ پر توجہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

قادیانی...آئینی ترمیم پر عملدرآمد

''مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ایک تقریب میں جو کراچی میں اس تنظیم کے سربراہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے اعزاز میں منعقد ہوئی۔ یہ بتایا گیا کہ مجلس کا ایک وفد جلد ہی وزیراعظم مسٹر بھٹو سے ملاقات کرے گا اور اس بات پر زور دے گا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئین میں اتفاق رائے سے جو ترمیم کی گئی تھی۔ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری اقدامات میں مزید تاخیر نہ کی جائے۔

آئین میں یہ ترمیم برصغیر کے مسلمانوں کی جس طویل اور ایمان افروز جدوجہد کے بعد کی گئی تھی۔ وہ محتاج وضاحت نہیں اور اس کی منظوری کے موقعہ پر وزیراعظم مسٹر بھٹو کا یہ اظہار فخر بالکل بجا تھا کہ ان کی حکومت کو ایک بہت پرانا اور نازک مسئلہ حل کرنے کی منفرد سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے قومی اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران میں ان دوسرے متعلقہ اہم معاملات کی طرف بھی جلد ہی مناسب توجہ کرنے کا واضح یقین دلایا تھا۔ جو مسلمانوں کے اس

بنیادی مطالبہ کے لازمی مضمرات کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں فوری نوعیت کا معاملہ یہ تھا کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں ملک بھر میں جن علمائے کرام، سیاسی کارکنوں اور دوسرے اصحاب کے خلاف مقدمات درج کئے گئے تھے وہ واپس لئے جائیں۔ یہ فوری معاملہ بھی تدریجاً اور قسطوں میں ہی حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ابھی تک پوری طرح حل نہیں ہوا۔ کیونکہ گاہے گاہے مختلف مقامات سے ان مقدمات کا سلسلہ ختم کرنے کے مطالبات منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔ لیکن بیشتر دوسرے اور نسبتاً اہم تر مضمرات ابھی تک تشنہ تکمیل چلے آرہے ہیں۔ ہماری مراد قادیانیوں کی کلیدی مناصب سے علیحدہ کرنے، ملازمتوں کے سلسلہ میں ان کی آبادی کے تناسب کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ اس صورت حال کو بھی مستقلاً ختم کرنے سے ہے۔ جو قادیانیوں کی طرف سے اپنے آپ کو مسلمان بلکہ بطور مسلمان مسلمانوں سے بھی بہتر مسلمان ظاہر کرنے پر اصرار سے پیدا ہو جاتی ہے۔

پچھلے سال کے شروع میں آئینی ترمیم کی روشنی میں ضابطہ تعزیرات میں مناسب تبدیلی کے لئے ایک مسودہ قانون قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا۔ لیکن ابھی تک اسے منظور نہیں کرایا گیا۔ اور یہی بات اضطراب وتعجب کا باعث بنی ہوئی ہے۔ یہ درست ہے کہ اس دوران میں شناختی کارڈوں، پیشہ ورانہ تعلیم کے بعض اعلیٰ اداروں میں داخلہ، حج اور عمرہ کے لئے درخواستوں وغیرہ کے سلسلہ میں عقیدہ ختم نبوت پر کامل ایمان کے اظہار کے لئے حلف نامے ضرور قرار دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن ضابطہ تعزیرات میں تبدیلی کا مسودہ قانون منظور کرنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے جہاں قادیانی حسب سابق اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں انہوں نے طنز وتضحیک کے انداز میں اصل مسلمانوں کو محض آئینی قانونی مسلمان قرار دینے کا بھی اشتعال آفریں سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اور ان کے بعض اخباروں اور ترجمان جرائد نے تو اس حرکت کو معمول بنالیا ہے۔

ضابطہ تعزیرات میں آئینی ترمیم کے مطابق تبدیلی کرنے میں تاخیر سے یہ عجیب صورت بھی پیدا ہوگئی ہے کہ جو لوگ آئینی طور پر غیر مسلم قرار پا چکے ہیں وہ نہ صرف اسلام کے مبلغ ہونے کے دعویدار بنتے ہیں بلکہ ان اسلامی اصطلاحات کو بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ جو عقیدہ وایمان اور تاریخ وروایت کے اعتبار سے صرف اسلام کا حصہ اور مسلمانوں کا ورثہ اور سرمایہ ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے یہ گمراہ کن اور اشتعال آفرین سلسلہ اب اسی طرح ختم ہوسکتا ہے کہ

ضابطہ تعزیرات میں بھی تبدیلی کرنے میں مزید تاخیر نہ کی جائے ۔تاکہ آئین میں تاریخی ترمیم کے اصل مقاصد پورے کرنے کی راہ کما حقہ ہموار ہوسکے۔

ہمیں امید ہے کہ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت نے وزیراعظم سے اپنے ایک وفد کی ملاقات کا جو پروگرام بنایا ہے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی مثبت کوشش ثابت ہوگا۔ اور اسلامیان پاکستان کو ۱۹۷۴ء میں اپنے بنیادی عقیدہ اور عشق رسول ﷺ کے تحفظ واظہار کے لئے باقاعدہ آئینی اہتمام کرنے کی جو سعادت حاصل ہوئی تھی ۔وہ ہر لحاظ سے پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گی ۔قادیانی حلقے آئینی ترمیم کی طرح ضابطہ تعزیرات میں تبدیلی پر بھی یقیناً بڑے برہم ہوں گے ۔لیکن جب وہ دائرہ اسلام سے باہر قرار دیئے جاچکے ہیں ۔تو پھر انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ اپنے غیر اسلامی عقائد کے باوجود مختلف مفادات کے حصول وتحفظ کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے پر اصرار کرتے رہیں ۔''

(محرم ۱۳۹۶ھ ،فروری ۱۹۷۶ء ،بشکریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳؍جنوری ۱۹۷۶ء)

قادیانیت اور عالم اسلام......ایک سفرنامہ کا اقتباس [1]

حج سے پہلے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز صاحب سے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری مدظلہ کی ملاقات ہوئی ۔مولانا نے ان کو اپنے سفر کے تأثرات سنائے جس پر انہوں نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔اور دعائیں دیں ۔حضرت مولانا نے ان کو بھی یہ تجویز پیش کی کہ رابطہ کی طرف سے کتاب ''موقف الامتہ الاسلامیہ من القادیانیہ'' کی طباعت کا انتظام ہو اور اسے بلاد اسلامیہ میں تقسیم کیا جائے ۔جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔اور کتاب کو متعلقہ کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

موسم حج میں ہر سال رابطہ کی طرف سے بین الاسلامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوتی ہے۔ اس مجلس کے اجلاس جاری تھے ۔شیخ محمد صالح قزاز صاحب نے حضرت مولانا کو اس میں شرکت کی دعوت پیش کی اور اصرار کیا کہ کم ازکم اس کے اختتامی اجلاس میں آپ ضرور شرکت فرمائیں جسے آپ نے قبول فرمالیا۔اس بین الاسلامی مجلس مذاکرہ میں جن موضوعات پر مقالے پیش کئے گئے وہ یہ ہیں:

۱...... قادیانیت

---

[1] یہ سفرنامہ محترم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب زید مجدھم نے تحریر فرمایا۔

۲...... غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت

۳...... اسلام میں عورت کا مقام

مجلس کا آخری اجلاس ۵رذوالحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۷ردسمبر ۱۹۷۵ء کوعشاء کے بعد رابطہ کے ہال میں شروع ہوا۔حضرت مولانا نے بھی اس میں شرکت فرمائی ۔رابطہ کے حضرات نے آپ کا استقبال کیا اور شیخ محمد صالح قزاز اپنی جگہ چھوڑ کر آئے اور مولانا کو خاص مہمانوں کی جگہ بٹھایا۔ اس اجلاس میں مسلم اور غیر مسلم ممالک کے سینکڑوں علماء نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں مندرجہ بالا موضوعات سے متعلق مجلس مذاکرہ کی خصوصی کمیٹی نے اپنی سفارشات پڑھ کر سنائیں۔قادیانیت کے متعلق جو سفارشات پیش کی گئیں وہ یہ ہیں۔

''بین الاسلامی مجلس مذاکرہ کی طرف سے قادیانیت سے متعلق مقررہ کمیٹی نے بڑے غور وخوض سے قادیانی جماعت کے اغراض ومقاصد کا مطالعہ کیا۔اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ جماعت بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی جڑیں کاٹ کر مسلمانوں میں اپنے خبیث نظریات پھیلاتی ہے۔اور اسلام اور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف مندرجہ ذیل امور کی مرتکب ہے۔

الف...... اس جماعت کے لیڈر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ب...... اپنے گھٹیا اغراض کے لئے قرآن کریم کی آیات کی تحریف کی۔

ج...... اپنے آقا استعمار اور صہیونیوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا۔نیز کمیٹی نے ان عقائدی،سیاسی اور اجتماعی خطرات کا بھی مطالعہ کیا۔جن کا اس جماعت کی وجہ سے عالم اسلام کو خطرہ لاحق ہے۔اور بعض فضلاء کی زبانی یہ سن کر افسوس ہوا کہ یہ جماعت افریقہ ایشیاء یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک میں اپنا کام کر رہی ہے۔اس لئے یہ کمیٹی مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرتی ہے۔

۱...... بین الاسلامی مجلس مذاکرہ ان اسلامی حکومت کو مبارک باد پیش کرتی ہے۔ جنہوں نے قادیانیت کے بارے میں اپنا واضح موقف اختیار کرتے ہوئے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔اور یہ مجلس تمام اسلامی حکومتوں اور دینی تنظیمات سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بھی یہ اعلان کریں کہ قادیانیت غیر مسلم جماعت ہے۔اور اسلام کی دائمی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۲...... حسن اتفاق سے اس وقت نائیجریا کے سربراہ مملکت دیار مقدسہ میں موجود ہیں۔اور جیسا کہ معلوم ہے کہ نائیجریا میں قادیانی سرگرمیاں بہت تیز ہو رہی ہیں۔اور اب

یہ جماعت وہاں کی یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا چاہتی ہے۔اس لئے کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ علماء افاضل کا ایک وفد تشکیل دیا جائے جو نائیجریا کے صدر محترم سے ملاقات کرے اوران کے سامنے اس غیر مسلم اور باغی جماعت کے بارے میں امت اسلامیہ کے موقف کی وضاحت کرے اوران سے اپیل کرے کہ وہ ان کے اس خطرناک منصوبے کو پورا ہونے سے روکیں۔

۳...... مسلمانوں کومختلف وسائل کے ذریعہ قادیانی لٹریچر پڑھنے سے روکا جائے اوراس لٹریچر کومسلمانوں میں پھیلانے کا سدباب کیا جائے۔خصوصاً قرآن کریم کے تحریف شدہ ترجمے۔

۴...... کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ اس غیر مسلم گمراہ کن جماعت کی سرگرمیوں پرکڑی نگاہ رکھی جائے اور رابطہ عالم اسلامی اس سلسلہ میں ایک خاص شعبہ قائم کرے جس کا کام اس جماعت کی سرگرمیوں اوراس کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھنا اوراس کی مقاومت کے لئے مناسب قدم اٹھانا ہو۔

۵...... جن بلاد میں یہ فتنہ پھیل چکا ہے وہاں کثرت سے ایسے مخلص مبلغین کو بھیجا جائے جوقادیانی مذہب اس کے مقاصد اوراس کے طریقہ کار سے خوب واقف ہوں۔

۶...... جن ممالک میں قادیانی سرگرمیاں موجود ہیں وہاں مدارس ، ہسپتال اور یتیم خانے قائم کئے جائیں تا کہ مسلمان بچے ان کے مدارس اور ہسپتالوں میں جانے پر مجبور نہ ہوں۔

۷...... یہ کمیٹی رابطہ عالم اسلامی سے یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ اسلامی ممالک میں ایسی کتابیں بکثرت شائع کرے جواس فرقہ کے خطرات سے آگاہ کرتی ہوں تا کہ مسلمان ان کے فاسد عقائد اور ناپاک اغراض پر مطلع ہوسکیں۔

۸...... اسلامی حکومتوں سے یہ بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاں شائع ہونے والی کتابوں کی نگرانی کے لئے ایسے حضرات کا تقرر کرے جو صحیح اسلامی فکر کے مالک ہوں۔

۹...... جولوگ محض جہالت یا دھوکے میں قادیانیت کے جال میں پھنس چکے ہیں ان کو نہایت نرمی اور حکمت عملی سے اسلام کی دعوت دی جائے۔اوراس سلسلہ میں مناسب تدابیر اوروسائل کو کام میں لایا جائے۔وباللہ التوفیق!

حرمین شریفین میں مقامی علمی اور دینی شخصیات کے علاوہ دوسرے ممالک سے آئی ہوئی شخصیات سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔اور ان سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا اور ان کو مذکورہ کتاب پیش کی گئی۔ان ممالک میں جاپان، انڈونیشیاء، ملایا، فلپائن، ہندوستان، شام، عراق، اردن، لیبیا، نائیجریا، سیرالیون، اپرولٹا، ایروی کوسٹ، سینیگال، جنوبی افریقہ اور ترکی قابل ذکر ہیں۔ وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین والہ واصحابہ وسلم!

(ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ، مئی ۱۹۷۶ء)

قوم کا اتحاد و اتفاق مستقبل کے لئے نیک فال

نہ معلوم اس بدنصیب مملکت کا کیا انجام ہوگا؟۔روز اوّل سے تاریخ کچھ ایسی عبرت ناک ہے کہ بجز حیرت وافسوس کے کچھ حاصل نہیں۔ پاکستان کی سی سالہ مختصر زندگی میں بڑے بڑے بحران آئے اور گذر گئے۔لیکن دور حاضر میں جس شکل وصورت میں بحران آیا ہے۔اور قوم و ملت کا جو شدید امتحان شروع ہوا ہے۔ادوار سابقہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ان دردناک حوادث میں جو گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں بلاشبہ مایوس کن ہیں۔لیکن امید وکامیابی کی جو کرنیں ان گھٹاؤں کی تہوں سے نکلتی ہیں۔وہ قدرے حوصلہ افزاء ہیں۔ملک وملت کا حیرت انگیز اتحاد شدید اختلافات کے ہوتے ہوئے جس مرحلے میں داخل ہے۔نہایت ہی امید افزا ہے۔اور من حیث القوم اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ جس قوت سے پیش آ رہا ہے۔نہایت ہی روشن اور تابناک مستقبل کی خبر دیتا ہے۔چند مٹھی بھر افراد جو شراب وزنا اور بے حیائی وعریانی کے جنون میں مبتلا ہیں۔ان کے سوا تمام قوم کا اتحاد بے نظیر حسین وجمیل منظر پیش کرتا ہے۔اور دین کے لئے سربکف میدان میں نکل کر جس غیرت ایمانی وحمیت دینی اور حرارت اسلامی کا ثبوت دیا جارہا ہے اس سے پہلے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

گذشتہ دنوں تحریک ختم نبوت میں پاکستانی قوم جس طرح یک دل و یک جان ہو کر متحد ہوگئی تھی۔اب دوبارہ پورے دینی نظام کو لانے کے لئے اتحاد واتفاق ہوگیا ہے۔جو نہایت امید افزاء ہے۔اور قوم کے اتحاد نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ملک کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے لئے قوم متحد ہو جائے۔اور وہ حل نہ ہو سکے۔قومی اتحاد لوہے کی ایک ایسی دیوار ہے کہ نہ پولیس کی لاٹھیاں اسے مسمار کرسکتی ہیں۔نہ فوج کی گولیاں اس میں رخنہ پیدا کرسکتی ہیں۔نہ بیرونی اعداء اسلام اور دشمنان دین کی ریشہ دوانیاں اسے گراسکتی ہیں۔اور نہ اس میں سوراخ کیا جاسکتا ہے۔

اگر ہٹلر و گوبلز اور ہملر و میسولینی کا انجام پیش نظر ہو تو ہر ڈکٹیٹر مزاج حکمران کے لئے مقام عبرت ہے۔ ظلم و تشدد کے ہتھیار کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے کسی ظالم و جابر حکمران کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ جو چاہے کرتا رہے۔ گذشتہ ادوار میں یورپ و ایشیاء میں جو ظالم و سنگدل حکمران آئے ان کا عبرت ناک انجام دنیا نے دیکھ لیا۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وهوالذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا وینشر رحمته ۰ وهوا لو لی الحمید ۰ الشوری ۲۸'' ﴿اور وہ ایسا ہے کہ لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ اور وہ کارساز لائق حمد ہے۔﴾

کچھ بعید نہیں کہ جس انداز سے ملک و ملت کا خون بہایا جا رہا ہے اور جس انداز سے نوجوانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہیں۔ جیل خانے اسیروں سے بھر گئے ہیں۔ اور ہسپتال زخمیوں سے پٹے پڑے ہیں۔ اس کا صلہ حق تعالیٰ سے عام معافی ہو اور اس قوم پر رحم فرما کر سالہ غلطیوں اور غفلتوں کو معاف فرمائے۔ صالح حکومت اور اسلامی قانون اور شریعت الٰہیہ کے نفاذ کے پرچم لہرائیں اور غضب کو خود ہی حق تعالیٰ ابر رحمت سے بجھائے۔ وما ذلك على الله بعزيز!

بہر حال پوری قوم کو بارگاہ رحمت ہی کی طرف توجہ کی شدید ضرورت ہے اور یہ کہ ان ظاہری اسباب پر فتح و کامیابی کو موقوف نہ سمجھیں۔ خوشی کی بات ہے کہ مختلف جماعتوں کا اسلام کے اساسی مقاصد پر پورا اتحاد و اتفاق ہے۔ قرآن کریم و سنت نبی کریم ﷺ و عقیدہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر تھوڑا بہت اختلاف ہے تو چند فقہی مسائل میں قوم اپنے اپنے مسلک کے مطابق اس کو اختیار کرنے کی مجاز ہے۔ گذشتہ چند دنوں میں راقم الحروف نے پریس کو دو بیانات جاری کئے تھے۔ پہلا بیان شخصی و انفرادی تھا۔ جو ۹؍اپریل کو اخبارات میں شائع ہوا اور دوسرا مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے جو ۱۵؍اپریل ۱۹۷۷ء کے اخبارات میں چھپا۔ دونوں بیان علی الترتیب حسب ذیل ہیں:

حکومت تشدد کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی

کراچی ۹؍اپریل (پ ر) ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے آج یہاں اپنے ایک بیان میں کہا کہ اس وقت پاکستان جس بحران سے گذر رہا ہے وہ بہت دردناک اور تاریخ پاکستان کا تاریک ترین باب ہے۔ حکومت عوام کی مرضی کے خلاف اقتدار پر قابض رہنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف عوام اس حکومت کو کسی طرح برداشت کرنے کے لئے تیار

نہیں اور اسے متفقہ طور پر بار بار رد کر چکے ہیں۔

ارباب حکومت تشدد سے عوام کے جذبات کو دبانا چاہتے ہیں جو یقیناً بہت مذموم ہے۔ نیز مسجدوں میں لاٹھی چارج کرنا، اشک آور گیس استعمال کرنا، نمازیوں اور علماء کو زدوکوب کرنا اور بے گناہ مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنانا سراسر عقل وانصاف کے خلاف ہے۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ حکومت تشدد کر کے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ برطانیہ جیسی حکومت بھی تشدد کر کے اقتدار سے محروم ہو گئی۔ حکومت کو ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ ان حالات میں قوم کے مطالبات کو تسلیم کر لے۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے آخر میں قوم سے اپیل کی ہے کہ وہ تحریک کو پرامن رکھیں اور مظلوم بنے رہیں۔ اس لئے کہ مظلوم ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت و کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اسلام کی تاریخ عہد نبوت سے لے کر آج تک یہی بتلائی ہے۔

(جنگ کراچی ۱۹ر ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ، ۹راپریل ۱۹۷۷ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کا بیان

ملک عزیز جس ہولناک بحران کی لپیٹ میں ہے اس پر دل کانپ رہا ہے۔ خانہ خدا کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔ علماء، وکلاء اور ملک کے دیگر معززین کی سربازار تذلیل کی جا رہی ہے۔ نہتے شہریوں کو خاک وخون میں تڑپایا جا رہا ہے۔ اور ان کا پرندوں کی طرح شکار کیا جا رہا ہے۔ معصوم بچوں اور خواتین پر شہ زوری کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ جو کسی قوم کی پیشانی پر سب سے بدنما داغ ہے۔ معیشت تباہ ہو چکی ہے۔ اقتصادیات پٹ چکی ہیں۔ کارخانے اور بازار بند اور کاروبار ٹھپ ہے۔ عالمی برادری میں ملک کا وقار خاک میں مل چکا ہے۔ دشمن ہنس رہے ہیں اور دوست رو رہے ہیں۔ یہ ظلم وستم یہ جور وتعدی یہ انتشار وخلفشار یہ بے آبروئی وخونریزی ملک کے مستقبل کے لئے نہایت خطرناک ہے۔

میں نہایت دل سوزی سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں۔ کہ خدا کے لئے اس ملک کی حالت پر رحم کریں۔ اقتدار سے الگ ہو کر قوم کو آزادانہ انتخابات اور بے لاگ فیصلہ کا موقعہ دیں۔ اگر قوم بخوشی انہیں دوبارہ منتخب کر لیتی ہے تو اطمینان سے حکمرانی کریں اور اگر قوم انہیں مسترد کر دیتی ہے تو زبردستی لوگوں کی گردنوں پر مسلط رہنے کی کوشش نہ کریں۔ ملک کے طول وعرض میں جو خونی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے ملک اب اس کا مزید متحمل نہیں۔

(جنگ کراچی ۲۵ر ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ، ۱۵راپریل ۱۹۷۷ء)

یہاں تک لکھا گیا تھا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی پریس کانفرنس نشر ہوئی جو بہت غور سے سنی گئی۔ اور اس کے پس منظر و پیش منظر پر غور کیا تو حیرت و افسوس کی انتہا باقی نہ رہی۔ اسی وقت رات کو ایک اخباری بیان جاری کیا گیا۔ جو ۱۸/اپریل کے صبح کے اخبارات میں شائع ہوا۔ اس کا متن حسب ذیل ہے۔

''کراچی ۱۷/اپریل (پ رر) مولانا سید محمد یوسف بنوری امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے کہ قوم کو توقع تھی کہ جناب بھٹو اپنی پریس کانفرنس میں پاکستان کے موجودہ بحران کا جس نے پاکستان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ حل کرنے کے لئے قوم کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اس کے مطالبات کو منظور کرنے کا اعلان کریں گے۔ مگر افسوس کہ جناب بھٹو نے صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے پریس کانفرنس میں جن اقدامات کا اعلان کیا ہے۔ انہیں قوم سے مذاق ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس حالت میں قوم کو خاک وخون میں تڑپایا جا رہا ہو اور عوام کے مجمعوں پر آتش باری کی جارہی ہو۔ ان اقدامات کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ بہرحال جناب بھٹو صاحب کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ قوم اب ان کے سبز باغوں سے فریب نہیں کھائے گی۔ انہوں نے قوم سے اتنی وعدہ خلافیاں کی ہیں کہ اب قوم کے کسی سنجیدہ فرد کو ان کے کسی وعدہ پر اعتبار نہیں رہا۔ مثلاً قادیانیوں کے بارے میں قانون سازی کا قومی اسمبلی میں وعدہ کیا تھا۔ مگر تین سال گزرنے پر بھی وعدہ پورا نہ کیا گیا۔ اس کے لئے بارہا یاددہانی کرائی گئی۔ تار دئے گئے۔ تقاضوں پر تقاضے کئے گئے۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ان کے لئے دانشمندانہ راستہ اب یہی ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں آزادانہ انتخاب کا راستہ صاف کریں اور موجودہ اسمبلیوں کو جو دھاندلیوں کی پیداوار ہیں۔ اور جن کی کوئی قانونی حیثیت نہیں توڑ کر قوم کے مطالبات تسلیم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور ملک پر رحم فرمائے۔ آمین!

حکام کے وعدے اور اسلام سے ان کا تعلق

بڑا صدمہ ہے کہ یہاں روز اوّل سے جو حکمران آتے رہے کتاب وسنت کا نام لینے کے باوجود کتاب وسنت کی جڑیں کاٹتے چلے گئے۔ اسلامی قانون بنانے کے بہانے سے تعلیمی بورڈ قائم کیا گیا۔ لاکھوں روپیہ اس پر خرچ کیا گیا۔ پھر مشاورتی کونسل قائم کی گئی جو آج تک موجود ہے۔ اس وقت شاید کروڑوں روپیہ خزانہ عامرہ کا خرچ ہو چکا ہوگا۔ لیکن ہنوز روز اوّل ست،

صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ ہمارے حکمرانوں کی سیاسی شعبدہ بازی ہے چونکہ عام مسلمانوں کا مزاج دینی ہے۔ اور انہیں معلوم ہے کہ یہاں کے مسلمان اسلام کے سوا کسی نظام کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ عائلی قوانین کتاب وسنت کے خلاف نافذ کر دیے گئے۔ تمام ملک میں احتجاج ہوا مگر کیا مجال کہ حکومت اپنے موقف سے سرمو بھی ہٹی ہو۔ آخری دور بھٹو صاحب کا آیا ہے۔ اپوزیشن میں چند مؤقر خداترس ہستیوں کی مساعی جمیلہ سے خدا خدا کر کے آئین میں پہلی مرتبہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور اس کا آئین کتاب وسنت پر مبنی ہوگا۔ لیکن عملی طور پر زبانی جمع خرچ اور لفظوں کے ہیر پھیر سے زیادہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس بدنصیب مملکت کے حکمرانوں کا مزاج سوء اتفاق سے ایک ہی قسم کا نکلا تھا۔ تشابهت قلوبهم ۔ قاتلهم الله انّٰى يوفكون ۔ توبه: ۳۰

بھٹو صاحب کے دور حکومت میں بار بار یہی دہرایا گیا۔ پھر منشور کی بنیادی دفعات میں یہ دہرایا گیا کہ مذہب اسلام ہوگا۔ معیشت سوشلزم ہوگی۔ مگر اسلام کے ساتھ سوشلزم کا جوڑ کیسے؟۔ کیا کفر و اسلام دونوں ایک ہو سکتے ہیں؟۔ کیا سفید و سیاہ ایک ہی چیز ہے؟۔ غرض حقائق کو مسخ کر کے الفاظ کے گورکھ دھندوں میں بے چارے عوام کو پھنسانے کی کوشش کی گئی اور ہو رہی ہے۔ بھٹو دور حکومت میں تمام مسلمانوں نے اپنے اتحاد و اتفاق کی قوت سے ملت مرتدہ قادیانیہ مرزائیہ کو اقلیت بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ ضرورت تھی کہ فوراً قانون بنتا، مرزائیوں کی مردم شماری ہوتی۔ اس تناسب سے ان کے لئے اسمبلی کی سیٹیں متعین کی جاتیں ان کے شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں پر قادیانی مرزائی کا لفظ لکھنا ضروری کر دیا جاتا تاکہ چور راستوں سے جو اسلامی اور عربی حکومتوں میں گھس کر وہ اسلام کی بیخ کنی کرتے چلے آئے ہیں اس کا راستہ بند کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ایک قدم بھی نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ اٹھتے ہوئے قدموں کو کاٹ دیا گیا۔ مسٹر بھٹو کی حکومت اس سلسلہ میں خود تو کیا اقدام کرتی۔ حزب اختلاف کی طرف سے جو بل اسمبلی میں پیش ہوا اسے بھی مسترد کر دیا۔ اور حالیہ انتخابات سے پہلے مسٹر بھٹو نے مرزا ناصر احمد قادیانی مرتدین کے سربراہ سے تین گھنٹے تک طویل ملاقات کی۔ نہ جانے کیا خفیہ پخت و پز ہوئی ہوگی۔ کسی کا شاخسانہ ہے کہ موجودہ نام نہاد اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے قادیانیوں کو شریک نہیں کیا گیا۔ گویا آئین میں جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ عملی طور پر اسے معطل کر دیا گیا۔ ماضی قریب میں شراب پر فخر و مباہات کا اظہار کیا اور عملی طور پر برسر بازار شراب نوشی کی محفلیں

گرم کی گئیں۔ قانون اسلام کا مضحکہ اڑایا گیا۔ زکوٰۃ وعشر کے اسلامی نظام کو فرسودہ اور باعث لعنت قرار دیا گیا۔ بلکہ تمام اسا ہکام کو پارینہ، دیرینہ اور فرسودہ نظام سے یاد کیا گیا۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے کیا بھٹو صاحب کے وعدے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟۔ اپنی کرسی اقتدار کو سہارا دینے کے لئے شراب نوشی کی پابندی کے اعلان سے عوام کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ جبکہ چور راستوں سے غیر ملکی لوگوں اور غیر مسلموں کے لئے کھلی اجازت دے دی گئی۔ عبرت کی بات ہے کہ ہندوستانی حکومت نے مدت سے شراب کو اس سختی سے ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ جس کی نظیر اسلامی حکومت میں نہیں ملے گی۔ حالانکہ وہ کافر سیکولر حکومت ہے۔ چند ناموں کا اعلان کر کے اسلامی قانون سازی کے لئے سفارشات پیش کرنے کا اعلان کیا گیا۔ تاکہ ہوا کے رخ کو موڑا جا سکے۔ سابقہ تجربوں کو سامنے رکھ کر کیا کوئی سادہ لوح بھی ان اعلانوں اور ان وعدوں پر اعتماد کر سکتا ہے؟۔ بہر حال یہ آخری سیاسی حربہ تھا اور ترکش کا آخری تیر تھا۔

اس وقت ہم نے صرف ایک دینی پہلو کے پیش نظر چند اشارات کئے ہیں سیاسی اعتبار سے مملکت کی تباہی، اقتصادی بدحالی، بدامنی، بے رحمی، ظلم وعدوان کی فراوانی، بیرونی قرضہ جات سے معیشت کی تباہی کی داستانیں اتنی طویل اور اتنی دردناک ہیں کہ نہ قلب میں طاقت نہ قلم میں یارائی کی قوت ہے۔ (جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ، مئی ۱۹۷۷ء)

حضرت بنوریؒ کا سعودی عربیہ کے مشہور روزنامے الندوۃ کو انٹرویو

☆ ...... باہمی اتحاد و اعتماد ہی اسلام کی روح ہے۔
☆ ...... رابطہ اسلامی اور دعوت الی اللہ کے میدان میں اس کا کردار۔
☆ ...... قادیانیت مسلمانوں کے خلاف ایک محاذ جنگ ہے۔
☆ ...... اسلامی اتحاد سے زیادہ اعلیٰ وارفع دنیا کا کوئی اتحاد نہیں ہو سکتا۔
☆ ...... باہمی اتحاد و اعتماد ہی اسلام کا جوہر اصلی ہے۔
☆ ...... اس اسلامی اتحاد کی طرف دعوت کے بارے میں کتاب وسنت کی بے شمار نصوص (تصریحات) موجود ہیں۔

مکہ مکرمہ: روزنامہ الندوۃ کے نمائندہ صالح جمال افندی انٹرویو سے پہلے مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت مولانا موصوف کا تعارف کراتے ہیں۔

اس سال بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نے فریضہ حج ادا کیا۔ موصوف پاکستان کے اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ اپنے قلم وعلم دونوں کے ذریعہ حریم اسلام سے دفاع اور دین متین اور عربی زبان کی خدمت میں مصروف ہیں۔

جس مدرسہ کے آپ مہتمم ہیں وہ پاکستان کی ان قدیم ترین درس گاہوں میں سرفہرست شمار ہوتا ہے۔ جنھوں نے اسلام کی نشر واشاعت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج وتوسیع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اور فقہ قضاء اور علم کتاب وسنت کے محاذوں پر کام کرنے والے مجاہد پیدا کئے ہیں۔

ان تعارفی کلمات کے بعد نامہ نگار موصوف لکھتے ہیں:

میں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے ملاقات کے بعد پہلا سوال پاکستان میں قادیانی تحریک کے بارے میں کیا۔

قادیانیت سامراج کا آلہ کار

سوال...... پاکستان میں قادیانیت اپنی سیاسی اغراض کے ہدف اصلی مسلمانوں کے ہر اتحاد ارتباط اور اجتماعی جدوجہد کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا کے تحت اتحاد اسلامی کے خلاف پے در پے حملے کر رہی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں کوئی معتد بہ اثر اتحاد اسلامی کی مساعی کو ناکارہ بنا دینے کی صورت میں مرتب ہوسکتا ہے؟۔ اور کیا یہ محاذ...... قادیانیت...... اتنا قوی ہے کہ وہ اسلامی اتحاد اور مسلم ممالک کے باہمی ارتباط کی تحریک کے فروغ اور نشو ونما پر کسی بھی پہلو سے اثر انداز ہو سکے گا؟۔

قادیانیت استعمار کا ایک حربہ ہے
قادیانی تحریک سامراج کا آلہ کار ہے

حضرت بنوریؒ نے جواب دیا کہ...... قادیانیت کی تمام تر کوششیں صرف برطانوی سامراج کے ہاتھ مضبوط کرنے اور برطانیہ کے استعماری منصوبوں کے لئے اسلامی ملکوں میں زمین ہموار کرنے اور ان کو کامیاب بنانے کی غرض سے ہمیشہ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ان کے باہمی ارتباط واتحاد کو درہم برہم کرنے کے لئے وقف رہی ہیں۔ چنانچہ قادیانیت کا عقیدہ ہے کہ برطانوی سامراج روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے جیسا کہ اس فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

لہذا یہ فرقہ خالص استعمار کی پیداوار ہے۔ برطانوی سامراج نے اسے جنم دیا ہے۔ اسی لیے مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں گے ان کے خلاف ہر قسم کی سازش کو یہ فرقہ دینی جہاد قرار دیتا ہے اور اپنے خالق و مربی استعمار کا حق نمک ادا کرتا ہے۔ایسی صورت میں ان قادیانیوں کا وجود ہر اسلامی ملک اور اس کے مسلمانوں کے لئے زبردست خطرہ ہے۔ اور جب یہ واضح ہو گیا کہ قادیانیت اسلامی ممالک میں کام کرنے کے لئے برطانوی استعمار کا ایک خودکار (آٹو میٹک) حربہ ہے۔ تو ان قادیانیوں کی طاقت وقوت کے اصل سرچشمہ کا اور ان کی ذات سے ظہور میں آنے والے خطرناک نتائج وعواقب کا معلوم کر لینا بہت آسان ہے۔

اسلامی اتحاد و باہمی اعتماد کی منزل تک پہنچنے کا راستہ

سوال...... دنیا کی مسلمان قومیں مجموعی طور پر عرب یا غیر عرب، اگر کسی ایک خطہ زمین پر جمع یا باہمی اتحاد وتعاون پر متفق ومتحد ہی ہو جائیں تو یہ دنیا کی اتنی بڑی اور زبردست طاقت بن سکتے ہیں۔ جس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے خیال میں وہ کون سا راستہ یا طریق کار ہے جس کو اختیار کر کے باہمی اتحاد وتعاون کلی یا جزئی طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جواب...... شیخ بنوری نے فرمایا! اسلامی اتحاد وتعاون باہمی کے اتنے فوائد اور عظیم ثمرات ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ باقی اس مقدس آرزو کو پورا کرنے کے لئے میرے خیال میں چند طریقے ہیں:

۱...... دین اسلام اور اس کی (امن وسلامتی کی ضامن) تعلیمات کی اشاعت پوری قوت کے ساتھ دنیا کے چپہ چپہ پر کی جائے۔ خصوصاً جن ممالک کے لوگ اسلامی تعلیمات کے لئے تشنہ اور بے چین ہیں اور صرف تعلیمات کی اشاعت پر اکتفانہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاقی تربیت اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل نیز دینی شعور کو بیدار کرنا اور اسلامی احساسات ورجحانات پیدا کرنا بھی از بس ضروری ہے۔

۲...... تمام اسلامی ممالک میں یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے اور تربیتی پروگراموں میں بھی یکسانیت پیدا کی جائے۔

۳...... پھر یہ اسلامی ممالک وسیع تر ملی مفادات کو سامنے رکھ کر آپس میں تجارتی اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی معاہدے کریں۔

ان تدابیر سے بڑھ کر یہ ہے:

''تمام اسلامی حکومتوں کے دستور اور رسمی قوانین یکساں ہوں اور وہ اسلامی شریعت اور اسلامی قوانین کی روشنی میں بنائے جائیں۔''

باہمی اتحاد تعاون ہی اسلام کی روح ہے

سوال...... اس باہمی اتحاد و تعاون کی طرف مقدس دعوت کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے لئے جس عمومی خیر و صلاح کی امید کی جاسکتی ہے۔اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟۔

جواب...... باہمی اتحاد و تعاون تو اسلام کی روح اور جوہر اصلی ہے۔لہذا اسلام تو نام ہی ہے باہمی اتحاد و یگانگت اور امن وسلامتی کی ضمانت کا، قرآن کریم کی بہت سے آیات واحادیث میں اس اتحاد و تعاون کی دعوت صراحتہً موجود ہے۔اور اسلامی اخوت تو بے شمار آیات و احادیث میں منصوص و معروف ہے۔لہذا اس باہمی تعاون و یگانگت سے اعلیٰ وارفع اور کون سا اتحاد تعاون ہوسکتا ہے۔جس کی دعوت ہمارا دین حنیف دیتا ہے۔اور اس میں شک نہیں کہ ہر مسلمان اس اعلیٰ وارفع شرعی و دینی دعوت پر لبیک کہے گا۔اور جب اس دعوت کی روح اخلاص ہو اور اس کی اساس آسمانی تعلیمات پر قائم ہو تو اس میں کامیابی یقینی اور اس کے مقدس ثمرات کا حصول قطعی ہے۔

مجمع البحوث قاہرہ کی کانفرنس اور اس کی تجاویز

سوال...... آپ نے مجمع البحوث قاہرہ کی تیسری کانفرنس میں شرکت فرمائی ہے۔مؤتمر مختلف اسلامی موضاعات پر نہایت اہم اور محکم تجاویز پاس کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔کیا ان میں سے کوئی قرارداد وقوع میں آئی ہے۔اور اس پر عمل ہوا ہے؟۔اور کیا موتمر میں سید قطب اور ان کے رفقاء کی شہادت کا مسئلہ اٹھایا گیا تھا؟۔

جواب...... ہم اس کانفرنس میں شریک ضرور ہوئے ہیں۔مقالات پر بحث وتنقید میں حصہ بھی لیا ہے۔اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔لیکن قراردادیں اکثر و بیشتر ہمارے واپس چلے آنے کے بعد ایک خاص اساسی کمیٹی میں پاس ہوئی ہیں۔جو مجمع البحوث کانفرنس کی روشنی میں قراردادیں پاس کرنے کے لئے مقرر ہے۔اس کا ابھی تک علم نہیں ہوا کہ اس کمیٹی میں کیا قراردادیں پاس ہوئیں۔اور ان میں سے کون کون سی نافذ ہوئیں۔جو قرارداد ہماری موجودگی میں باتفاق آرا پاس ہوئی وہ اسرائیل کے خلاف قرارداد ہے۔باقی سید قطب کی شہادت کا مسئلہ وہاں اٹھانا ممکن نہ تھا۔کیونکہ ان کے سیاسی مصالح کے خلاف تھا۔

دین کے خلاف محاذ جنگ

سوال...... میں نے شیخ بنوری سے سوال کیا! پاکستان میں ادارہ تحقیقات اسلامی کیا کام کررہا ہے۔اور اس ادارہ کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟۔

جواب......ادارہ تحقیقات اسلامی جس کے سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہیں۔اس کی تمام کارکردگی اور اغراض و مقاصد کتاب و سنت کی بالکل ضد ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ اس ادارہ کا اصلی قصد اسلام کے نام سے ایک نیا اسلام پیش کرنا ہے۔

مسلمانوں کو اس ادارہ کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کرنے کے لئے اس ادارہ کے براہ (ڈائریکٹر) کے چند افکار و نظریات پیش کئے جاتے ہیں۔جن کا بار بار اور برملا اظہار وہ پنی تصانیف،مقالات اور ماہنامہ فکر و نظر میں کر چکے ہیں۔یہ تمام افکار و نظریات اسلامی معتقدات کی بالکل ضد ہیں اور ان سے ٹکراتے ہیں۔ان افکار و نظریات نے ایک (خطرناک قسم کا) فکری نتشار پیدا کر دیا ہے۔اور نہایت افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس ادارے کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔اور وہ وزارت قانون کی نگرانی میں کام کر رہا ہے۔اور اسلامی حکومت کے خزانہ سے گرانقدر رقمیں اس پر صرف کی جارہی ہیں۔حالانکہ یہ ادارہ دین اسلام میں برابر رخنہ اندازی میں مصروف ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کہتے ہیں کہ:

ا...... قرآن کے منصوص احکام ابدی نہیں بلکہ احکام کی علل و غایات ابدی ہیں۔

وراس تعلیل (علت آفرینی) کی دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ا...... شرعی زکوٰۃ کی وہ مقدار جو شریعت نے مقرر کی ہے۔آج کے زمانہ میں حکومت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔چونکہ زکوٰۃ مالی ٹیکس ہے۔اس لئے حکومت کو حق حاصل ہے کہ اپنی ضروریات کے مطابق جس حد تک چاہے زکوٰۃ کی مقدار میں اضافہ کرسکتی ہے۔

۲...... (قرآن حکیم کا) عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا اس زمانہ کی بات ہے۔(کیونکہ اس وقت عورتیں ان پڑھ ہوا کرتی تھیں) لیکن آج کے پڑھے لکھے دور میں ایک مرد کے ساتھ ایک عورت کی شہادت بھی کافی ہے۔ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی ضرورت نہیں۔

غرض ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے قرآن کے تمام منصوص (صریح) اور قطعی (یقینی) احکام میں تغیر وتصرف کرنے کی غرض سے یہ (مذکورہ بالا) اصول وضع کر رکھا ہے۔ چاہے وہ احکام نماز سے متعلق ہوں چاہے زکوٰۃ سے یا روزہ اور حج سے۔

۲...... ڈاکٹر فضل الرحمٰن کہتے ہیں: وحی کی وہی بات قابل قبول ہے جو عقل و بصیرت اور تاریخ کے مطابق ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحی اس سے مبرا اور برتر ہے کہ وہ بصیرت وعقل صحیح (اور تاریخ) کے خلاف ہو۔

۳...... اور کہتے ہیں: وحی الٰہی اور نبی دونوں اپنے ماحول کے تاریخی اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

۴...... اور کہتے ہیں: قرآن وسنت کے اکثر وبیشتر احکام وقتی اور اس زمانہ کے مخصوص ظروف وحالات کے ساتھ مخصوص تھے۔

۵...... اور کہتے ہیں: سنت نبوی (ﷺ) کا اکثر وبیشتر حصہ اس رسم ورواج پر مشتمل ہے جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھا۔ پھر فقہاء نے یہودیوں، رومیوں اور پارسیوں کی روایات کا اس میں اور اضافہ کر دیا گویا ان کے نزدیک سنت (آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال کا نام نہیں بلکہ) ان فقہی قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو ان غیر مسلم اقوام اور ان کے قوانین سے ماخوذ ہیں۔

نیز ڈاکٹر فضل الرحمٰن:

۱...... نزول عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے یہ عقیدہ عیسائیوں سے لیا ہے۔ اسی طرح

۲...... معراج جسمانی

۳...... شفاعت

۴...... ظہور مہدی کا بھی انکار کرتے ہیں۔ (اور ان عقائد کو بھی عیسائیت سے ماخوذ بتلاتے ہیں) اسی قسم کے بے شمار بے سروپا دعوے ڈاکٹر صاحب کی جانب سے کئے جاتے ہیں۔ جو اسلام کے قطعی عقائد سے ٹکراتے ہیں۔ اس لئے تمام علمائے امت اور سلف صالحین سے ان کی جنگ۔ یہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے ان بہت سے افکار ونظریات کا ایک نمونہ ہے۔ جو اس مختصر سے وقت میں پیش نہیں کئے جا سکتے۔ (مشتے نمونہ از خروارے)

مولانا نے فرمایا کہ: مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ماہنامہ ''بینات'' (خاص طور پر) ڈاکٹر فضل الرحمٰن (اور ان کے قلمی رفقاء) کے ان افکار و نظریات کو پوری تفصیل سے منظر عام پر لانے اور انتہائی دیانت داری اور انصاف کے ساتھ ان پر جرح و تنقید اور علمی معیار پر تردید کا فرض ادا کر رہا ہے۔

حضرت مولانا نے مزید فرمایا: میں نے عالم اسلام کے گیارہ علماء کو جن میں شیخ عبداللہ بن حمید بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن موصوف کے ان ملحدانہ افکار و خیالات سے بخوبی آگاہ کر دیا ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کو کیا کرنا چاہئے

سوال...... نامہ نگار موصوف کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے رابطہ عالم اسلامی سے متعلق ایسی تجاویز کے بارے میں سوال کیا۔ جن کے ذریعہ رابطہ اپنا پیغام عالم اسلامی کے وسیع سے وسیع تر دائرہ تک پہنچا سکے اور تمام عالم اسلامی کی ترجمانی کر سکے۔

جواب...... میرے خیال میں رابطہ کے اہم مقاصد حسب ذیل امور ہونے چاہئیں:

۱...... تمام بلاد اسلامیہ میں حکیمانہ اسلوب سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت خصوصاً ان ممالک جن میں اسلام کی دعوت پر لبیک کہنے کی زیادہ امید ہے۔ جاپان چین اور جنوبی کوریا جیسے ممالک آج بہت قلوب ایسے دین کے شدید پیاسے ہیں جو ان کے بقاء و استحکام کے ساتھ ہی ساتھ روحانی اطمینان اور قلبی سکون کا باعث بن سکے۔ یہ عہد حاضر میں اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ میں نے اپنی یہ رائے رابطہ اسلامی کے الامین العام جنرل سیکرٹری سے ملاقات کے وقت بھی پیش کی ہے۔ اور انہوں نے اس رائے سے پورا اتفاق کیا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں عملی قدم بھی اٹھانے والے ہیں۔

۲...... رابطہ نئی نسل میں اپنی دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کرے اور جو نومسلم ان ممالک میں اسلام قبول کرتے ہیں انہیں اسلامی ممالک میں بلا کر ان کی دینی تعلیم و تربیت کا خاص طور پر انتظام کیا جائے۔ تاکہ اسلامی تعلیمات ان کے قلوب میں راسخ ہو جائیں اور وہ اپنے وطن واپس جا کر اسلام اور اس کی تعلیمات کو اپنی وطنی زبان میں زیادہ سے زیادہ پھیلا سکیں۔

(بینات ربیع الاول ۱۳۸۷ھ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
کا سفر مشرقی افریقہ کی روئیداد

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تعارف!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے ۱۹۷۵ء میں مشرقی افریقہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ وفد کے رکن رکین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم نے اس سفر کی یہ روئیداد قلمبند کی جو ماہنامہ بینات کے حضرت بنوریؒ نمبر میں شائع ہوئی۔ اس جلد میں ہم اسے شامل اشاعت کرنے پر رب کریم کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ فلحمدللہ! (مرتب)

مشرقی افریقہ کا سفر!

پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی یہ خواہش تھی کہ علمائے کرام کا ایک وفد ان افریقی ممالک کا دورہ کرے۔ جہاں قادیانی مراکز قائم ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو اس فتنے کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے اور وہ ان کے فریب میں نہ آئیں۔

اس سلسلہ میں پہلا ٹھوس قدم آپ نے یہ اٹھایا کہ وہ دستاویزات جو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کی گئی تھیں۔ وہ اردو زبان میں تھیں اس کا عربی ترجمہ کرنے کے لئے اس خادم کو حکم فرمایا۔ الحمدللہ کہ ترجمہ مکمل ہوگیا اور حضرت شیخ کی خواہش پر بہت جلد اس کی طباعت بھی مکمل ہوگئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس سفر میں جہاں بھی جانا ہوگا۔ وہاں کے اہل علم حضرات کو یہ کتاب ''موقف الامته الاسلامیه میں القادیانیه'' پیش کی جائے۔ تاکہ ان کے پاس اس کے بارے میں ایک مستند دستاویز رہے جس سے وہ صحیح معلوموت حاصل کرسکیں۔

چنانچہ یہ طے پایا کہ یہ سفر شوال المکرم ۱۳۹۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۵ء میں حرمین

شریفین سے شروع کیا جائے۔ حضرت شیخ محمد یوسف بنوریؒ رمضان المبارک میں حسب معمول عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا۔ اسی دوران آئندہ شروع ہونے والے سفر کے بارے میں استخارہ فرمایا۔ فرمانے لگے کہ اس سفر کے لئے چھ سات استخارے کئے ہیں اور خواہش تھی کہ کوئی خیر کا مانع درپیش ہو جائے اور میں رہ جاؤں اور سفر نہ کروں۔ لیکن اگر قدرت کو میرا جانا ہی منظور ہے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ میں تو ایک دین کا سپاہی ہوں اور سپاہی کا کام ہے حکم بجالانا۔

مدینہ منورہ میں سہ رکنی وفد کی تشکیل عمل میں آئی۔ حضرت شیخ، مولانا تقی عثمانی اور خادم (راقم الحروف) مدینہ منورہ سے جدہ پہنچے۔ دہاں بعض ممالک کے ویزے حاصل کئے اور ۷رشوال المکرم ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۷۵ء یہ وفد حضرت شیخ کی قیادت میں جدہ سے بذریعہ پی آئی اے روانہ ہوا اور صبح ساڑھے چھ بجے کینیا کے دارالحکومت نیروبی پہنچ گئے۔ ائیر پورٹ پر مولانا مطیع الرسول صاحب مبعوث دارالافتاء ریاض اور شہر کے دوسرے سربرآوردہ حضرات نے استقبال کیا۔

نیروبی شہر میں چار روز تک قیام رہا۔ اس دوران شہر کی مختلف مساجد میں عشاء کی نماز کے بعد حضرت بنوریؒ کا خطاب ہوتا رہا۔ جہاں اردو جاننے والے مسلمان تھے۔ وہاں اردو میں اور جہاں افریقی مسلمان تھے وہاں عربی میں اور ساتھ ساتھ مقامی سواحلی زبان میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ ان خطابات میں جن موضوعات پر بیان ہوا۔ ان میں اہم موضوعات یہ ہیں۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت، عجائب قدرت، صفات رسالت، اخلاص، محبت، اتحاد، عقیدہ ختم نبوت اور اس کی حفاظت، قادیانیت اور اس کا پس منظر وغیرہ۔

نیروبی میں قادیانیوں کا ایک معبد ہے۔ وہی ان کا مرکز ہے۔ کینیا کے بعض دوسرے شہروں میں بھی ان کے مراکز ہیں۔ جہاں سے یہ لوگ افریقی عوام میں کام کرتے ہیں اور مقامی زبانوں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ بعض دوستوں نے سنایا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا۔ اس کے سرورق پر انہوں نے مرزا قادیانی کی تصویر بھی چھاپ دی۔ ایک قادیانی نے جب مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو متنفر ہوکر کہنے لگا کہ یہ پیغمبر کی شکل نہیں ہوسکتی اور قادیانیت سے توبہ کرکے مسلمان ہوگیا۔

نیروبی میں مسلمانوں کی بھی مختلف انجمنیں قائم ہیں جو دینی کام کرتی ہیں۔ان کی زیر نگرانی میں کچھ دینی ابتدائی مدارس اور یتیم خانے قائم ہیں۔جن میں افریقی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ان میں ... اساتذہ کے علاوہ پاکستانی مدرسین بھی کام کر رہے ہیں۔جن کو دارالافتاء ریاض (سعودی عرب) نے بھیجا ہے اور یہ حضرات اچھا کام کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ بنوریؒ نے ان جمعیات کے ذمہ دار حضرات اور مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے خصوصی ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے اپنے سفر کا مقصد بیان فرمایا اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے اہم تبلیغی مقاصد میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کو بھی شامل کرلیں اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کریں۔جس پر سب نے لبیک کہا اور جو حضرات پہلے سے اس کام میں دلچسپی رکھتے تھے۔ان کی ہمت افزائی ہوئی۔علماء کو کتاب موقف الامتہ الاسلامیہ من القادیانیہ! پیش کی گئی۔

نیز مقامی علمائے کرام کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے تنظیم قائم کر کے باقاعدہ کام شروع کریں۔چنانچہ وہ حضرات اس بات پر آمادہ ہو گئے۔البتہ انہوں نے اتنی مہلت طلب کی کہ وہ سوچ سمجھ کر اس کے لئے مناسب افراد کا انتخاب کرلیں او جب واپسی پر ہمارا نیروبی سے گزر ہوگا وہ اپنے آخری فیصلے سے ہم کو آگاہ کر دیں گے۔

نیروبی میں آئندہ سفر کا پروگرام یہ طے پایا کہ کینیا کے علاوہ تنزانیہ، زمبیا اور یوغنڈا میں بھی ہمارے وفد کو جانا چاہئے۔ان ممالک میں بھی کام کی سخت ضرورت ہے۔نیز یہ سفر ہوائی جہاز سے ہو۔کیونکہ مسافت کافی لمبی ہے اور حضرت مولانا کی صحت اس قابل نہیں کہ خشکی کا سفر برداشت کر سکے۔

۱۶/اکتوبر کو کینیا کے دوسرے شہر ممباسا کے لئے روانگی ہوئی اور ۱۵/اکتوبر کو ہمارے رفیق سفر مولانا تقی عثمانی صاحب کا کراچی سے فون آ گیا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔اس لئے آپ جلد از جلد پہلی فلائٹ میں کراچی پہنچ جائیں۔ چنانچہ وہ ۱۶/اکتوبر کو کراچی روانہ ہوئے اور حضرت شیخ اور خادم ممباسا روانہ ہو گئے۔ممباسا ائیر پورٹ پر مولانا ابراہیم صاحب مبعوث دارالافتاء ریاض اور شہر کے دوسرے حضرات گاڑیاں لے کر استقبال کے لئے پہنچ چکے تھے۔

ممباسا میں بھی قادیانی مرکز قائم ہے اور مسلمانوں کی انجمنیں بھی قائم ہیں۔ مسجدیں بکثرت موجود ہیں۔ یہاں بھی حضرت مولانا کا بیان مختلف مساجد میں ہوا اور اردو اور عربی دونوں زبانوں میں، یہاں بھی مختلف علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں اور انہیں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا گیا اور مذکورہ کتاب کے نسخے پیش کئے گئے۔ یہاں کے قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ صالح، ممباسا کے قاضی شیخ الحسن العمری اور ممباسا کے مشہور خطیب شیخ سعید احمد سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے ذریعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈال دی گئی۔ الحمدللہ کہ یہ سفر کافی کامیاب رہا۔

۱۸/اکتوبر کو ممباسا سے تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام پہنچے۔ ایئر پورٹ پر مولانا قاسم کاظم مبعوث دارالافتاء ریاض (سعودی عرب) اور مقامی مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی۔

دارالسلام اور تنزانیہ کے بعض دوسرے شہروں میں قادیانی مراکز قائم ہیں۔ یہاں مسلمانوں کی صرف ایک تنظیم قائم ہے۔ جس کے عہدہ دار یہاں کی حکومت منتخب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور انجمن وغیرہ بنانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اس تنظیم کے عہدہ داروں کے علاوہ مقامی علماء اور دیندار مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انفرادی طور پر اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کریں۔ یہاں کی مساجد میں بھی حضرت شیخ قدس سرہ کا خطاب ہوا۔ جس کا ترجمہ خادم نے پیش کیا۔

دارالسلام میں مصری حکومت کی طرف سے المرکز الاسلامی کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے۔ جو مسجد مدرسہ اور دواخانہ پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی حضرت شیخ بنوریؒ تشریف لے گئے اور مرکز کے مدیر اور اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی اور عربی زبان میں ان سے تبادلۂ خیالات فرمایا اور ان کو بھی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس فتنہ کے خلاف کام کریں اور مذکورہ کتاب کے نسخے بھی پیش کئے۔ ان حضرات نے اس تجویز کو بخوشی قبول کیا اور نہایت محبت و اخلاص سے رخصت کیا۔

۲۰/اکتوبر کو دارالسلام سے زیمبیا کے دارالحکومت لوساکا کے لئے روانہ ہوئے۔ دو گھنٹہ کی پرواز کے بعد لوساکا پہنچے۔ ایئر پورٹ پر مولانا عبداللہ منصور، بھائی یوسف اور دوسرے مقامی حضرات انتظار میں تھے۔ یہاں بھی شہر میں ایک قادیانی مرکز ہے۔ لیکن الحمدللہ کہ یہاں کے

مسلمان اس فتنہ سے باخبر ہیں اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو اس کے خلاف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔

لوساکا میں ایک بڑی جامع مسجد ہے اور دو چھوٹی مسجدیں ہیں۔ مسجدیں نہایت صاف ستھری، قالین بچھے ہوئے، طہارت کا بہت اچھا انتظام ہے۔ ٹھنڈا، گرم پانی موجود رہتا ہے اور تولئے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ قائم ہے۔ جس میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور دینی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ بچے صبح اسکول جاتے ہیں اور شام کو ان مدارس میں پڑھتے ہیں۔ ان مدارس میں تعلیم دلانے کے لئے مدرسین کا قاری حضرات ہندوستان سے بلائے گئے ہیں۔ جو اچھا کام کر رہے ہیں۔ مسجدیں پانچوں وقت آباد رہتی ہیں اور مسلمان دور دور سے موٹروں میں نماز ادا کرنے وہاں آتے۔ یہاں کے مسلمانوں کا تعلق زیادہ تر ضلع گجرات اور سورت سے ہے۔ جن کے آباءواجداد کافی عرصہ پہلے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے اور ان حضرات کا زیادہ تر پیشہ تجارت ہے۔

حضرت شیخ بنوریؒ مسجدوں کی آبادی اور دینی مدارس سے بہت خوش ہوئے اور آپ جہاں بھی دینی کام ہوتا دیکھتے آپ کو روحانی مسرت ہوتی تھی۔ نیز مسجد اور مدرسہ کا نظام ان مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے۔ جو غیر مسلم ممالک میں آباد ہیں اور اپنی نئی نسل کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام سے روشناس کرانے اور اسلام پر قائم رکھنے کے خواہش مند ہیں۔

لوساکا میں بھی الحمدللہ صبح وشام علمائے کرام اور عام مسلمانوں سے ملاقاتیں اور حضرت شیخ بنوریؒ کا خطاب ہوتا رہا۔ جس میں زیادہ تمسک بالدین اور دین کے لئے کام کرنے پر زور دیا گیا۔ نیز اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ان کے صفات، عجائب قدرت، ختم نبوت اور اسلام کے نبیادی اصولوں پر بیان ہوتا رہا۔ لوساکا میں مولانا عبداللہ منصور کی امارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد ڈال دی گئی۔ جس کا مرکز لوساکا میں ہوگا اور وہ ملک کے دوسرے شہروں میں بھی اپنی شاخیں قائم کرے گی۔

لوساکا میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع جمعہ کے روز وہاں کی بڑی جامع مسجد میں ہوتا ہے۔ جس میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ اسلامی ممالک کے سفارتی نمائندے بھی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ یہاں دو جمعے پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت شیخ بنوریؒ نے خطبہ جمعہ سے پہلے اردو میں خطاب فرمایا۔ جس میں اسلام کی عظمت، عقیدہ ختم نبوت، فتنہ قادیانیت اور اس کا پس منظر اور اس کی تاریخ بیان فرمائی اور یہاں کے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل پیش فرمایا۔ اسی مضمون کو خادم

نے خطبہ جمعہ میں عربی میں پیش کیا۔ جس میں عربی جاننے والے حضرات مستفید ہوئے اور حضرتؒ نے دعائیں دیں۔

لوساکا کے علاوہ زمبیا کے چند دوسرے شہروں میں بھی جانا ہوا۔ جن میں انڈولا، کفوے اور چپاٹا قابل ذکر ہیں۔ چپاٹا جو لوساکا سے ۳۸۰ میل دور ہے اور موزبیق کی مغربی سرحد کے قریب واقع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے وہ خالص مسلمانوں کا شہر ہو۔ تجارت عموماً مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ شہر کے وسط میں خوبصورت جامع مسجد ہے۔ جس میں پانچ اوقات بکثرت نمازی آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عبادت اور صلاح کے آثار نمایاں ہیں۔ بوڑھوں میں سو فیصد اور جوانوں میں ننانوے فیصد داڑھی والے ہیں۔ ان میں ایسے افراد بھی دیکھے جو کہ ورجل قبلہ معلق بالمساجد! کے مصداق ہیں۔

مسجد کے متصل ایک دینی مدرسہ ہے جس میں مسلمان بچے اور بچیاں اسکول کے اوقات کے علاوہ قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ ان حضرات کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور روحانی مسرت کا اظہار فرمایا۔ جامع مسجد میں خطاب عام کے علاوہ قرآن کریم کا درس بھی دیتے رہے۔ جس میں وہی بنیادی موضوعات پر بیان ہوا۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ نیز وہاں کے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ مقامی باشندوں سے ایسا سلوک اختیار کریں جو ایک مسلمان کے شایان شان ہوتا ہے۔ یہاں کے حضرات نے دریافت کرنے پر بتلایا کہ یہ جو آپ دینی فضاء دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب تبلیغی جماعت کی محنت و برکات کا اثر ہے۔

الحمدللہ! کہ زمبیا کا سفر نہایت کامیاب رہا۔ لوساکا میں قیام کے دوران وہاں کے نوجوان حضرت شیخ علیہ الرحمہ پر فریفتہ ہوگئے اور آہ کی ہر مجلس اور ہر خطاب میں حاضر ہوتے۔ جہاں ہمارا قیام تھا۔ بعض تو وہاں رات کو ہی آجاتے اور حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ تہجد کی نماز میں شریک ہوتے اور جس روز آپ وہاں سے روانہ ہو رہے تھے ان سب نے لوساکا ائیر پورٹ پر آپ کو حزن و بکاء کے ساتھ رخصت کیا۔ ان ہی نوجوانوں میں ایک صاحب ابراہیم لمبات حضرت شیخ بنوریؒ کی وفات سے چند روز پہلے کراچی آئے اور ملاقات کی۔ آپ نے بہت شفقت فرمائی۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو میں انہیں رخصت کرنے بڑے دروازے تک گیا۔ راستہ میں مجھے نہایت الحاح کے ساتھ کہتے ہیں کہ برائے کرم حضرت کو اس بات پر آمادہ کریں کہ

ہمارے ہاں دوبارہ تشریف لائیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کو وعظ کرنے کی بھی تکلیف نہیں دیں گے۔

۲۵ رشوال المکرم ۱۳۹۵ھ مطابق ۲ رنومبر ۱۹۷۵ء لوساکا سے نیروبی کے لئے روانہ ہوئے تقریباً دو گھنٹے کی پرواز کے بعد نیروبی پہنچے۔ ائیر پورٹ پر آسانی سے ویزامل گیا۔ کسٹم میں ایک مسلمان آفیسر نے ہمیں دیکھا اور فوراً ہمارے پاس آگیا اور ہمیں فارغ کر دیا۔ اگرچہ ہمارے پاس سوائے استعمال کے کپڑوں اور کتابوں کے کچھ نہ تھا۔ لیکن کسٹم کا عملہ صندوق کھول کر وقت بہت ضائع کرتا ہے۔ ہماری انتظار میں ایک صاحب گاڑی لاکر باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ سیدھے ان کے گھر پہنچے۔

نیروبی میں واپسی پر پھر چند روز ٹھہرنا پڑا۔ کیونکہ اب ہمارا پروگرام یوغنڈا جانے کا تھا اور نیروبی میں یوغنڈا کا ویزا لینے میں دیر لگتی ہے۔ کیونکہ یہاں یوغنڈا کا سفارت خانہ نہیں ہے اسلئے ویزا حاصل کرنے والے نیروبی کے پاسپورٹ آفس کو درخواست دیتے ہیں۔ یہ آفس ان کاغذات کو کمپالا بھیجتا ہے۔ وہاں یوغنڈا حکومت کی طرف سے جواب آنے پر ویزا ملتا ہے اور اس کاروائی میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے نیروبی سے اپنے ایک دوست مولانا عبدالخالق طارق کو فون کیا۔ جو یوغنڈا کے شہر جنجا میں رہتے ہیں اور سعودی حکومت کی طرف سے وہاں کے المعھد الاسلامی کے مدیر ہیں اور تعلیمی فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ ان کو کہا کہ وہ ہمارے لئے ویزا حاصل کر کے ہمیں اطلاع دیں اور ائیر پورٹ پر آجائیں۔ چنانچہ وہ جنجا سے کمپالا آئے اور یوغنڈا کے مفتی شیخ یوسف سلیمان کے ذریعہ ویزا لیا اور ہمیں فون سے اطلاع دی کہ ویزامل گیا ہے آپ جب چاہیں آسکتے ہیں۔

نیروبی میں اس بار بھی قیام کے دوران علماء اور دوسرے حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک روز صومالیوں کی جامع مسجد میں حضرت شیخ بنوریؒ کا عربی میں بیان ہوا۔ جس میں آپ نے اسلام اور اخوت اسلامیہ پر بیان فرمایا اور ساتھ ہی صومالی زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔ صومالی حضرات کی عادت ہے کہ عموماً مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مسجد میں گزارتے ہیں اور اس میں درس وغیرہ کا سلسلہ رہتا ہے۔ حضرت بنوریؒ کے بیان کے بعد دوستوں نے مجھ سے تقاضا کیا کہ میں فتنہ قادیانیت پر کچھ روشنی ڈالوں۔ چنانچہ عشاء کی آذان تک بیان ہوا اور صومالی زبان میں ترجمہ ہوتا رہا۔ نیروبی میں قیام کے دوران حضرت شیخ نے ایک خط لکھا تھا جس متن حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نیروبی وکینیا!

برادر محترم ورفیق مکرم مولانا بھاجی صاحب

وفقکم اللہ للخیز، تحتیة وسلاما واشواقا!

حاجی آدم سادات کے ذریعہ مرسلہ مکتوب موصول ہوا، حالات معلوم ہوئے۔ برادرم مولانا عبدالرزاق صاحب نے ایک مفصل مکتوب زمبیا لوساکا سے لکھا تھا۔ وہ ملا ہوگا۔ جدہ سے روانگی کے وقت کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں کہاں جانا ہوگا اور کس طرح کام کرنا ہوگا؟۔ اس لئے روانگی ایسے وقت ہوئی کہ نہ پورے ویزے لے سکے نہ باقاعدہ کسی کو مطلع کیا جاسکا۔ نیروبی پہنچ کر نقشہ کام کا سمجھ میں آ گیا کہ موثر اور صحیح صورت یہ ہے کہ ہر مرکزی مقام مقامی باشندوں کی ایک جماعت مجلس ختم نبوت کے نام سے تشکیل دی جائے جو بسلسلہ قادیانیت مؤثر کام کر سکے اور تقریروں میں اسلام اور ختم نبوت کی اہمیت وحقیقت واضح کی جائے۔ چنانچہ اس انداز سے کام شروع کیا اور نشان منزل نظر آنے لگا۔ چونکہ جدہ سے ویزے نہیں لے سکے تھے۔ اس لئے تعویقات پیش آئیں اور تاخیر ہوتی گئی۔

بحمد اللہ! جس رفاقت کی ضرورت تھی وہ میسر آئی۔ حسن اتفاق سے افریقی ممالک میں جامعہ مدینہ کے مبعوثین بھی ملے۔ جن میں نام تو میرا بھی متعارف تھا۔ مگر مولانا عبدالرزاق صاحب سے ان کا ذاتی تعارف وتعلق نکلتا رہا۔ جس کی وجہ سے بہت آسانیاں ہوگئیں۔

زمبیا سے واپسی پر یوغنڈا کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے تین چار دن یہاں تاخیر ہوگئی۔ شاید کل روانگی ہو سکے گی۔ صحت تو میری اچھی ہے بلکہ کراچی سے بہتر ہے۔ لیکن سفر کی ہمت نہیں تھی۔ اس لئے سفر کے اختصار کے متعلق سوچ رہا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ نائیجیریا میں قادیانیوں کے بہت سے اسکول، ہسپتال اور ادارے ہیں۔ نیز حکومت میں بھی ان کے لوگوں کو عہدے اور مناصب حاصل ہیں۔ وہاں جانے کی شدید ضرورت ہے۔ اس لئے مغربی افریقہ کا ارادہ کرنا پڑا اور پھر ساتھ ہی مغربی افریقہ سے بقیہ ممالک کا جوڑ بھی لگانا ہوگا۔ اس لئے سفر طویل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائیں۔ آمین! اگر حج کے ایام قریب آ گئے تو ہوسکتا ہے کہ حج کے بعد واپسی ہو۔

والسلام!..... محمد یوسف بنوریؒ

چہار شنبہ، کیم ذیقعد ١٣٩٥ھ ٥/نومبر ١٩٧٥ء

۲؍ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ، مطابق ۶؍نومبر ۱۹۷۵ء صبح آٹھ بجے نیروبی سے روانہ ہوکر نو بجے یوغنڈا کے ائیر پورٹ ''انٹے بے'' پہنچے۔ ائیر پورٹ مولانا عبدالخالق طارق اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ انتظار میں تھے اور ویزا کی منظوری کا فارم ساتھ لائے تھے۔ الحمد للہ کہ آسانی سے ویزا مل گیا اور کسٹم سے فارغ ہوگئے۔ ائیر پورٹ کمپالا سے ۲۵ میل دور ہے۔ یہاں سے روانہ ہوکر کمپالا پہنچے۔

کمپالا میں یوغنڈا کے مفتی شیخ یوسف سلیمان صاحب کے اصرار پر حضرت مولاناؒ نے ان کی مہمانی قبول فرمالی اور انہوں نے کمپالا کے بڑے ہوٹل کمپالا انٹرنیشنل میں ہمارے قیام کا انتظام کیا۔

مفتی شیخ یوسف سلیمان صاحب یوغنڈا کے مفتی اور وہاں کی مسلم سپریم کونسل کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں۔ کونسل کا مرکزی آفس کمپالا میں ہے۔ ان کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا نے ان کو اور ان کی حکومت کو اپنی اور پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے مبارک باد پیش کی کہ انہوں نے اپنے ملک میں قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر ان کی تبلیغ پر پابندی لگادی ہے۔ بعض دوستوں نے بیان کیا کہ اس موقع پر جب قادیانیوں کو یوغنڈا میں غیر مسلم قرار دیا گیا۔ ملک کے صدر جناب عدی امین صاحب نے کہا کہ: ''ہمارا دین وہ ہے جس کا مرکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہے۔ ہمیں وہ دین نہیں چاہئے جس کا مرکز اسرائیل اور لندن ہے۔''

جمعہ کے روز مسلم سپریم کونسل کی جامع مسجد میں مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع تھا اور اس سال یوغنڈا سے جانے والے حجاج کرام سارے یہاں جمع تھے۔ جو سفر کی تیاری کے سلسلہ میں سارے ملک سے آئے ہوئے تھے۔ مفتی صاحب نے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ پڑھانے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا چونکہ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے منبر پر کھڑے ہونے سے معذور تھے اس لئے طے پایا کہ آپ نماز جمعہ سے پہلے بیٹھ کر حجاج کرام کو نصیحت فرمائیں اور اس کے بعد خادم خطبہ جمعہ اور نماز پڑھائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ سارا پروگرام کمپالا ریڈیو سے نشر ہوتا رہا۔

کمپالا میں سعودی عربیہ کے سفیر جناب عبداللہ الحبابی سے بھی ملاقات ہوئی۔ وہ پاکستان میں رہ چکے ہیں اور مولانا مرحوم کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ اپنے گھر پر جو ایک پہاڑی

پرواقع ہے اور وہاں سے کمپالا شہر کا منظر سامنے نظر آتا ہے۔ حضرت مولاناؒ کے اعزاز میں پرتکلف دعوت دی جس میں یوگنڈا کے مفتی صاحب کے علاوہ دوسری شخصیات کو بھی مدعو کیا۔ دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ سفیر موصوف نہایت بااخلاق اور ظریف الطبع شخصیت کے مالک ہیں۔ سفیر صاحب نے حج کے ویزے کے علاوہ سعودی حکومت کے نام حضرت مولانا اور خادم کے لئے خصوصی مکتوب بھی دے دیا۔

کمپالا میں ایک یونیورسٹی ہے جو مکریرے یونیورسٹی کے نام سے مشہور ہے اور افریقہ کی قدیم ترین یونیورسٹی شمار ہوتی ہے۔ اس یونیورسٹی میں پاکستان کے بھی ڈاکٹر حضرات، پروفیسر اور لیکچرار ہیں۔ جو مختلف شعبوں میں تعلیم دے رہے ہیں۔ بعض حضرات مولاناؒ سے ملنے ہوٹل تشریف لائے۔ ان کے دینی مزاج کو دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ خصوصاً ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب اور ڈاکٹر محمد افضل چوہدری۔

کمپالا کے بعد یوگنڈا کے دوسرے شہر جنجا بھی جانا ہوا۔ یہ شہر کمپالا سے مشرق میں پچاس میل کے فاصلہ پر دکٹوریہ جھیل کے کنارے واقع ہے اور اسی مقام سے دریائے نیل کی ابتداء ہوتی ہے اور دریائے نیل پر یہاں ایک بند باندھا ہوا ہے۔ جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے اور پورے ملک کو سپلائی ہوتی ہے۔ کمپالا سے جنجا تک پچاس میل کا فاصلہ سرسبز درختوں، چائے اور گنے کے کھیتوں سے آراستہ ہے۔ بارش کی کثرت سے درختوں کے پتوں کی سبزی غایت طراوت کی بناء پر سیاہ معلوم ہوتی ہے۔ اس منظر کو دیکھتے ہی حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ ''مدھامتان'' کے یہی معنی ہیں۔ ای سودا ان من الری!

آپ کو قدرتی مناظر بہت پسند تھے۔ لیکن ذہن فوراً عجائب قدرت کی طرف منتقل ہو جاتا اور زبان پر حمد و ثناء کے الفاظ جاری ہو جاتے تھے۔ نیز سفر و حضر میں موقع و محل کے اعتبار سے علمی نکتوں سے مستفید فرماتے رہتے تھے۔

جنجا میں مولانا عبدالخالق طارق کے علاوہ مولانا خالد نعمانی، مولانا عبدالسلام بھی موجود تھے۔ جو سعودی حکومت کی جانب سے المعہد الاسلامی میں تدریس وغیرہ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چند پاکستانی حضرات جو مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں اور دینی مزاج کے حامل ہیں۔ عصر کے بعد جمع ہو جاتے اور حضرت مولاناؒ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے اور ان کے

سامنے ایک نہایت عمدہ پروگرام پیش فرمایا تاکہ وہ اپنے کام کے ساتھ دین کا کام بھی موثر طریقہ سے انجام دے سکیں۔

جنجا میں محترم آفاق احمد صاحب زیدی کے ہاں قیام تھا۔ آفاق احمد صاحب پاکستانی ہیں اور یوغنڈا حکومت کے ملازم ہیں اور اچھے مسلمان ہیں گورنمنٹ نے ان کو خدمت کے لئے دونو جوان خادم دیئے ہوئے ہیں۔ دونوں عیسائی تھے لیکن دونوں موصوف کے اسلامی اخلاق اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔ چنانچہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک آذان کہتا ہے اور پھر تینوں با جماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ایک اچھے مسلمان کا وجود ہر جگہ باعث رحمت ہے۔

جنجا کے بعد مشرق کی جانب ۷۰ میل دور ایک شہر بوسیہ بھی جانا ہوا وہاں اس علاقے کے مسلمانوں کا سیرت کے عنوان سے بہت بڑا اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں یوغنڈا کے مفتی اور دوسرے علماء بھی شریک ہوئے۔ حضرت مولانا نے بھی اس اجتماع سے عربی خطاب فرمایا۔ جس کا ترجمہ مقامی زبان میں ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ اس خطاب میں آپ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی زندگی میں اسلامی طریقوں کو اپنائیں اور سنت کے مطابق عمل کریں اور غیر شرعی رسم ورواج اور بدعات سے بچیں اور اخوت اسلامی کے دائرے میں رہ کر زندگی گزاریں اور اختلافات اور قبائلی تعصبات سے دور رہیں۔ اس اجتماع کے بعد اسی روز شام کو واپس جنجا آ گئے۔

یہاں جنجا میں نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں آپ کا بیان ہوا۔ جس کا موضوع ایمان وعمل صالح تھا اور ساتھ دو زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوتا رہا۔ کیوں کہ یہاں سواحلی زبان کے علاوہ مقامی زبان بھی بولی جاتی ہے۔

مقام عبرت

ایک روز جنجا والے دوست، حضرت مولانا قدس سرہ کو جنجا شہر سے باہر چند میل کے فاصلہ پر ایک سیر گاہ میں لے گئے۔ یہاں پر چند اونچے اونچے ٹیلے ہیں۔ جن پر شاہانہ ٹھاٹھ کے تین محل تعمیر ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہیں۔ ان محلات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مغلیہ دور کے کسی بادشاہ نے اپنے ذوق وشوق کو پورا کیا ہو۔ خوبصورتی کے علاوہ ہر قسم کی راحت اور

تفریح کا سامان بھی موجود ہے۔محلات کے چاروں طرف میلوں تک پھل دار درخت، گنے اور چائے کے کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔سامنے ایک اونچی پہاڑی ہے جو پھل دار اور سائے دار درختوں سے سجائی گئی ہے اور جس کی چوٹی تک سڑک جاتی ہے اور اوپر سے جنجا شہر وکٹوریہ جھیل اور ہرے بھرے کھیت میلوں تک نظر آتے ہیں۔گویا دیکھنے والا مری کے کشمیر پوائنٹ، یا راولپنڈی پوائنٹ پر کھڑا ہے فرق صرف بلندی کا ہے۔

مقام عبرت یہ ہے کہ یہ سب نقشہ ایک ہندو کا بنایا ہوا ہے جو مدوانی کے نام سے مشہور ہے اور جس کو زیادہ دیر ان محلات میں رہنا نصیب نہیں ہوا کہ اس کی اجل آ گئی اور اسی زمین کے ایک حصہ میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا اور آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ نے اس کو نیست و نابود کر دیا۔ خسر الدنیا والاخرة ، ذلك هو الخسران المبين!

اس کے بعد اس کے بیٹے آئے لیکن ان کو بھی ان محلات میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع نہ ملا۔ کیا اور ...(صد)ر عیدی امین صاحب کی حکومت نے یورپین باشندوں کے ساتھ ان کو بھی ملک بدر کر دیا اور آج یہ سب محلات خالی اور بند پڑے ہیں۔جن میں پرندوں اور چند چوکیداروں کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ حضرت مولانا یہ سب منظر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور یہ آیت پاک پڑھ رہے تھے۔''کم تركوا من جنات وعيون وزروع ومقام كريم ونعمة كانوا فيها فاكهين ''نہایت ہی عبرت آموز منظر ہے۔لیکن کتنے لوگ ہیں کہ تماشائی بنکر گزر جاتے ہیں اور سبق حاصل نہیں کرتے۔

یوغنڈا کے بعد ہمارا پروگرام مغربی افریقہ کے چند ممالک میں جانے کا تھا۔جس کا ذکر حضرت مولانا مرحوم کے مکتوب نیروبی میں کیا گیا ہے اور اس کی ابتداء نائیجیریا سے ہونی تھی۔لیکن نائیجیریا کا ویزا جلدی نہ ملنے کی بناء پر یہ سفر ملتوی کرنا پڑا۔کیوں کہ ویزے کے لئے چند ہفتے انتظار کرنا پڑتا اور پھر ان ممالک میں کافی وقت کی ضرورت تھی اور موجودہ مدت کافی نہ تھی۔اس طے پایا کہ یوغنڈا سے قاہرہ ہوتے براستہ جدہ کراچی واپس ہوں۔

چنانچہ بروز اتوار ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۷۵ء رات کے بارہ بجے ''لفت ہنسا'' سے قاہرہ کے لئے سفر طے ہوا۔عصر کے قریب جنجا سے روانہ ہوئے۔مولانا عبدالخالق صاحب محترم زیدی صاحب اور دوسرے حضرات دو گاڑیوں میں الوداع کہنے کے لئے

ساتھ روانہ ہوئے اور حضرت مولانا کے روکنے کے باوجود انہوں نے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ مغرب کے وقت کمپالا پہنچے۔ پاکستان کے ایک جج صاحب کے ہاں رکے اور مغرب کی نماز ادا کی۔ ان کے دینی مزاج سے مولانا مرحوم کو بہت مسرت ہوئی۔ اس کے بعد سارا قافلہ سعودی سفارت خانہ کے سیکرٹری استاذ محمود کے ہاں پہنچا۔ یہ نہایت دیندار اور بااخلاق شخص ہیں۔ ان کے ہاں عشاء کا کھانا اور نماز عشاء ادا کی اور رات کے ساڑھے نو بجے پورا قافلہ انٹے بے ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہوا۔ ائیر پورٹ پر کسٹم وغیرہ میں سفر کے سارے مراحل سے فارغ ہو کر ان حضرات کو حضرت مولانا نے شکریہ اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

رات کے ایک بجے جہاز روانہ ہوا اور ساڑھے چار گھنٹے کی پرواز کے بعد قاہرہ ائیر پورٹ پر پہنچا۔ حضرت مولاناؒ کے استقبال کے لئے ''المجلس الاعلی للشئون الاسلامیة '' کا نمائندہ ائیر پورٹ پر موجود تھا۔ جس نے آپ کا استقبال کیا اور جلدی کسٹم سے فارغ ہو کر شہر پہنچے اور ہوٹل میں قیام کیا۔ جس کا ایک کمرہ پہلے سے مجلس اعلیٰ کی طرف سے ریزرو کرایا ہوا تھا۔

قاہرہ میں چھ روز قیام رہا۔ اس قیام کے دوران جن شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں اور جو کام ہوا اس کی تفصیل یہ ہے۔

شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود سے ان کے دفتر میں طویل ملاقات ہوئی۔ نہایت محبت واکرام سے مولانا کا استقبال کیا اور اپنی جگہ چھوڑ کر مولانا کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہماری مہمانی قبول فرمایئے ہماری طرف سے ایک مرافق اور گاڑی ہر وقت آپ کے ساتھ رہے گی۔ حضرت مولانا نے شکریہ ادا کیا اور معذرت فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہم المجلس الاعلیٰ کی دعوت قبول کر چکے ہیں وہ بھی آپ ہی کا ادارہ ہے۔

شیخ الازہر کے سامنے اپنے سفر افریقہ کی مختصر روئیداد بیان فرمائی اور ان کو ''موقف الامة الاسلامیة من القادیانیة '' کتاب کا نسخہ پیش کیا۔ شیخ الازہر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس کو چھاپ کر تقسیم کریں۔ مولانا نے فرمایا بڑی خوشی سے۔ اسی مجلس میں مولانا کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ذکر بھی آیا تو مولانا نے اس کے اغراض ومقاصد بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

ہمارا مقصد اس علمی ادارے کے قائم کرنے سے ایسے علماء پیدا کرنا ہے جو ایک طرف راسخ فی العلم ہوں اور دین کے عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوں اور دوسری طرف وہ دین کے مخلص سپاہی ہوں۔ جن کے سامنے مادی منافع اور دنیاوی مناصب قطعاً نہ ہوں۔ بلکہ ہر حال میں انکا نصب العین دین کی خدمت ہو۔

شیخ الازہر نے مولانا کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت دی۔ جس میں جامعۃ الازہر کی علمی شخصیات کے علاوہ قاری شیخ محمود خلیل الحصری، مصر میں پاکستان کے سفیر محترم احمد سعید کرمانی، پاکستان میں مصر کے سابق سفیر جناب علی خشبہ، وزارت اوقاف کے نائب وزیر وغیرہ کو بھی مدعو کیا اور بعض دینی اداروں اور علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی جسے سب حاضرین نے دلچسپی سے سنا۔

پاکستان کے سفیر محترم احمد سعید کرمانی سے بھی ملاقات ہوئی۔ نہایت عزت واحترام سے پیش آئے قیام گاہ پر حضرت مولانا کو دعوت دی خود ہوٹل سے لے گئے اور پھر واپس لائے اور قاہرہ سے روانگی کے وقت خود ائیر پورٹ پر رخصت کرنے تشریف لائے۔

''المجلس الاعلی اللشؤن الاسلامیة'' کے جنرل سیکرٹری سید محمد توفیق عویضہ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ بے حد خوشی کا اظہار کیا اور بار بار یہ جملہ کہہ رہے تھے۔ نحن سعداء بوجود کم ! ان کو بھی مولانا قدس سرہٗ نے کتاب ''مؤقف الامة الاسلامیة من القادیانیه'' پیش کی اور فرمایا کہ آپ اس کتاب کو انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں ترجمہ کرکے شائع کریں اور ان بلاد میں تقسیم کریں۔ جہاں یہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ انہوں نے اس کا وعدہ کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے موضوعات پر بھی گفتگو ہوئی۔

مولانا اسماعیل عبدالرزاق ساؤتھ افریقہ کے نوجوان عالم ہیں۔ جامعۃ الازہر کے کلیۃ اللغۃ میں انگریزی کے استاذ اور افریقی زبانوں کے شعبہ کے صدر ہیں اور حضرت مولانا قدس سرہ کے شاگرد بھی ہیں۔ صبح وشام اپنی گاڑی لے کر آتے رہے۔ ایک روز تفریح کرانے قاہرہ شہر سے باہر لے گئے۔ مولانا مرحوم کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت دی۔ جس میں مقامی شخصیات کے علاوہ قاری عبدالباسط صاحب، پاکستان کے سفیر محترم جناب احمد سعید کرمانی صاحب اور جاپان کے ایک مسلم پروفیسر صاحب کو بھی مدعو کیا۔ ان کے علاوہ اسلامی ممالک کے

طلبہ بھی ملاقات کے لئے آتے رہے۔

چونکہ حج قریب تھا اور ہمارا ٹکٹ قاہرہ، جدہ، کراچی کا تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ حج ادا کرتے ہوئے جائیں اور حج کے دوران اسلامی ممالک سے آنے والے علمائے کرام سے مل کر ان کو کتاب ''موقف الامتہ'' پیش کی جائے اور اس فتنہ کے سدباب کے لئے انکے سامنے مناسب تدابیر رکھی جائیں۔

چنانچہ بروز اتوار ۱۹رذیقعدہ ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۳رنومبر ۱۹۷۵ء قاہرہ سے جدہ پہنچے۔ وہاں دوروز قیام کے بعد مدینہ منورہ علی صاحبہاالف الف صلاۃ وتسلیم پہنچے۔ حج سے چندروز پہلے مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے سفر میں جدہ، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں قدرت نے ایسی سہولتوں اور راحت وآسائش کے اسباب مہیا فرمادیئے۔ گویا مولانا قدس سرہ العزیز شاہی مہمان ہیں اور ہر جگہ پہنچنے سے پہلے ہی سارے انتظامات مکمل ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ایک مستقل موضوع ہے۔ جس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔

حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز صاحب سے مولانا کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو اپنے سفر کے تأثرات سنائے۔ جس پر انہوں نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور دعائیں دیں۔ حضرت مولاناؒ نے ان سے بھی فرمایا کہ رابطے کی جانب سے کتاب مؤقف الامتہ الاسلامیہ من القادیانیہ کی طباعت کا انتظام ہوتا چاہئے اور رابطہ اسے طبع کرا کر بلاد اسلامیہ میں تقسیم کرے۔ جسے انہوں نے قبول کرتے ہوئے متعلقہ کمیٹی کے سپرد کردیا۔

موسم حج میں ہر سال رابطہ کی طرف سے بین الاسلامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوتی ہے۔ اس مجلس کا اجلاس جاری تھا۔ شیخ محمد صالح قزاز نے حضرت مولانا کو بھی شرکت کی دعوت پیش کی اور اصرار کیا کہ کم ازکم آپ اس کے اختتامی اجلاس میں ضرور شرکت فرمائیں جسے آپ نے قبول فرمالیا۔

اس بین الاسلامی مذاکرہ میں جن موضوعات پر مقالے پڑھے گئے وہ یہ تھے۔

۱..... قادیانیت

۲..... غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیت

۳..... اسلام میں عورت کا مقام

مجلس کا آخری اجلاس ۵؍ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۷؍دسمبر ۱۹۷۵ء عشاء کے بعد رابطہ کے ہال میں شروع ہوا۔ حضرت مولانا مرحوم ومغفور نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔ رابطہ کے اراکین نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ چنانچہ رابطہ کے جنرل سیکرٹری شیخ محمد صالح قزاز اپنی جگہ چھوڑ کر آئے اور آپ کو خاص مہمانوں کی جگہ بٹھایا۔ اس اجلاس میں مختلف ممالک کے سینکڑوں علمائے کرام نے شرکت کی تھی۔ اس اجلاس میں مندرجہ بالا موضوعات سے متعلق خصوصی کمیٹیوں نے اپنی اپنی سفارشات پڑھ کر سنائیں۔ قادیانیت کے متعلق کمیٹی نے جو سفارشات پیش کیں وہ یہ تھیں۔

''بین الاسلامی مجلس مذاکرہ'' کی طرف سے قادیانیت سے متعلق مقررہ کمیٹی نے بڑے غور وخوص سے قادیانی جماعت کے اغراض ومقاصد کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ جماعت بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اندر سے اسلام کی جڑیں کاٹ رہی ہے اور مسلمانوں میں اپنے خبیث نظریات پھیلا رہی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف مندرجہ ذیل جرائم کی مرتکب ہے۔

الف..... اس جماعت کے لیڈر مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ب..... اپنے گھٹیا اغراض کے لئے قرآن کریم کی آیات کی تحریف کی ہے۔

ج..... اپنے آقا ومربی ارباب استعمار اور صیہونیوں کو خوش کرنے کے لئے جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کیا ہے۔

نیز اس کمیٹی نے ان عقائد اور سیاسی واجتماعی خطرات کا بھی مطالعہ کیا۔ جن کا اس جماعت کی وجہ سے عالم اسلام کو خطرہ لاحق ہے اور بعض فضلاء کی زبانی یہ سن کر افسوس ہوا کہ یہ جماعت افریقہ، ایشیاء، یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک میں اپنا کام برابر کر رہی ہے۔ اس لئے یہ کمیٹی مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرتی ہے۔

۱..... بین الاسلامی مجلس مذاکرہ ان اسلامی حکومات کو مبارک باد پیش کرتی ہے جنہوں نے قادیانیت کے بارے میں اپنا واضح مؤقف اختیار کرتے ہوئے اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ نیز یہ مجلس باقی تمام اسلامی حکومتوں اور دینی تنظیمات سے پرزور مطالبہ

کرتی ہے کہ وہ بھی یہ اعلان کریں کہ قادیانیت غیر مسلم اقلیت جماعت ہے اور اسلام کی ابدی تعلیم کے خلاف ہے۔

۲...... حسن اتفاق سے اس وقت نائیجیریا کے سربراہ مملکت دیار مقدسہ میں موجود ہیں اور جیسا کہ معلوم ہے کہ نائیجیریا میں قادیانی سرگرمیاں بہت زور شور سے جاری ہیں۔ بلکہ اب یہ قادیانی جماعت وہاں کی یوربا زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے کمیٹی یہ سفارش کرتی ہے کہ علماء افاضل کا ایک وفد تشکیل دیا جائے جو نائیجیریا کے صدر محترم سے ملاقات کرے اور ان کے سامنے اس غیر مسلم اور باغی جماعت کے بارے میں امت اسلامیہ کے موقف کی وضاحت کرے اور ان سے اپیل کرے کہ وہ ان کے اس خطرناک منصوبے کو پورا نہ ہونے دیں۔

۳...... مسلمانوں کو مختلف وسائل کے ذریعہ قادیانی لٹریچر پڑھنے سے روکا جائے اور اس لٹریچر کو مسلمانوں میں پھیلانے کا سد باب کیا جائے خصوصاً قرآن کریم کے تحریف شدہ ترجمے۔

۴...... کمیٹی یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ اس غیر مسلم گمراہ کن جماعت کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور رابطہ عالم اسلامی اس سلسلہ میں ایک خاص شعبہ قائم کرے جس کا کام یہ ہو کہ وہ اس قادیانی جماعت کی سرگرمیوں اور نقل وحرکت پر کڑی نگاہ رکھے اور اس کی مقاومت کے لئے مناسب اقدام کرے۔

۵...... جن بلاد میں یہ فتنہ پھیل چکا ہے وہاں کثرت سے ایسے مخلص مبلغین کو بھیجا جائے جو قادیانی مذہب اس کے مقاصد اور طریق کار سے خوب واقف ہوں۔

۶...... جن ممالک میں قادیانی سرگرمیاں موجود ہیں وہاں قادیانیوں کے مراکز کے بالمقابل دینی مدارس ہسپتال اور یتیم خانے قائم کئے جائیں تا کہ مسلمان بچے ان کے مدارس اور ہسپتالوں میں جانے پر مجبور ہوں۔

۷...... یہ کمیٹی رابطہ عالم اسلامی سے یہ بھی مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسلامی ممالک میں ایسی کتابیں بکثرت شائع کرے جو اس فرقے کے خطرات سے آگاہ کرتی ہوں تا کہ مسلمان اس جماعت کے عقائد فاسدہ اور ناپاک اغراض سے مطلع ہوسکیں۔

۸...... یہ کمیٹی اسلامی حکومتوں سے یہ بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے ہاں شائع ہونے والی کتابوں کی نگرانی کے لئے ایسے حضرات کا تقرر کریں جو صحیح اسلامی فکر کے مالک ہوں۔

۹...... جو لوگ محض جہالت یا دھوکے میں قادیانیت کے جال میں پھنس چکے ہیں ان کو نہایت نرمی اور حکمت عملی سے اسلام کی دعوت دی جائے اور اس سلسلہ میں مناسب تدابیر اور وسائل کو کام میں لایا جائے۔ وباللہ التوفیق!

حرمین شریفین میں مقامی علمائے کرام اور دینی شخصیات کے علاوہ دوسرے ممالک سے آئی ہوئی علمی شخصیات سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور ان سے اس موضوع پر تبادلہ خیالات ہوا اور ان کو مذکورہ کتاب پیش کی گئی۔ ان حضرات کا تعلق جن ممالک سے تھا ان میں بعض کے نام یہ ہیں۔

جاپان، انڈونیشیا، ملایا، فلپائن، شام، ہندوستان، عراق، اردن، نائیجیریا، سیرالیون، اپرولٹا، ایوری کوسٹ، ہنگال، جنوبی افریقہ، ترکی۔

اس مبارک سفر کی ابتداء بھی حرمین شریفین سے ہوئی اور انتہاء بھی حرمین شریفین پر ہوئی اور سفر کے اختتام پر حضرت مولانا مرحوم ومغفور کی جانب سے روئیداد کے آخر میں جو خلاصہ کلام شائع ہوا وہ یہ ہے۔

خلاصہ کلام!

۱...... عیسائیت۔ ۲...... مرزائیت۔

۳...... جہالت۔ ۴...... علماء اور صالحین کی قلت۔

۵...... مدارس دینیہ کا فقدان۔

وفد نے مندرجہ ذیل امور سرانجام دیئے

۱...... مسلمانوں کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت، عظمت، اطاعت اور آپس میں اتحاد واتفاق کی دعوت دی۔

۲...... عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت کی وضاحت کی۔

۳...... اس موضوع پر لکھی ہوئی کتاب ''موقف الامتہ الاسلامیہ'' اور ایک انگریزی پمفلٹ تقسیم کیا۔

۴...... جہاں فتنہ قادیانیت کے مراکز ہیں۔ وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کی تدابیر کی گئیں۔

۵ ...... جہاں تنظیم بنانے کی اجازت نہیں وہاں مقامی علماء اور دینی شخصیات کو کام کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا۔

۶ ...... جہاں قادیانیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا ہے وہاں کے ذمہ دار حضرات کو مبارک باد اور دین کے لئے کام کرنے کا لائحہ عمل پیش کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ اس فتنہ پر کڑی نگاہ رکھیں۔

۷ ...... ایشین مسلمانوں کو افریقی مسلمانوں سے دینی روابط قائم رکھنے اور غیر مسلم باشندوں میں کام کرنے کی ترغیب دی گئی۔

۸ ...... ان ممالک میں دارالافتاء ریاض کے حضرات مبعوثین کام کر رہے ہیں۔ ان کو کام کرنے کے مفید مشورے دیئے گئے۔

۹ ...... مقامی حضرات کو ترغیب دی گئی کہ وہ افریقی ذہین بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستان بھیجیں اور ان کے ٹکٹ کا انتظام کریں۔

۱۰ ...... کتاب ''مؤقف الامة الاسلامیه من القادیانیه'' کی دوبارہ طباعت اور انگریزی وفرانسیسی ترجمہ اور اس کی طباعت کا انتظام کیا گیا۔

تجاویز! مندرجہ بالا حالات کی روشنی میں وفد نے یہ تجاویز پیش کیں۔

۱ ...... جن ممالک کا وفد نے دورہ کیا ہے وہاں قائم کردہ جمعیات تحفظ ختم نبوت، مقامی دینی انجمنوں، علماء اور دینی شخصیات سے دائمی رابطہ قائم رکھا جائے اور خط وکتابت کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہے۔

۲ ...... ان حضرات کو دینی فتنوں کے خلاف اردو، عربی اور انگریزی میں لٹریچر بھیجا جائے۔

۳ ...... افریقی طلبہ کو دینی مدارس میں وظائف دیئے جائیں اور ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

۴ ...... تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کو توجہ دلائی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعتیں ان ممالک کی طرف روانہ کریں۔ خصوصاً یوگنڈا میں۔

وصلی اللّٰه علی سیدنا محمد واله وصحبه وسلم!